علم الانسان ما لم یعلم
سکھایا انسان کو وہ، جو وہ نہ جانتا تھا.
فضائل صدقات
حصہ اول
از
شیخ الحدیث علامہ محمد زکریا صاحب
مدینہ
پبلشنگ کمپنی
مشہور محل میکلوڈ روڈ کراچی
M.N.K.
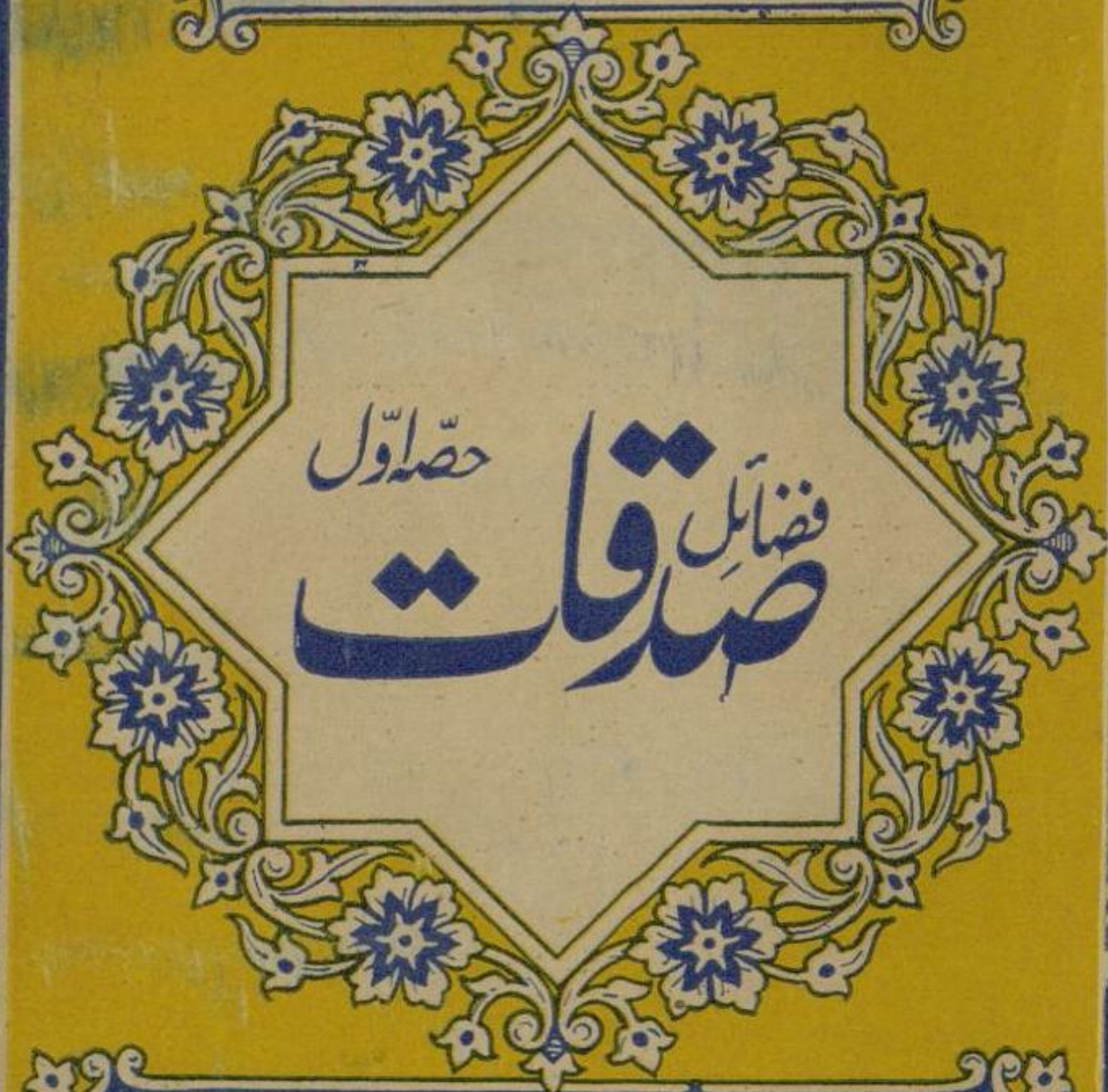
وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ

— تم لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو اور اپنے آپکو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو

فضائل صدقات

حصہ اوّل

مؤلفہ

حضرت مولانا الحاج الحافظ المحدث محمد زکریا صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور

ناشر

مدنیہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

قیمت چار روپے پچاس پیسے

فہرست فضائل صدقات حصہ اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

امابعد یہ چند اوراق اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے فضائل میں ہیں جن کے متعلق اپنے سابقہ رسالہ فضائل حج کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ چچا جان نور اللہ مرقدہ کو اس رسالہ کا بہت اہتمام تھا اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں بار بار اس کی تاکید فرمائی اور ایک مرتبہ جب کہ عصر کی نماز کھڑی ہو رہی تھی تکبیر ہوتے ہوئے صف سے آگے منہ نکال کر اس ناپاک کو حکم فرمایا کہ دیکھو اس کو بھولنا نہیں اس زمانہ میں چچا جان علالت کی وجہ سے خود امامت نہ کرتے تھے اس لئے مقتدیوں کی صف ہی میں وہ بھی شریک تھے اتنے اصرار اور تاکید کے باوجود اپنی کوتاہی سے اس میں تاخیر ہوتی ہی چلی گئی اور نہ صرف تاخیر بلکہ تقریباً التوا ہی ہو گیا تھا کہ مقدرات سے شوال ۱۳۶۶ھ میں نظام الدین کا طویل قیام پیش آیا جیسا کہ رسالہ فضائل حج کے ابتدا میں لکھ چکا ہوں اور اس رسالہ کے اختتام کے بعد بھی جب سہارنپور واپسی کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تو ۲۴ شوال ۱۳۶۶ھ چہارشنبہ کو اس رسالہ کی ابتدا کر دی گئی حق تعالیٰ شانہ اپنے اس لطف و انعام اور کرم سے جو میری گندگیوں کے باوجود دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے روزافزوں ہیں اس کو تکمیل کو پہنچا کر قبول فرمائے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ اس رسالہ میں سات فصلیں لکھنے کا خیال ہے پہلی فصل میں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے فضائل دوسری فصل میں بخل کی مذمت تیسری فصل میں صلہ رحمی کا خصوصی اہتمام چوتھی فصل میں زکوٰۃ کا وجوب اور فضائل پانچویں فصل میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعیدیں چھٹی فصل میں زہد و قناعت اور سوال نہ کرنے کی ترغیب ساتویں فصل میں زاہدوں اور اللہ کے راستہ میں خرچ

کرنے والوں کی حکایت۔

فصل اوّل مال خرچ کرنیکے فضائل میں

اللہ کے پاک کلام اور اوس کے سچے رسول سید البشرؐ کے ارشادات میں خرچ کرنے کی ترغیب اور اوس کے فضائل اتنے کثرت سے وارد ہیں کہ حد نہیں ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیسہ پاس رکھنے کی چیز ہے ہی نہیں۔ یہ پیدا ہی اس لئے ہوا ہے کہ اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جائے جتنی کثرت سے اس مسئلہ پر ارشادات ہیں۔ ان کا دسواں بیسواں حصہ بھی جمع کرنا مشکل ہے نمونہ کے طور پر چند آیات اور چند احادیث کا ترجمہ اپنی عادت کے موافق پیش کرتا ہوں۔

(آیات)

(۱) ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون. والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون اولٰئک علٰی ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ؁ (بقرہ ع ۱)

(یہ کتاب یعنی قرآن شریف) راستہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو جو یقین لاتے ہیں غیب کی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہمنے انکو دیا ہے اوس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں جو یقین رکھتے ہیں (ایمان لاتے ہیں) اوس کتاب پر بھی جو آپ پر نازل کیگئی اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں یہی لوگ وس صحیح راستہ پر ہیں جو انکے رب کی طرف سے ملا ہے اور یہی لوگ فلاح کو پہونچنے والے ہیں۔

ف:- آیت شریفہ میں کئی مضمون قابل غور ہیں (الف) راستہ بتانے والی ہے۔ خدا سے ڈرنے والوں کو یعنی جس کو مالک کا خوف نہ ہو مالک کو مالک نہ جانتا ہو۔ وہ اپنے پیدا کرنے والے سے جاہل ہو اوس کو قرآن پاک کا بتایا ہوا راستہ کب نظر آسکتا ہے راستہ اوسی کو نظر آتا ہے جس میں دیکھنے کی صلاحیت بھی ہو جس میں دیکھنے کا ذریعہ

آنکھ ہی نہ ہو وہ کیا دیکھے گا اسی طرح جس کے دل میں مالک کا خوف ہی نہ ہو وہ مالک کے حکم کی کیا پرواہ کریگا (ب) نماز کو قائم رکھنا یہ ہے کہ اوس کو اس کے آداب اور شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے پابندی اور اہتمام سے ادا کرے جس کا تفصیلی بیان رسالہ فضائل نماز میں گذر چکا ہے اوس میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ نماز کو قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اوس کے رکوع وسجود کو اچھی طرح ادا کرے ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے قتادہ کہتے ہیں کہ نماز کا قائم کرنا اوس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع وسجود کا اچھی طرح ادا کرنا ہے (ج) فلاح کو پہونچنا بہت اونچی چیز ہے۔ فلاح کا لفظ جہاں کہیں آتا ہے وہ اپنے مفہوم میں دین اور دنیا کی بہبود اور کامیابی کو لئے ہوئے ہوتا ہے۔ امام راغبؒ نے لکھا ہے کہ دنیوی فلاح اون خوبیوں کا حاصل کرلینا ہے جن سے دنیوی زندگی بہترین بن جائے اور وہ بقاء اور غنٰی اور عزت ہیں اور اُخروی فلاح چار چیزیں ہیں وہ بقاء جس کو کبھی فنا نہ ہو وہ تونگری جس میں فقر کا شائبہ نہ ہو۔ وہ عزت جس میں کسی قسم کی ذلت نہ ہو وہ علم جس میں جہل کا دخل نہ ہو اور جب فلاح کو مطلق بولا گیا تو اوس میں دین ودنیا دونوں کی فلاح آگئی۔

(۲) لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتاب والنبیین و آتی المال علی حبہ ذوی القربٰی والیتامٰی والمساکین وابن السبیل والسائلین و فی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ۔ الاٰیۃ (بقرع ۲۲)

سارا کمال اسی میں نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی لیکن اصل کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں پر اور سب پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں مال دیتا ہو اپنے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور غریبوں کو اور مسافروں کو اور (لاچاری میں) سوال کرنے والوں کو اور قیدیوں اور غلاموں کی) گردن چھڑانے میں خرچ کرتا ہو اور نماز کو قائم رکھتا ہو اور زکوٰۃ کو ادا کرتا ہو کہ اصل کمالات یہ چیزیں ہیں) آیت شریفہ میں ان کی

بعض اور صفات کا ذکر فرما کر ارشاد ہے کہ

یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

ف۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ یہود مغرب کی طرف نماز پڑھتے تھے اور نصاریٰ مشرق کی طرف نماز پڑھتے تھے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور بھی متعدد حضرات سے اس قسم کا مضمون نقل کیا گیا ہے (در منثور) امام جصاص نے لکھا ہے کہ آیت شریفہ میں یہود اور نصاریٰ پر رد ہے کہ جب انہوں کے قبلہ کے منسوخ ہونے (یعنی بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ قرار دینے) پر اعتراض کیا تو حق تعالیٰ شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نیکی اللہ کی اطاعت میں ہے بغیر اوس کی اطاعت کے مشرق و مغرب کی توجہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (احکام القرآن) اللہ کی محبت میں مال دیا ہو کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں میں اللہ جل شانہ کی محبت اور خوشنودی کی وجہ سے خرچ کرے نام و نمود اپنی شہرت عزت کی وجہ سے خرچ نہ کرے کہ اس ارادہ سے خرچ کرنا نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہے اپنا مال بھی خرچ کیا اور اللہ جل شانہ کے یہاں بجائے ثواب کے گناہ ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتے (کہ کتنا خرچ کیا) بلکہ تمہارے اعمال اور تمہارے دلوں کی طرف دیکھتے ہیں کہ کس نیت اور کس ارادہ سے خرچ کیا (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ مجھے تم پر بہت زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے حضور نے فرمایا دکھلاوے کے لئے عمل کرنا۔ احادیث میں بہت کثرت سے دکھاوے کے لئے خرچ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے جو آئندہ آئیگی۔ یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ آیت شریفہ میں اللہ کی محبت میں دینا مراد ہو بعض علمائے نے خرچ کرنیکی محبت کا ترجمہ کیا ہے یعنی جو خرچ کیا ہے اوس پر مسرور ہو یہ نہ ہو کہ اس وقت تو خرچ کر دیا پھر اوس پر قلق ہو رہا ہے کہ میں نے کیوں خرچ کر دیا کیسی بے وقوفی ہوئی روپیہ کم ہو گیا وغیرہ وغیرہ (احکام القرآن) اور اکثر علمائے نے مال کی محبت کا ترجمہ کیا ہے۔ یعنی باوجود مال کی محبت کے ان مواقع میں خرچ کرے ایک حدیث میں ہے کسی شخص نے

عرض کیا یا رسول اللہ مال کی محبت کا کیا مطلب ہے ۔ مال سے تو ہر ایک کو محبت ہوتی ہے ۔ حضور نے فرمایا کہ جب تو مال خرچ کرے تو اوس وقت تیرا دل تیری اپنی ضرورتیں جتائے اور اپنی حاجت کا ڈر دل میں پیدا ہو کہ عمر ابھی بہت باقی ہے مجھے احتیاج نہ ہو جائے ایک حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو ایسے وقت میں خرچ کرے جب تندرست ہو اپنی زندگی اور بہت زمانہ تک دنیا میں رہنے کی امید ہو ایسا نہ کر کہ صدقہ کرنے کو ٹالتا رہے یہاں تک کہ جب دم نکلنے لگے اور موت کا وقت قریب آجائے تو کہنے لگے اتنا فلاں کو دیا جائے اور اتنا فلانی جگہ دیا جائے کہ اب تو وہ فلاں کا ہو گیا ۔ (در منثور)

مطلب یہ ہے کہ جب اپنے سے مایوسی ہو گئی اور اپنی ضرورت اور حاجت کا ڈر نہ رہا تو آپ نے کہنا شروع کر دیا کہ اتنا فلاں مسجد میں اتنا فلاں مدرسہ میں حالانکہ اب وہ گویا وارث کا مال بن گیا ۔ اب حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ ہے ۔ جب تک اپنی ضرورتیں وابستہ تھیں تب تو خرچ کرنیکی توفیق نہ ہوئی اب جبکہ وہ دوسرے کے یعنی وارث کے پاس جانے لگا تو آپ کو اللہ واسطے دینے کا جذبہ پیدا ہوا اسی واسطے شریعت مطہرہ نے حکم دے دیا کہ مرتے وقت کا صدقہ ایک تہائی مال میں اثر کر سکتا ہے ۔ اگر کوئی اوس وقت سارا مال بھی صدقہ کر کے مر جائے تو وارثوں کی اجازت بغیر تہائی سے زیادہ میں اوس کی وصیت معتبر نہ ہوگی ۔ اس آیت شریفہ میں مال کو یتامیٰ مساکین وغیرہ پر خرچ کرنے کو مستقل طور پر ذکر فرمایا ہے اور آخر میں زکوٰۃ کو علیحدہ ذکر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخراجات زکوٰۃ کے علاوہ باقی مال میں سے ہیں اس کا بیان احادیث کے ذیل میں نمبر ۱ پر آرہا ہے ۔

(۳) وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین (بقرہ ع ۲۴)

اور تم لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالو اور خرچ وغیرہ کو اچھی طرح کیا کرو بیشک حق تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اچھی طرح کام کرنیوالوں کو ۔

ف۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو یہ فقر کے ڈر سے اللہ کے راستہ میں خرچ کا چھوڑ دینا ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہلاکت میں ڈالنا یہ نہیں ہے کہ آدمی اللہ کے راستہ میں قتل ہو جائے بلکہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ سے رک جانا ہے حضرت ضحاک بن جبیر فرماتے ہیں کہ انصار اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرتے تھے اور صدقہ کیا کرتے تھے ایک سال قحط ہوگیا ان کے خیالات بُرے ہو گئے اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چھوڑ دیا اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

حضرت اسلم کہتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھے کفار کی بہت بڑی جماعت مقابلہ پر آگئی مسلمانوں میں سے ایک شخص تلوار لے کر ان کی صف میں گھس گیا۔ دوسرے مسلمانوں نے شور کیا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالدیا حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی اس جنگ میں شریک تھے وہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں ہے تم اس آیت شریفہ کا یہ مطلب بتلاتے ہو یہ آیت تو ہمارے بارے میں نازل ہوئی بات یہ ہوئی تھی کہ جب اسلام کو فروغ ہونے لگا اور دین کے حامی بہت سے پیدا ہو گئے تو ہماری یعنی انصار کی چپکے چپکے یہ رائے ہوئی کہ اب اللہ جل شانہٗ نے اسلام کو غلبہ تو عطا فرما ہی دیا اور لوگوں میں دین کے مددگار بہت سے پیدا ہو گئے ہمارے اموال کھیتیاں وغیرہ عرصے سے خبر گیری پوری نہ ہو سکنے کی وجہ سے برباد ہو رہی ہیں۔ ہم ان کی خبر گیری اور اصلاح کرلیں اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور ہلاکت میں اپنے کو ڈالنا اپنے اموال کی اصلاح میں مشغول ہو جانا اور جہاد کو چھوڑ دینا ہے (درمنثور)

(۴) ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (بقرہ ع ۲۷)	لوگ آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ (خیرات میں) کتنا خرچ کریں آپ فرمادیجئے کہ جتنا (ضرورت سے) زائد ہو۔

ف یعنی مال تو خرچ ہی کرنے کے واسطے ہے جتنی اپنی ضرورت ہو اس کے موافق رکھ کر جو زائد ہو وہ خرچ کر دے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اپنے اہل و عیال کے خرچ سے جو بچے وہ عفو ہے حضرت ابو امامہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اے آدمی جو تجھ سے زائد ہے اس کو تو خرچ کر دے یہ بہتر ہے تیرے لئے۔ اور تو اس کو روک کر رکھے یہ تیرے لئے بُرا ہے اور بقدر ضرورت پر کوئی ملامت نہیں اور خرچ کرنے میں ان لوگوں سے ابتدا کر جو تیرے عیال میں ہیں اور اونچا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) بہتر ہے۔ اُس ہاتھ سے جو نیچے ہو (یعنی لینے کے لئے پھیلا ہوا ہو) حضرت عطا سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ عفو سے مراد ضرورت سے زائد ہے (درمنثور)

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس سواری زائد ہو وہ ایسے شخص کو سواری دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جسکے پاس توشہ زائد ہو وہ ایسے شخص کو توشہ دے جسکے پاس توشہ نہ ہو۔ حضور نے اسقدر اہتمام سے یہ بات فرمائی کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ کسی شخص کا اپنے کسی ایسے مال میں حق ہی نہیں ہے جو اسکی ضرورت سے زائد ہو (ابوداؤد)

اور کمال کا درجہ ہے بھی یہی کہ آدمی کی اپنی واقعی ضرورت سے زائد جو چیز ہے۔ وہ خرچ ہی کرنے کے واسطے ہی جمع کر کے رکھنے کے واسطے نہیں ہے بعض علماء نے عفو کا ترجمہ سہل کا کیا ہے یعنی جتنا آسانی سے خرچ کر سکے کہ اس کو خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دنیوی تکلیف میں مبتلا نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے نقل کیا گیا کہ بعض آدمی اس طرح صدقہ کرتے تھے کہ اپنے کھانے کو بھی ان کے پاس نہ رہتا تھا حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو اُن پر صدقہ کرنے کی نوبت آجاتی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں تشریف لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت دیکھ کر لوگوں سے کپڑا خیرات کرنے کو ارشاد فرمایا۔ بہت سے کپڑے چندہ میں جمع ہو گئے حضور نے ان میں سے دو کپڑے ان صاحب کو عطا فرما دیئے اُس کے بعد حضور نے پھر صدقہ کرنے کی ترغیب دی اور لوگوں نے صدقہ کا مال دیا تو ان صاحب نے بھی دو کپڑوں میں سے ایک صدقہ میں دے دیا تو حضور نے ناراضی کا اظہار فرمایا اور ان کا کپڑا واپس فرما دیا۔ (درمنثور)

قرآن پاک میں اپنی احتیاج کے باوجود خرچ کرنے کی ترغیب بھی آئی ہے لیکن یہ انھیں لوگوں کے لئے ہے جو اس کو بشاشت سے برداشت کر سکتے ہوں ان کے دلوں

ہیں واقعی طور پر آخرت کی اہمیت دنیا پر غالب آگئی ہو جیسا کہ آیات کے سلسلہ میں نمبر ۳۸ پر یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے۔

۱۵ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ واللہ یقبض ویبصطوالیہ ترجعون + (بقرہ ع ۳۲)

کون ہے ایسا شخص جو اللہ جل شانہ کو قرض دے۔ اچھی طرح قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر بہت زیادہ کردے (اور خرچ کرنے سے تنگی کا خوف نہ کرو) کہ اللہ جل شانہ ہی تنگی اور فراخی کرتے ہیں (اسی کے قبضہ میں ہے) اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) لوٹائے جاؤ گے۔

ف :۔ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کو قرض سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ جیسے قرض کی ادائے گی اور واپسی ضرور ہوتی ہے اسی طرح اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا اجر و ثواب اور بدلہ ضرور ملتا ہے۔ اس لئے اس کو قرض سے تعبیر کیا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت ابو الدحداح انصاریؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ جل شانہٗ ہم سے قرض مانگتے ہیں حضور نے فرمایا بیشک وہ عرض کرنے لگے اپنا دست مبارک مجھے پکڑا دیجئے (تاکہ میں آپ کے دست مبارک پر ایک عہد کروں) حضور نے اپنا ہاتھ بڑھایا انھوں نے معاہدے کے طور پر حضور کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنا باغ اپنے اللہ کو قرض دے دیا ان کے باغ میں چھ سو درخت کھجوروں کے تھے اور اسی باغ میں ان کے بیوی بچے رہتے تھے۔ یہاں سے اٹھ کر پھر اپنے باغ میں گئے اور اپنی بیوی ام دحداح سے آواز دے کر کہا کہ چلو اس باغ سے نکل چلو یہ باغ میں نے اپنے رب کو دیدیا۔

دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے اس باغ کو چند یتیموں پر تقسیم کر دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی من جاء بالحسنۃ الآیۃ جو ایک نیکی کرے اس کو دس گنا ثواب ملے گا تو حضور نے دعا کی کہ یا اللہ میری اُمت کا ثواب اس سے بھی زیادہ کر دے۔ اُس کے بعد یہ آیت من ذالذی یقرض اللہ نازل ہوئی حضور نے پھر دعا کی یا اللہ میری امت کا ثواب اور بھی زیادہ کر دے پھر مثل الذین ینفقون الآیۃ جو اُوپر آ رہی ہے نازل ہوئی حضور نے پھر دعا کی یا اللہ میری امت کا ثواب بڑھا دے اس پر انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (زمرع۲) نازل ہوئی کہ صبر کرنے والوں کو ان کا ثواب پورا پورا دیا جائے گا جو بے اندازہ اور بے شمار ہو گا ایک حدیث میں ہے کہ ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کون ہے جو آج قرض دے اور کل کو پورا بدلہ لے ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں اے آدمی اپنا خزانہ میرے پاس امانت رکھا دے۔ نہ اُس میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے نہ غرق ہو جانے کا نہ چوری کا ایسے وقت میں وہ تجھ کو پورا کا پورا واپس کروں گا جس وقت تجھے اُس کی انتہائی ضرورت ہو گی۔ (درمنثور)

(۷) یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا مما رزقنٰکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ (بقرہ ع۳۴)

اے ایمان والو خرچ کر لو ان چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہو سکتی ہے نہ دوستی ہو گی نہ کسی کی (اللہ کی اجازت بغیر) شفاعت ہو گی۔

ف۔ یعنی اُس دن نہ تو خرید و فروخت ہے کہ کوئی اس دن دوسروں کی نیکیاں خرید لے نہ دوستی ہے کہ تعلقات میں کوئی دوسرے سے نیکیاں مانگ لے نہ بغیر اجازت کے سفارش کا کسی کو حق ہے کہ اپنی طرف سے منت سماجت کر کے سفارش ہی کرا لے غرض جتنے اسباب دوسرے سے اعانت حاصل کرنے کے ہوا کرتے ہیں۔ وہ سب ہی اُس دن مفقود ہونگے اُس دن کے واسطے کچھ کرنا ہے تو آج کا دن ہے جو کچھ ہے بو لیا جائے۔ اُس دن تو کھیتی کاٹنے کا دن ہے۔ جو بویا گیا ہے وہ کاٹ

لیا جائے گا۔ غلّہ ہو یا پھول کانٹے ہوں یا ایندھن ہر شخص خود ہی غور کرلے کہ وہ کیا بو رہا ہے۔

(۷) مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللّٰہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأتۃ حبۃ واللّٰہ یضاعف لمن یشاء واللّٰہ واسع علیم۔ (بقرہ ع ۳۶)

جو لوگ اللہ کے راستے میں (یعنی خیر کے کاموں میں) اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک دانہ ہو جس میں سات بالیں اُگی ہوں اور ہر بال میں سو دانے ہوں (تو ایک دانے سے سات سو دانے مل گئے) اور اللہ جل شانہ جس کو چاہے زیادہ عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ جل شانہ بڑی وسعت والے ہیں (ان کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں) اور جاننے والے ہیں (کہ خرچ کرنے والے کی نیت کا حال بھی ان کو خوب معلوم ہے۔)

ف۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اعمال چھ قسم کے ہیں اور آدمی چار قسم کے ہیں۔ اعمال کی چھ قسمیں یہ ہیں کہ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو عمل برابر سرابر ہیں اور ایک عمل دس گنا ثواب رکھتا ہے اور ایک عمل سات سو گنا ثواب رکھتا ہے جو واجب کرنے والے ہیں وہ تو یہ ہیں کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہو کر رہے گا اور جو ایسی حالت میں مرے کہ شرک کرتا ہو وہ جہنم میں داخل ہو گا اور برابر سرابر یہ ہے کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور عمل نہ کر سکے اس کو ایک ثواب ملتا ہے اور جو گناہ کرے اس کو ایک بدلہ ملتا ہے اور جو شخص کوئی نیکی کرے اس کو دس گنا ثواب ملتا ہے اور جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرے اس کو ہر خرچ کا سات سو گنا ثواب ملتا ہے اور آدمی چار طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جن پر دنیا میں بھی وسعت ہے آخرت میں بھی۔ دوسرے وہ جن پر دنیا میں وسعت آخرت میں تنگی۔ تیسرے وہ جن پر دنیا میں تنگی آخرت میں وسعت چوتھے وہ جن پر دنیا میں بھی تنگی آخرت میں بھی تنگی (کنز العمال) کہ یہاں کے فقر کے ساتھ اعمال بھی خراب

ہوئے جنکی وجہ سے وہاں بھی کچھ نہ ملا دُنیا اور آخرت دونوں ہی برباد ہو گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ایک کھجور کی بقدر بھی صدقہ کرے بشرطیکہ طیّب مال سے ہو خبیث مال نہ ہو اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ طیّب مال کو ہی قبول کرتے ہیں تو حق تعالیٰ اس صدقہ کی پرورش کرتے ہیں جیسا کہ تم لوگ اپنے بچھیرے کی پرورش کرتے ہو حتیٰ کہ وہ صدقہ بڑھتے بڑھتے پہاڑ کی برابر ہو جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک کھجور اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے ثواب کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ اُحد کے پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے۔ احد کا پہاڑ مدینہ طیبہ کا بہت بڑا پہاڑ ہے اس صورت میں سات سو سے بہت زیادہ اجر و ثواب ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ سات سو گنے والی آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہٗ سے ثواب کے زیادہ ہونے کی دُعا کی اس پر پہلی آیت ۵ والی نازل ہوئی (بیان القرآن) اس قول کے موافق اس آیت شریفہ کا نزول مقدم ہوا دوسری حدیث میں اس کا عکس آیا ہے جیسا کہ پہلے ۵ کے ذیل میں گذرا۔

(۸) الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ (بقرہ ع ۳۶)

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر نہ تو (جس کو دیا اس پر) احسان جتاتے ہیں (اور نہ کسی اور طرح) اس کو اذیت پہونچاتے ہیں تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس اس کا ثواب ہے اور (قیامت کے دن) ان کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ف۔ یہ آیت شریفہ پہلی آیت کے بعد ہی ہے اور اس رکوع میں سارا ہی مضمون اسی کے متعلق ہے۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب اور احسان جتا کر اس کو برباد نہ کرنے پر تنبیہ ہے اور کسی اور طرح سے اذیت پہونچانے کا یہ مطلب ہے کہ اپنے اس احسان کی وجہ سے اُس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے۔ اس کو ذلیل سمجھے۔ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے دیئے ہوئے پر احسان جتائے دوسرا وہ ہے جو والدین کی نافرمانی کرے تیسرے وہ ہے جو شراب پیتا رہتا ہو وغیرہ وغیرہ (درمنثور)

امام غزالی نے احیاء میں صدقہ کے آداب میں لکھا ہے کہ اس کو منّ اور اذیٰ سے برباد نہ کرے منّ اور اذیٰ کی تفسیر میں علما کے چند قول ہیں بعض علما نے لکھا ہے کہ منّ یہ ہے کہ خود اس سے اس کا تذکرہ کرے اور اذی یہ ہے کہ اس کا دوسروں سے اظہار کرے بعض نے فرمایا ہے کہ منّ یہ ہے کہ اس عطا کے بدلہ میں اس سے کوئی بیگار لے اور اذی یہ ہے کہ اس کو فقیری کا طعنہ دے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ منّ یہ ہے کہ اس عطا کی وجہ سے اپنی بڑائی اس پر ظاہر کرے اور اذیٰ یہ ہے کہ اس کو سوال کی وجہ سے جھڑکے امام غزالی فرماتے ہیں کہ اصل منّ یہ ہے کہ اپنے دل میں اپنا اوپر احسان سمجھے اسی کی وجہ سے پھر امور بالا ظاہر ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس فقیر کا اپنے اوپر احسان سمجھنا چاہیئے کہ اُس نے اللہ جل شانہٗ کا حق اس سے قبول کرکے اس کو بری الذمہ بنا دیا اور اُس کے مال کی پاکی کا سبب بنا اور جہنم کے عذاب سے جو زکوٰۃ کے روکنے کی وجہ سے ہوتا نجات دلائی (احیاء)

مشہور محدث امام شعبی فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو ثواب کا اس سے زیادہ محتاج نہ سمجھے جتنا فقیر کو اپنے صدقہ کا محتاج سمجھتا ہے اُس نے اپنے صدقہ کو ضائع کردیا اور وہ صدقہ اس کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔ (احیاء العلوم) قیامت کا دن نہایت ہی سخت رنج وغم اور خوف کا دن ہے جیسا کہ اس رسالہ کے ختم پر آرہا ہے۔ اس دن کسی کا بیخوف ہونا غمگین نہ ہونا بہت اونچی چیز ہے۔

(۹) اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (بقرہ ع ۳۷)

صدقات کو اگر تم ظاہر کرکے دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر تم ان کو چھپے سے فقیروں کو دیدو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے کچھ گناہ معاف

کردیں گے اور اللہ جل شانہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے (دوسری آیت میں ارشاد ہے)

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ (بقرہ ع ۳۸)

جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں رات دن پوشیدہ اور کھلم کھلا انکے لئے انکے رب کے پاس اسکا ثواب ہے اور قیامت کے دن نہ انکو کوئی خوف ہوگا نہ وہ مغموم ہونگے۔

ف - ان دونوں آیتوں میں صدقہ کو چھپا کر دینا اور کھلم کھلا ظاہر کرکے دینا دونوں طریقوں کی تعریف کی گئی ہے اور بہت سی احادیث اور قرآن پاک کی آیات میں ریا کی یعنی دکھلاوے کے لئے کام کرنے کی برائی اور اس کو شرک بتایا ہے اور ثواب کو ضائع کردینے والا بلکہ گناہ کو لازم کردینے والا بتایا ہے اس لئے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دکھلاوا اور چیز ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو کام کھلم کھلا کیا جاوے وہ ریا ہی ہو بلکہ ریا یہ ہے کہ اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے واسطے اپنی شہرت کے واسطے اپنا کمال ظاہر کرنے اور عزت حاصل کرنے کے واسطے کوئی کام کیا جائے تو وہ ریا ہے اور جو اللہ جل شانہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ اور اللہ کی خوشنودی کسی مصلحت سے اعلان ہی میں ہو تو وہ ریا نہیں ہے۔ اس کے بعد ہر عمل بالخصوص صدقہ میں افضل یہی ہے کہ وہ اخفاء کے ساتھ کیا جائے کہ اس میں ریا کا احتمال بھی نہیں رہتا اور صدقہ لینے والے کی ذلت اور اذیت سے بھی امن ہے اور یہ بھی مصلحت ہے کہ اس وقت اگرچہ ریا نہ ہو لیکن جب عام طور سے لوگوں میں سخاوت مشہور ہونے لگے تو عجب اور خود بینی پیدا ہونے کا احتمال ہے اور یہ بھی ہے کہ لوگوں میں اگر شہرت ہوگی تو پھر بہت سے لوگ سوالات سے پریشان کرنے لگیں گے اور اپنے مالدار ہونے کی شہرت سے دنیوی نقصانات کئی قسم کے پیدا ہونے لگیں گے حکومت کے ٹیکس چوروں کی نگاہیں حاسدوں کی دشمنی،

امام غزالی فرماتے ہیں کہ صدقہ کا مخفی طور سے دینا ریا اور شہرت سے زیادہ بعید ہے اور حضور کا ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ افضل صدقہ کسی تنگدست کا اپنی کوشش سے کسی

نادار کو چپکے سے دیدینا ہے اور جو شخص اپنے صدقہ کا تذکرہ کرتا ہے وہ اپنی شہرت کا طالب ہے اور جو مجمع میں دیتا ہے وہ ریاکار ہے پہلے بزرگ اخفا میں اتنی کوشش کرتے تھے کہ وہ یہ بھی نہیں پسند کرتے تھے کہ فقیر کو بھی اس کا علم ہو کہ کس نے دیا اس لئے بعض تو نابینا فقیروں کو چھانٹ کر دیتے تھے اور بعض سوتے ہوئے کی جیب میں ڈال دیتے تھے اور بعض کسی دوسرے کے ذریعہ سے دلواتے کہ فقیر کو پتہ نہ چلے اور اس کو حیا نہ آوے بہرحال اگر شہرت اور ریا مقصود ہے تو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ جہاں شہرت مقصود ہوگی وہ عمل بیکار ہو جائے گا اس لئے کہ زکوٰۃ کا وجوب مال کی محبت کو زائل کرنے کے واسطے ہے اور حبّ جاہ کا مرض لوگوں میں حبّ مال سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور آخرت میں دونوں ہی ہلاک کرنے والی چیزیں ہیں لیکن بخل کی صفت تو قبر میں بچھو کی صورت میں مسلط ہوتی ہے۔ اور ریا اور شہرت کی صفت اژدہا کی صورت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ (احیاء العلوم)

ایک حدیث میں ہے کہ آدمی کی بُرائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ انگلیوں سے اُس کی طرف اشارہ کیا جانے لگے دینی اُمور میں اشارہ ہو یا دُنیوی امور میں حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی شہرت کو پسند کرتا ہو اس نے اللہ تعالیٰ سے سچائی کا معاملہ نہیں کیا۔

ایوب سختیانی رح فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ جل شانہٗ سے سچائی کا معاملہ کرتا ہے اس کو یہ پسند ہوا کرتا ہے کہ کوئی اس کا گھر بھی نہ جانے کہ کہاں ہے۔ (احیاء العلوم)

حضرت عمر رض ایک مرتبہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت معاذ رض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں حضرت عمر رض نے دریافت کیا کہ کیوں رو رہے ہو حضرت معاذ رض نے فرمایا کہ میں نے حضور سے سُنا تھا کہ ریاکار کا تھوڑا سا حصہ بھی شرک ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ ایسے متقی لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو زاویہ خمول میں رہتے ہوں کہ اگر کہیں چلے جاویں تو کوئی تلاش نہ کرے اور مجمع میں آویں تو کوئی ان کو پہچانے بھی نہیں ان کے دل ہدایت کے چراغ ہوں اور ہر گرد آلود

تاریک مقام سے خلاصی پانے والے ہوں (احیاء العلوم)

غرض ریا کی مذمت بہت سی آیات اور احادیث میں وارد ہوئی ہے لیکن ان سب کے باوجود کبھی اعلان میں دینی مصلحت ہوتی ہے مثلاً دوسروں کو ترغیب کہ ضرورت کے موقعہ پر ایک آدھ شخص کے صدقہ سے دینی اہم ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں ایسے وقت میں صدقہ کا اظہار دوسروں کی ترغیب کا سبب بنکر ضرورت کے پورا ہونیکا سبب بن جاتا ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن پاک کو آواز سے پڑھنے والا ایسا ہے جیسا اعلان کے ساتھ صدقہ کرنیوالا اور قرآن پاک کو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ چپکے سے صدقہ کرنیوالا (مشکوٰۃ شریف) کہ قرآن پاک کا بھی مقتضائے وقت کے مناسب کبھی آواز سے پڑھنا افضل ہوتا ہے اور کبھی آہستہ پڑھنا پہلی آیت شریفہ کے متعلق بہت سے علماء سے نقل کیا گیا کہ اس آیت شریفہ میں صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ اور صدقہ نفل دونوں کا بیان ہے اور صدقہ فرض کا اعلان سے ادا کرنا افضل ہے جیسا کہ اور فرائض کا بھی یہی حکم ہے کہ اونکا اعلان کے ساتھ کرنا افضل ہے. اس لئے کہ اس میں دوسروں کی ترغیب کے ساتھ اپنے اوپر سے اس الزام اور اتہام کا دفع کرنا مقصود ہے کہ یہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اسی وجہ سے دوسری مصالح کے علاوہ نمازمیں جماعت مشروع ہوئی کہ اوس میں اوس کے ادا کرنیکا اعلان ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علامہ طبری وغیرہ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ صدقہ فرض میں اعلان افضل ہے اور صدقہ نفل میں اخفاء افضل ہے زین بن المنیر کہتے ہیں کہ یہ حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے مثلاً اگر حاکم ظالم ہوں اور زکوٰۃ کا مال مخفی ہو تو زکوٰۃ کا اخفاء اولیٰ ہوگا اور اگر کوئی شخص مقتدا ہے اوسکے فعل کا لوگ اتباع کرینگے تو صدقہ نفل کا بھی اعلان اولیٰ ہوگا (فتح الباری) حضرت ابن عباس رضؓ نے آیت شریفہ (مذکورہ بالا) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے نفل صدقہ میں آہستہ کے صدقہ کو علانیہ کے صدقہ پر ستر درجہ فضیلت دی ہے اور فرض صدقہ میں علانیہ کو مخفی صدقہ پر پچیس درجہ فضیلت دی ہے اور اسی طرح اور سب عبادات کے نوافل اور فرائض کا حال ہے (در منثور) یعنی دوسری عبادات میں بھی فرائض کو اعلان کے ساتھ ادا کرنا

چھپ کر ادا کرنے سے افضل ہے کہ فرائض کو چھپ کر ادا کرنے میں ایک اپنے اوپر تہمت ہے دوسرے یہ بھی مضرت ہے کہ اپنے متعلقین یہ سمجھیں گے کہ یہ شخص فلاں عبادت کرتا ہی نہیں اور اس سے انکے دلوں میں اُس عبادت کی وقعت اور اہمیت کم ہو جائیگی اور نوافل میں بھی اگر دوسروں کے اتباع اور اقتداء کا خیال ہو تو اعلان افضل ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کے واسطے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ نیک عمل کا چپکے سے کرنا اعلان سے افضل ہے مگر اس شخص کے لئے جو اتباع کا ارادہ کرے حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے حضور سے دریافت کیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے حضور نے فرمایا کہ کسی فقیر کو چپکے سے کچھ دیدینا اور نادار کی کوشش افضل ہے اور اصل یہی ہے کہ نفلی صدقہ کا مخفی طور سے ادا کرنا افضل ہے البتہ اگر کوئی دینی مصلحت اعلان میں ہو تو اعلان بھی افضل ہو جاتا ہے لیکن اس بات میں اپنے نفس اور شیطان سے بے فکر نہ رہے کہ وہ صدقہ کو برباد کرنے کیلئے دل کو یہ سمجھائے کہ اعلان میں مصلحت ہے بلکہ بہت غور سے اسکو جانچ لے کہ اعلان میں واقعی دینی مصلحت ہے یا نہیں اور صدقہ کرنے کے بعد بھی اُس کا تذکرہ نہ کرتا پھرے کہ یہ بھی علانیہ صدقہ کرنے میں داخل ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کوئی عمل مخفی کرتا ہے تو وہ مخفی عمل لکھ لیا جاتا ہے پھر جب وہ اس کا کسی سے اظہار کر دے تو وہ مخفی سے علانیہ میں منتقل کر دیا جاتا ہے پھر اگر وہ لوگوں سے کہتا پھرے تو وہ علانیہ سے ریا میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ (احیاء العلوم)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ایسے ہیں جنکو اللہ جل شانہٗ اس دن اپنے سایہ میں رکھیں گے جس دن اللہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا (یعنی قیامت کے دن) ایک عادل بادشاہ (حاکم) دوسرے وہ نوجوان جو اللہ جل شانہٗ کی عبادت میں نشوونما پاتا ہے تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو چوتھے وہ دو شخص جن میں صرف اللہ کی وجہ سے محبت ہو کوئی دنیوی غرض ایک کی دوسرے سے وابستہ نہ ہو اسی پر ان کا آپس میں اجتماع ہو اور اسی پر علیحدگی ہو پانچویں وہ شخص جسکو کوئی حسب

نسب والی خوبصورت عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (اسی طرح کوئی مرد کسی عورت کو متوجہ کرے اور وہ عورت یہی کہدے) چھٹے وہ شخص جو اتنا چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ساتویں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ جل شانہ کو یاد کرکے رو پڑے۔ اس حدیث میں سات آدمی ذکر فرمائے ہیں دوسری احادیث میں ان کے علاوہ اور بھی بعض لوگوں کے متعلق یہ وارد ہوا ہے کہ وہ اس سخت دن میں عرش کے سایہ کے نیچے ہونگے علما نے انکی تعداد بیاسی تک گنوائی ہے جنکو صاحب اتحاف نے نقل کیا ہے۔ بہت سی احادیث میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مخفی صدقہ اللہ کے غصہ کو زائل کر دیتا ہے حضرت سالم ابن ابی الجعد کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچہ کے ساتھ جا رہی تھی راستہ میں بھیڑیئے نے اس بچہ کو اُچک لیا یہ عورت اس بھیڑیئے کے پیچھے دوڑی اتنے میں ایک سائل راستہ میں ملا اس نے سوال کیا عورت کے پاس ایک روٹی تھی وہ سائل کو دیدی وہ بھیڑیا واپس آیا اور اسکے بچہ کو چھوڑ کر چلا گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کو حق تعالیٰ شانہ محبوب رکھتے ہیں اور تین آدمیوں سے ناراض ہیں۔ جن کو حق تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں

ان میں ایک تو وہ شخص ہے کہ ایک آدمی کسی مجمع سے سوال کرنے آیا جو محض اللہ تعالیٰ کے واسطے سے سوال کرتا تھا اسکی ان لوگوں سے کچھ قرابت بھی نہ تھی ایک شخص، اس مجمع سے اٹھا اور انکی غیبت میں چپکے سے سائل کو کچھ دیدیا جس کے عطیہ کی اللہ جل شانہٗ کے سوا کسی کو بھی خبر نہ ہوئی دوسرا وہ شخص محبوب ہے کہ ایک جماعت رات بھر سفر میں چلی اور جب نیند ان چلنے والوں پر غالب ہوگئی ہو اور وہ تھوڑی دیر آرام لینے کے لئے سواریوں سے اترے ہوں ان میں کوئی شخص اُس وقت بجائے لیٹنے کے نماز میں کھڑا ہو کر حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے عاجزی کرنے لگا ہو تیسرا وہ شخص ہے کہ ایک جماعت جہاد کر رہی ہو اور کفار سے مقابلہ میں شکست ہونے لگے اور لوگ پشت پھیرنے لگیں اسوقت یہ شخص ان میں سینہ تان کر مقابلہ میں ڈٹ جائے حتیٰ کہ شہید ہو جائے یا فتح ہو جائے اور تین شخص جن سے حق تعالیٰ شانہٗ ناراض ہیں۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے

جو بوڑھا ہو کر بھی زنا میں مبتلا ہو۔ دوسرے وہ شخص ہے جو فقیر ہو کر تکبر کرے۔ تیسرے وہ مالدار ہے جو ظالم ہو احادیث کے سلسلہ میں ۱۵ پر بھی یہ حدیث آرہی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو مرنے سے پہلے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر لو اور نیک عمل کرنے میں جلدی کیا کرو ایسا نہ ہو کسی دوسرے کام میں مشغولی ہو جائے اور وہ رہ جائے اور اللہ جل شانہ کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑلو کثرت سے اسکا ذکر کرکے اور مخفی اور علانیہ صدقہ کرکے کہ اس سے تمہیں رزق دیا جائیگا تمہاری مدد کی جائیگی اور تمہاری شکستگی کی اصلاح کی جائیگی ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا جب تک کہ حساب کا فیصلہ نہ ہو یعنی قیامت کے دن جب آفتاب نہایت قریب ہوگا ہر شخص پر اُس کے صدقات کی مقدار سے سایہ ہوگا جتنا زیادہ صدقہ دیا ہوگا اتنا ہی زیادہ سایہ ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ صدقہ قبروں کی گرمی کو دور کرتا ہے اور ہر شخص قیامت میں اپنے صدقہ سے سایہ حاصل کریگا اور یہ مضمون تو بہت سی روایات میں آیا ہے کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں پر انکے اعمال کی بدولت ہر طرف سے ہر قسم کی بلائیں مسلط ہو رہی ہیں صدقات کی بہت زیادہ کثرت کرنا چاہئے بالخصوص جبکہ دیکھتی آنکھوں عمر بھر کا اندوختہ کھڑے کھڑے چھوڑنا پڑجاتا ہے ایسی حالت میں بہت اہتمام سے بہت زیادہ مقدار میں صدقات کرتے رہنا چاہئے کہ اس میں وہ مال بھی ضائع ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے جو صدقہ کیا گیا اور اس کی برکت سے اپنے اوپر سے بلائیں بھی ہٹ جاتی ہیں مگر افسوس کہ ہم لوگ ان احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی صدقات کا اہتمام نہیں کرتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ برائی کے ستر دروازے بند کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ اللہ جل شانہ کے غصّے کو دور کرتا ہے اور بُری موت سے حفاظت کرتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے اور تکبر اور فخر کو ہٹاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ایک روٹی کے لقمہ سے یا ایک مٹھی کھجور یا اور کوئی ایسی ہی معمولی چیز جس سے مسکین کی ضرورت پوری ہوتی ہو تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں ایک

صاحب خانہ جس نے صدقہ کا حکم دیا۔ دوسرے گھر کی بیوی جس نے روٹی وغیرہ پکائی۔ تیسرے وہ خادم جس نے فقیر تک پہونچایا یہ حدیث بیان فرماکر ارشاد فرمایا ساری تعریفیں ہمارے اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے خادموں کو بھی ثواب میں فراموش نہیں کیا۔ ایک مرتبہ حضور نے دریافت فرمایا جانتے ہو کہ بڑا سخت طاقتور کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جو مقابلہ میں دوسرے کو پچھاڑ دے حضور نے فرمایا بڑا بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو یافتہ ہو پھر دریافت فرمایا جانتے ہو کہ بانجھ کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جس کے اولاد نہ ہو حضور نے فرمایا نہیں بلکہ وہ آدمی ہے جس نے کوئی اولاد آگے نہ بھیجی ہو پھر حضور نے فرمایا جانتے ہو فقیر کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جس کے پاس مال نہ ہو۔ حضور نے فرمایا فقیر اور پورا فقیر وہ ہے جس کے پاس مال ہو اور اس نے آگے کچھ نہ بھیجا ہو (کہ وہ اس دن خالی ہاتھ کھڑا رہ جائے گا جس دن اس کو سخت احتیاج ہوگی) حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے خرید لے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو میں تجھے اللہ جل شانہٗ کے کسی مطالبہ سے نہیں بچا سکتا اے عائشہ کوئی مانگنے والا تیرے پاس سے خالی نہ جائے چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (درمنثور)

امام غزالی نے لکھا ہے کہ پہلے لوگ اس کو برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن صدقہ کرنے سے خالی جائے چاہے ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو چاہے روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ قیامت میں ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔ (احیاء العلوم)

(۱۰) يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (بقرہ ع ۳۸) — حق تعالیٰ شانہٗ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔

ف - صدقات کا بڑھانا اس سے پہلے بہت سی روایات میں گذر چکا ہے کہ آخرت میں اس کا ثواب پہاڑ کے برابر ہوتا ہے یہ تو آخرت کے اعتبار سے تھا اور دنیا میں بھی اکثر بڑھتا ہے کہ جو شخص صدقہ اخلاص کے ساتھ کرتا رہتا ہے اس کی آمدنی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے جس کا دل چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے۔ البتہ اخلاص شرط ہے ریا اور فخر نہ ہو

اور سود آخرت میں تو مٹایا ہی جاتا ہے۔ دنیا میں بھی اکثر برباد ہو جاتا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ سود اگرچہ بڑھا ہوا ہو لیکن اس کا انجام کمی کی طرف ہوتا ہے اور معمر کہتے ہیں کہ چالیس سال میں سود میں کمی ہو جاتی ہے حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ سود دنیا میں بڑھتا ہے اور آخرت میں مٹا دیا جاتا ہے۔ حضرت ابو برزہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی ایک ٹکڑا دیتا ہے وہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں اس قدر بڑھتا ہے کہ احد پہاڑ کی برابر ہو جاتا ہے۔

(۱۱) لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون ؕ (آل عمران ع ۱۰)

اے مسلمانو تم (کامل) نیکی کو حاصل نہ کر سکوگے یہاں تک کہ اُس چیز کو خرچ نہ کرو جو تم کو خوب محبوب ہو۔

ف حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ انصار میں سب سے زیادہ درخت کھجوروں کے حضرت ابو طلحہؓ کے پاس تھے اور ان کا ایک باغ تھا جس کا نام بیرحاء تھا وہ ان کو بہت ہی زیادہ پسند تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے ہی تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے جو بہت ہی بہترین پانی تھا جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ حق تعالیٰ شانہ یوں ارشاد فرماتے ہیں لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون اور مجھے اپنی ساری چیزوں میں بیرحاء سب سے زیادہ محبوب ہے میں اسکو اللہ کیلئے صدقہ کرتا ہوں اور اس کے اجر و ثواب کی اللہ سے اُمید رکھتا ہوں آپ جہاں مناسب سمجھیں اسکو خرچ فرما دیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا واہ واہ بہت ہی نفع کا مال ہے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اسکو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو ابو طلحہؓ نے عرض کیا بہتر ہے۔ اور اس کو اپنے چچا زاد بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں میں بانٹ دیا۔

ایک اور حدیث میں ہے ابو طلحہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باغ جو اتنی بڑی مالیت کا ہے وہ صدقہ ہے اور میں اگر اسکی طاقت رکھتا کہ کسی اس کی خبر نہ ہو تو ایسا

کرتا مگر باغ ایسی چیز نہیں جو مخفی رہ سکے۔
حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب مجھے اس آیت شریفہ کا علم ہوا تو میں نے ان سب چیزوں میں غور کیا جو اللہ شانہٗ نے مجھے عطا فرمائی تھیں میں نے دیکھا کہ ان سب میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اپنی باندی مرجانہ ہے میں نے کہا کہ وہ اللہ کے واسطے آزاد ہے اسکے بعد اگر میں اس چیز سے جس کو اللہ کے واسطے دیدیا ہو دوبارہ نفع حاصل کرنا گوارا کرتا تو اس باندی سے آزاد کر دینے کے بعد نکاح کر لیتا کہ وہ جائز تھا اور اس سے صدقہ میں کچھ کمی نہ ہوتی تھی لیکن چونکہ اس میں صورت صدقہ میں رجوع کی سی تھی) یہ مجھے گوارا نہ ہوا اس لئے اس کا نکاح اپنے غلام حضرت نافع سے کر دیا۔
ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے تلاوت میں جب اس آیت شریفہ پر گذر ہوا تو نماز ہی میں اشارہ سے اپنی ایک باندی کو آزاد کر دیا۔ حق تعالیٰ شانہ اور اس کے پاک رسولؐ کے ارشادات کی وقعت اور ان پر عمل کرنے میں پیش قدمی تو کوئی ان حضرات صحابہ کرامؓ سے سیکھے واقعی یہی حضرات اسکے مستحق تھے کہ حضورؐ کے صحابی بنائے جاتے حضور کی خادمیت انھیں حضرات کے شایان شان تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہم اجمعین۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو لکھا کہ جلولاء کی باندیوں میں سے ایک باندی ان کے لئے خرید دیں۔ انھوں نے ایک بہترین باندی خرید کر بھیجی حضرت عمرؓ نے اس باندی کو اپنے پاس بلایا اور یہ آیت شریفہ پڑھی اور اس کو آزاد کر دیا۔ حضرت محمد بن منکدرؒ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہؓ کے پاس ایک گھوڑا تھا جو ان کو اپنی ساری چیزوں میں سب سے زیادہ محبوب تھا وہ اس کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے حضورؐ نے اس کو قبول فرما لیا اور لے کر ان کے صاحبزادہ حضرت اسامہ کو دے دیا حضرت زیدؓ کے چہرہ پر اس سے کچھ گرانی کے آثار ظاہر ہوئے (کہ گھر کے گھر ہی میں رہا باپ کے بجائے بیٹے کا ہو گیا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے تمھارا صدقہ قبول کر لیا۔ یعنی تمھارا صدقہ ادا ہو گیا۔ اب میں

چاہیے اسکو تمہارے بیٹے کو دوں یا کسی اور رشتہ دار کو یا اجنبی کو (اس لئے کہ تم تو بیٹے کو نہیں دے رہے جس سے خود غرضی کا شبہ ہو تم تو مجھے دے چکے اب مجھے اختیار ہے کہ میں جس کو دل چاہے دیدوں) قبیلہ بنی سلیم کے ایک شخص کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ ربذہ نام ایک گاؤں میں رہتے تھے وہاں ان کے پاس اونٹ تھے اور ان کا چرانے والا ایک ضعیف آدمی تھا۔ میں بھی وہاں ان کے قریب ہی رہتا تھا میں نے ان سے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں آپ کے چرواہے کی مدد کروں گا اور آپ کے فیوض حاصل کروں گا شاید اللہ جل شانہ آپ کی برکات سے مجھے بھی نفع عطا فرمادیں۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا میرا ساتھی وہ ہے (یعنی ایسے شخص کو میں اپنا ساتھی بنا سکتا ہوں) جو میرا کہنا مانے اگر تم اس کے لئے تیار ہو تو مضائقہ نہیں ورنہ میرے ساتھ رہنے کا ارادہ نہ کرو۔ میں نے پوچھا کہ آپ کس چیز میں میری اطاعت چاہتے ہیں؟ فرمایا کہ جب میں کوئی چیز کسی کو دینے کے لئے مانگوں تو سب سے بہتر چھانٹ کر دو میں نے قبول کرلیا۔ اور ایک زمانے تک ان کی خدمت میں رہا۔ ان کو معلوم ہوا کہ اُس گھاٹ پر جو لوگ آباد ہیں اُن کو تنگی ہے مجھ سے فرمایا کہ ایک اونٹ میرے اونٹوں میں سے لاؤ میں نے حسب وعدہ تلاش کیا تو ان سب میں بہترین ایک اونٹ نر تھا جو بہت سدھا ہوا تھا اُس جیسا کوئی جانور ان میں نہیں تھا میں نے اُس کے لے جانیکا ارادہ کیا لیکن مجھے خیال ہوا کہ اس کی خود یہاں بھی (جفتی وغیرہ کے لئے) ضرورت رہتی ہے اس کو چھوڑ کر باقی اونٹوں میں جو سب سے افضل اور بہتر جانور تھا وہ ایک اونٹنی تھی میں اس کو لے گیا اتفاق سے حضرت کی نظر اُس اُونٹ پر پڑ گئی جس کو میں مصلحت کی وجہ سے چھوڑ کر گیا تھا مجھ سے فرمانے لگے تم نے مجھ سے خیانت کی میں سمجھ گیا اور اُس اونٹنی کو واپس لا کر وہ اونٹ لے گیا حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دو آدمی ایسے چاہئیں جو ایک ثواب کا کام کریں دو شخصوں نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ ہم حاضر ہیں فرمایا کہ اگر تمھیں کوئی عذر نہ ہو تو اس اونٹ کو ذبح کر کے اُس کے گوشت کے اتنے ٹکڑے کیے جائیں جتنے گھر اس گھاٹ پر آباد ہیں اور سب گھروں میں ایک

ایک ٹکڑا اس کے گوشت کا پہونچا دیا جائے اور میرا گھر بھی ان میں شمار کر لیا جائے اور اس میں بھی اتنا ہی جاوے جتنا جتنا اور گھروں میں جائے زیادہ نہ جائے ان دونوں نے قبول کر لیا اور تعمیل ارشاد کر دی جب اس سے فارغ ہو گئے تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تم میرے اس وعدہ کو جو شروع میں ہوا تھا بھول گئے تھے تب تو میں معذور سمجھتا ہوں یا تم نے باوجود یاد ہونے کے پس پشت ڈالدیا تھا میں نے عرض کیا کہ میں بھولا تو نہیں تھا مجھے وہ یاد تھا لیکن جب میں نے تلاش کیا اور یہ اونٹ سب سے افضل ملا تو مجھے آپ کی ضرورت کا خیال پیدا ہوا کہ آپ کو خود اس کی ضرورت ہے فرمانے لگے کہ محض میری ضرورت کی وجہ سے چھوڑا تھا میں نے عرض کیا کہ محض اسی وجہ سے چھوڑا تھا فرمانے لگے میں اپنی ضرورت کا وقت بتاؤں میری ضرورت کا وقت وہ ہے جب میں قبر کے گڑھے میں ڈالدیا جاؤں گا وہ دن میری محتاجی کا دن ہوگا۔ تیرے ہر مال میں تین شریک ہیں ایک تو مقدر شریک ہے معلوم نہیں کہ تقدیر اچھے مال کو لیجائے یا بُرے کو وہ کسی چیز کا انتظار نہیں کرتی (یعنی جس مال کو میں عمدہ اور بہتر اور اپنے دوسرے وقت کار آمد سمجھ کر چھوڑ دوں۔ معلوم نہیں کہ وہ دوسرے وقت میرے کام آسکے گا یا نہیں تو پھر اسی وقت کیوں نہ اس کو آخرت کا ذخیرہ بنا کر اللہ کے بنک میں جمع کر دوں دوسرا شریک وارث ہے جو ہر وقت اس انتظار میں رہتا ہے کہ کب تو گڑھے میں جاوے تاکہ وہ سارا مال وصول کرے۔ تیسرا تو خود اس مال کا شریک ہے (کہ اپنے کام میں لاسکتا ہے) بس اس کی کوشش کر کہ تو تینوں شریکوں میں کم حصہ پانے والا نہ ہو۔ (ایسا نہ ہو کہ مقدر اس کو لے اُڑے کہ وہ ضائع ہو جائے یا وارث لے اُڑے اس سے بہتر یہی ہے کہ تو اس کو جلدی سے حق تعالیٰ شانہٗ کے خزانے میں جمع کر دے) اس کے علاوہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون ۵ اور یہ اونٹ جب مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو کیوں نہ اس کو اپنے لئے مخصوص کر کے محفوظ کر لوں اور آگے بھیجدوں ایک اور حدیث میں آیا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک جانور کا گوشت حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا حضور نے خود اس کو پسند نہیں کیا مگر دوسروں کو کھلانے سے منع بھی نہیں کیا میں نے عرض کیا کہ اس کو فقیروں کو دیدوں حضور

نے فرمایا ایسی چیزیں ان کو مت دو جس کو خود کھانا پسند نہیں کرتی ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ شکر خرید کر غرباء پر تقسیم کر دیتے حضرت کے خادم نے عرض کیا کہ اگر شکر کے بجائے کھانا دیا جایا کرے تو غرباء کو اس سے زیادہ نفع ہو فرمایا صحیح ہے میرا بھی یہی خیال ہے لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ؕ اور مجھے شکر (میٹھا) زیادہ مرغوب ہے۔ (در منثور) یہ حضرات کسی چیز کا افضل سمجھتے ہوئے بھی حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے پاک رسول کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنے کی اکثر کوشش کیا کرتے تھے اس کی بہت سی مثالیں احادیث میں موجود ہیں یہ محبت کی انتہا ہے کہ محبوب کی زبان سے نکلی ہوئی بات پر عمل کرنا ہے چاہے افضل دوسری چیز ہو۔

(۱۲) وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضها السموات والارض اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ج (سورۂ آل عمران ع ۱۴)

اور دوڑو اس بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور دوڑو اس جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ سارے آسمان اور زمین ہیں جو تیار کی گئی ہے ایسے متقی لوگوں کے لئے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں فراخی میں بھی اور تنگی میں بھی اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ جل شانہٗ محبوب رکھتے ہیں احسان کرنیوالوں کو۔

ف۔ علماء نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے بنی اسرائیل کی اس بات پر رشک کیا تھا کہ جب کوئی شخص ان میں سے گناہ کرتا تو اس کے دروازہ پر وہ لکھا ہوا ہوتا اور اس کا کفارہ بھی کہ فلاں کام اس گناہ کے کفارہ میں کیا جائے مثلاً ناک کاٹ دی جائے کان کاٹ دیا جائے وغیرہ وغیرہ ان حضرات کو اس پر رشک تھا کہ کفارہ ادا کرنے سے اس گناہ کے زائل ہو جانے کا یقین تھا اور گناہ کی اہمیت ان حضرات کی نگاہ میں اتنی سخت تھی کہ اس قسم کی سزاؤں کو بھی اس کے مقابلہ میں ہلکا اور قابل رشک سمجھتے تھے۔ ان حضرات کے جو واقعات

حدیث کی کتابوں میں آتے ہیں وہ واقعی ایسے ہی ہیں کہ بشریت سے کسی گناہ کے سرزد ہوجانے کے بعد اس کی ہیبت اور راہیت ان پر بہت زیادہ مسلط ہوجاتی۔ مرد تو مرد تھے ہی عورتوں میں بھی یہی جذبہ تھا ایک عورت سے زنا صادر ہوگیا خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں خود اعتراف جرم کیا اور گناہ سے پاک ہونے کے شوق میں اپنے آپ کو سنگسار ہونے کے لئے پیش کیا اور سنگسار ہوگئیں۔ کیوں اس لئے کہ گناہ کی ہیبت ان کے دل میں اس مرنے سے بہت زیادہ تھی۔ نماز پڑھتے ہوئے حضرت ابوطلحہؓ کے دل میں اپنے باغ کا خیال گذر گیا اس کو اللہ کے راستے میں صدقہ کر کے چین پڑی محض اس غیرت میں کہ نماز میں دنیا کی چیز کا خیال آگیا ایسی چیز جو نماز میں اپنی طرف متوجہ کرلے اپنے پاس نہیں رکھنی ایک اور انصاری کے ساتھ بھی اسی قسم کا قصہ گذرا کہ کھجوریں شباب پر آرہی تھیں نماز میں ان کا خیال آگیا۔ (کہ کیسی پک رہی ہیں) حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ تھا ان کی خدمت میں حاضر ہوکر باغ کا قصہ ذکر کر کے ان کے حوالہ کردیا جس کو انھوں نے پچاس ہزار میں فروخت کر کے اسکی قیمت دینی کاموں میں خرچ کردی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک مشتبہ لقمہ اکیر تہ غلطی سے کھالیا بار بار پانی پی پی کرتے کی کہ وہ ناجائز لقمہ بدن کا جزء نہ بن جائے بہت سے واقعات ان حضرات کے اپنے رسالہ حکایات صحابہ میں لکھ چکا ہوں ایسی حالت میں ان حضرات کو اگر اس پر رشک ہوکہ بنواسرائیل کے گناہوں کا کفارہ ان کو معلوم ہوجاتا تھا اور اس سے گناہ زائل ہوجاتا تھا بے محل نہیں ہم نااہلوں کا ذہن بھی یہاں تک نہیں پہونچتا کہ گناہ اس قدر سخت چیز ہے غرض ان حضرات کے اس رشک پر اللہ جل شانہٗ نے اپنے لطف وکرم اور اپنے محبوب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فضل وانعام کی وجہ سے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی کہ ایسے نیک کاموں کی طرف دوڑو جن سے اللہ جل شانہٗ کی مغفرت میسر ہوجائے حضرت سعید بن جبیر اس آیت شریفہ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ نیک اعمال کے ذریعہ سے [illegible] کی طرف سبقت کرو اور ایسی جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت [illegible] ہے کہ ساتوں آسمان برابر برابر ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں جیسا کہ ایک کپڑا دوسرے کے برابر جوڑ دیا جاتا ہے اور اسی طرح ساتوں زمینیں

ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جائیں تو جنت کی وسعت ان کے برابر ہوگی حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کی برابر جوڑ دی جائیں تو جنت کی چوڑائی ان کے برابر ہوگی حضرت ابن عباس رضؓ کے غلام حضرت کریب فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباسؓ نے تورات کے ایک عالم کے پاس بھیجا اور ان کی کتابوں سے جنت کی وسعت کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السّلام کے صحیفے نکالے اور ان کو دیکھ کر بتایا کہ جنت کی چوڑائی اتنی ہے۔ کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جائیں تو اُس کے برابر ہوں یہ تو چوڑائی ہے اور اس کی لمبائی کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں حضورؐ نے فرمایا کہ لوگو ایسی جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی سارے آسمان اور زمین ہیں حضرت عمیر بن حمام انصاریؓ نے (تعجب سے) عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ ایسی جنت جس کی چوڑائی اتنی زیادہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا بیشک حضرت عمیرؓ نے عرض کیا واہ واہ یا رسول اللہؐ خدا کی قسم میں اس میں داخل ہونے والوں میں ضرور ہوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں ہاں تم اوس میں جانے والوں میں ہو اس کے بعد حضرت عمیرؓ نے چند کھجوریں اونٹ کے ہودج میں سے نکال کر کھانا شروع کیں۔ (کہ لڑنے کی طاقت پیدا ہو) پھر کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے کھا چکنے کا انتظار تو بڑی لمبی زندگی ہے یہ کہہ کر انکو پھینک کر لڑائی کی جگہ چلے گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ (درمنثور)

اس آیت شریفہ میں مومنین کی ایک خاص مدح اور تعریف یہ بھی ذکر کی گئی کہ غصہ کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے یہ بڑی اونچی اور خاص صفت ہے علما نے لکھا ہے کہ جب تیرے بھائی سے لغزش ہو جائے تو تو اس کے لئے ستّر عذر پیدا کر اور پھر اپنے دل کو سمجھا کہ اُس کے پاس اتنے عذر ہیں اور جب تیرا دل ان کو نہ کرے تو بجائے اُس شخص کے اپنے دل کو ملامت کر کہ تجھ میں کس قدر فساد ہے کہ تیرا بھائی ستّر عذر کر رہا ہے اور تو ان کو قبول نہیں کرتا اور اگر تیرا بھائی کوئی عذر کرے تو اس کو قبول کر اس لئے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس

کوئی عذر کرے اور وہ قبول نہ کرے تو اس پر اتنا گناہ ہوتا ہے جتنا چنگی کے محرر کو، حضور نے مومن کی یہ صفت بتائی ہے کہ جلدی غصہ آجائے اور جلد ہی زائل ہو جائے۔ یہ نہیں فرمایا کہ غصہ نہ آتا ہو بلکہ یہ فرمایا کہ جلدی زائل ہو جاتا ہو، امام شافعی رح کا ارشاد ہے کہ جس کو غصہ کی بات پر غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے اور جو راضی کرنے پر راضی نہ ہو وہ شیطان ہے اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے غصہ کو پینے والے فرمایا۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان کو غصہ نہ آتا ہو (احیاء) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں غصہ کو پی لے کہ اُسکو پورا کرنے پر قادر ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ اُسکو امن اور ایمان سے بھر پور کرتے ہیں (درمنثور) یعنی مجبوری کا نام صبر تو ہر جگہ ہوتا ہے کمال یہ ہے کہ قدرت کے باوجود صبر کرے ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی غصہ کا گھونٹ پی ڈالے اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی گھونٹ اللہ کے نزدیک نہیں ہے جو اس گھونٹ کو پی لے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے باطن کو ایمان سے بھر دیتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص قدرت کے باوجود غصہ پی جائے اللہ تعالیٰ قیامت میں ساری مخلوق کے سامنے اُس کو بلا کر فرمائیں گے کہ جس حور کو دل چاہے انتخاب کرلے حضور کا ارشاد ہے کہ بہادر وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے۔ بہادر وہ ہے جو غصہ میں اپنے اوپر قابو پالے حضرت علی بن امام حسینؓ کی ایک باندی ان کو وضو کرا رہی تھی کہ لوٹا ہاتھ سے گرا جس سے ان کا منہ زخمی ہو گیا انھوں نے تیز نگاہ سے باندی کو دیکھا وہ کہنے لگی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والکاظمین الغیظ حضرت علی نے فرمایا میں نے اپنا غصہ پی لیا اُس نے پھر پڑھا۔ والعافین عن الناس۔ آپ نے فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ معاف کرے اُس نے پڑھا واللہ یحب المحسنین آپ نے فرمایا تو آزاد ہے (درمنثور) ایک مرتبہ ایک مہمان کے لئے ان کا غلام گرم گرم گوشت کا پیالہ بھرا ہوا لا رہا تھا وہ ان کے چھوٹے بچے کے سر پر گر گیا۔ وہ مر گیا آپ نے غلام سے فرمایا کہ تو آزاد ہے اور خود بچے کی تجہیز تکفین میں لگ گئے۔ (روض)

(۳) انما المومنون الذین — بس ایمان والے تو وہ لوگ ہوتے ہیں کہ

اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم اٰیتہ زادتھم ایمانا وعلٰی ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلٰوۃ ومما رزقنٰھم ینفقون اولٰئک ھم المومنون حقا لھم درجٰت عند ربھم و مغفرۃ ورزق کریم۔

(انفال ع ۱)

کہ جب ان کے سامنے اللہ جل شانہٗ کا ذکر آجائے تو (اس کی عظمت کے خیال سے) ان کے دل ڈر جائیں اور جب اللہ جل شانہٗ کی آیتیں ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کے واسطے) خرچ کرتے ہیں بس یہی ہیں سچے ایمان والے ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور ان کے لئے مغفرت ہے اور انکے لئے عزت کی روزی ہے۔

ف۔ حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ دل کا ڈر جانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ کھجور کے خشک پتوں میں آگ لگ جانا اس کے بعد اپنے شاگرد شہر بن حوشب کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے شہر تم بدن کی کپکپی نہیں جانتے انھوں نے عرض کیا جانتا ہوں فرمایا اُس وقت دعا کیا کرو اُس وقت کی دعا قبول ہوتی ہے حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی اور کونسی نہیں ہوئی لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کس طرح معلوم ہو جاتا ہے فرمایا کہ جس وقت میرے بدن پر کپکپی آجائے اور دل خوف زدہ ہو جائے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں اس وقت کی دعا مقبول ہوتی ہے حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجائے گا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی پر ظلم کا ارادہ کرے یا کسی اور گناہ کا قصد کرے اور اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے حارث بن

مالک انصاریؓ ایک صحابی ہیں ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے حضورؐ نے دریافت فرمایا حارث کیا حال ہے عرض کیا یا رسول اللہ میں بیشک سچا مومن بن گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سوچ کر کہو کیا کہتے ہو ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے (یعنی تم نے کس بات کی وجہ سے یہ طے کر لیا کہ میں سچا مومن بن گیا) عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے پھیر لیا رات کو جاگتا ہوں دن کو پیاسا رہتا ہوں (یعنی روزہ رکھتا ہوں) اور جنت والوں کی آپس کی ملاقاتوں کا منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے اور جہنم والوں کے شور و شغب اور واویلا کا نظارہ بھی آنکھوں کے سامنے ہے (یعنی دوزخ جنت کا تصور ہر وقت رہتا ہے) حضورؐ نے فرمایا حارث بیشک تم نے دنیا سے اپنے نفس کو پھیر لیا اس کو مضبوط پکڑے رہو تین مرتبہ حضورؐ نے یہی فرمایا (درمنثور) اور ظاہر بات ہے کہ جس شخص کے سامنے ہر وقت دوزخ اور جنت کا منظر رہے گا وہ دنیا میں کہاں پھنس سکتا ہے۔

(۱۴) وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۝ (انفال ع ۸)

اور جو کچھ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔

ف۔ جن آیات اور احادیث میں ثواب بڑھا کر ملنے کا بیان ہے وہ اس کے منافی نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اعمال میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی باقی ثواب کی مقدار کیا ہوگی وہ موقع کی ضرورت خرچ کرنے والے کی نیت اور حالات کے اعتبار سے کتنی بھی بڑھ جائے یہ تو آخرت کے اعتبار سے ہے اور بسا اوقات دنیا میں بھی اُسکا پورا بدل ملتا ہے جیسا کہ دوسری آیات اور احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ آیات کے ذیل میں نمبر ۲ پر اور احادیث کے ذیل میں ۵ پر آرہا ہے اور اس لحاظ سے اگر اس آیت شریفہ میں اس طرف اشارہ ہو تو بعید نہیں۔

(۱۵) قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ

جو میرے خاص ایمان والے بندے

آمنوا یقیموا الصلوٰۃ وینفقوا مما رزقنٰھم سرًا وعلانیۃً من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلٰل ۝ (ابراہیم ع ۵)

ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کو قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے رہیں پوشیدہ طور سے بھی اور علانیہ بھی ایسے دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی ہوگی۔

ف ۔ پوشیدہ طور سے بھی اور علانیہ بھی یعنی جس وقت جس قسم کا صدقہ مناسب ہو کہ حالات کے اعتبار سے دونوں قسموں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ مطلب یہ ہو کہ فرض صدقات بھی جن کا علانیہ ادا کرنا اولیٰ ہے اور نوافل بھی جن کا اخفا اولیٰ ہے جیسا کہ آیت شریفہ ۹ کے ذیل میں گذرا اور اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے جیسا کہ آیت شریفہ ۱ میں گذرا اور نماز کو قائم رکھنا سب سے پہلی آیت شریفہ میں گذر چکا ہے حضرت جابر رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اس میں فرمایا لوگو مرنے سے پہلے پہلے توبہ کر لو (ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور توبہ رہ جائے) اور مشاغل کی کثرت سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لو۔ (ایسا نہ ہو کہ پھر مشغلوں کی کثرت سے وقت نہ ملے) اور اپنا اور اپنے رب کا تعلق مضبوط کر لو اس کی یاد کی کثرت کے ساتھ اور مخفی اور علانیہ صدقہ کی کثرت کے ذریعے سے کہ اس کی وجہ سے تمھیں رزق بھی دیا جائے گا تمھاری مدد بھی ہوگی تمھاری شکستہ حالی بھی دور ہوگی۔ (ترغیب)

(۱۶) وبشر المخبتین الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصٰبرین علی ما اصابھم والمقیمی الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ۝ (حج ع ۵)

آپ خوش خبری دیجئے ان عاجزی کرنے والے مسلمانوں کو جو ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو مصیبتیں ان پر پڑتی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھنے والے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔

ف۔ مخبتین جس کا ترجمہ عاجزی کرنے والوں کا لکھا گیا ہے اس کے ترجمہ میں علماء کے کئی قول ہیں۔ اس کا اصل ترجمہ پستی کی طرف جانے والوں کا ہے بعض علما نے اس کا ترجمہ احکام الٰہیہ کے سامنے گردن جھکا دینے والوں کا کیا ہے کہ وہ بھی گردن کو نیچے کی طرف لے جاتے ہیں۔ بعض نے تواضع کرنے والوں کا کیا ہے کہ وہ تو گردن جھکانے والے ہر وقت ہی ہیں حضرت مجاہدؒ نے اس کا ترجمہ مطمئن لوگوں سے کیا ہے عمرو بن اوسؒ فرماتے ہیں کہ مخبتین وہ لوگ ہیں جو کسی پر ظلم نہ کریں اور اگر ان پر ظلم کیا جائے تو وہ بدلہ نہ لیں ضحاکؒ کہتے ہیں کہ مخبتین متواضع لوگ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے نقل کیا گیا کہ وہ جب حضرت ربیع بن خثیمؒ کو دیکھتے تو فرماتے کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے مخبتین یاد آجاتے ہیں۔

(۱۷) والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبھم وجلۃ انھم الی ربھم راجعون اولٰئک یسارعون فی الخیرات وھم لھا سٰبقون ؕ (مومنون ع ۴)

اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اس پر بھی ان کے دل اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جو نیکیوں میں دوڑنے والے ہیں۔ اور یہی ہیں وہ لوگ جو نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

ف۔ یعنی باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ دیکھئے اللہ جل شانہ کے یہاں ان نیکیوں کا کیا حشر ہو قبول ہوتی ہیں یا نہیں یہ حق تعالیٰ شانہ کی غایت عظمت اور علو مرتبہ کی وجہ سے ہے جو شخص جتنا اونچے مرتبہ کا ہوتا ہے اتنا ہی اس کا خوف غالب ہوتا ہے بالخصوص اس شخص کے لئے جس کے دل میں واقعی عظمت ہو۔ نیز وہ اس سے بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ اس کے خرچ کرنے میں نیت بھی ہماری خالص ہے یا نہیں بسا اوقات نفس اور شیطان کے مکر کی وجہ سے آدمی کسی چیز کو نیکی سمجھتا رہتا ہے اور وہ نیکی نہیں ہوتی جیسا کہ سورہ کہف کے آخر رکوع میں ارشاد ہے۔ قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یح

صنعاہ آپ کہدیجئے کہ ہم تم کو ایسے آدمی بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے والے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیا ہی میں گئی گذری ہو گئیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مومن نیکیاں کر کے ڈرتا ہے اور منافق برائیاں کر کے بےخوف ہوتا ہے۔ فضائل حج میں متعدد واقعات اس قسم کے ذکر ہو چکے ہیں کہ جن کے دلوں میں حق تعالیٰ شانہ کی عظمت اور جلال کامل درجہ کا ہوتا ہے وہ زبان سے لبیک کہتے ہوئے اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ مردود نہ ہو جائے۔ حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں یا رسول اللہ والذین یؤتون الآیۃ یہ آیت شریفہ ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ ایک آدمی چوری کرتا ہے زنا کرتا ہے شراب پیتا ہے اور دوسرے گناہ کرتا ہے اور اس بات سے ڈرتا ہے کہ اس کو اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے (یعنی اسکو اپنے گناہوں کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ کی حضور میں پیش ہونیکا ڈر ہوتا ہے کہ وہاں جا کر کیا منہ دکھائے گا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ایک آدمی روزہ رکھتا ہے۔ صدقہ دیتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے اور وہ اس کے باوجود اس سے ڈرتا ہے کہ وہ قبول نہ ہو۔ دوسری حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ وہ لوگ ہیں جو خطائیں کرتے ہیں گناہ کرتے ہیں اور وہ ڈرتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں صدقے دیتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ وہ لوگ اعمال کرتے ہیں ڈرتے ہوئے سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ وہ صدقات دیتے ہیں اور قیامت میں اللہ جل شانہ کے سامنے کھڑے ہونے سے اور حساب کی سختی سے ڈرتے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نیک عمل کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان اعمال کی وجہ سے بھی عذاب سے نجات نہ ملے (درمنثور) حضرت زین العابدین علی بن حسینؓ جب وضو کرتے تو چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر کپکپی آجاتی کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا جانتے بھی ہو کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں (روض) فضائل نماز میں متعدد واقعات اس قسم کے ذکر کئے گئے اور حکایات صحابہ، باب مستقل اللہ تعالیٰ شانہ سے ڈرنے والوں کے

بیان میں ہے۔

(۱۸) ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربیٰ والمسٰکین والمھٰجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم ۝

اور جو لوگ تم میں (دین کے اعتبار سے) بزرگی والے (اور دنیا کے اعتبار سے) وسعت والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیںگے اور ان کو یہ چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگذر کردیا کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصوروں کو معاف کردے (پس تم بھی اپنے قصورواروں کو معاف کردو) بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

ف۔ سنہ ۵ھ میں غزوہ بنی المصطلق کے نام سے ایک جہاد ہوا ہے جس میں حضرت عائشہؓ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا اس پر ہودج تھا۔ یہ اپنے ہودج میں رہتی تھیں جب چلنے کا وقت ہوتا چند آدمی، ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے بہت ہلکا پھلکا بدن تھا اٹھانے والوں کو اس کا احساس بھی نہ ہوتا تھا کہ اس میں کوئی ہے یا نہیں اس لئے کہ جب چار آدمی مل کر ہودج کو اٹھائیں اس میں ایک کم سن ہلکی پھلکی عورت کے وزن کا کیا پتہ چل سکتا ہے۔ حسب معمول ایک منزل پر قافلہ اترا ہوا تھا جب روانگی کا وقت ہوا تو لوگوں نے ان کے ہودج کو باندھ دیا یہ اس وقت استنجے کے لئے تشریف لے گئیں تھیں واپس آئیں تو دیکھا کہ ہار نہیں ہے جو پہن رہی تھیں۔ یہ اس کو تلاش کرنے چلی گئیں پیچھے یہاں قافلہ روانہ ہو گیا یہ تنہا اس جنگل بیابان میں کھڑی رہ گئیں۔ انھوں نے خیال فرمایا کہ جب راستہ میں حضورؐ کو میرے نہ ہونے کا علم ہوگا تو آدمی تلاش کرنے اسی جگہ آئیگا وہیں بیٹھ گئیں اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو سو گئیں۔ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے طمانیت قلب تو حق تعالیٰ شانہ نے ان

سب حضرات کو کمال درجہ کی عطا فرما رکھی تھی آج کل کی کوئی عورت ہوتی تو تنہا جنگل بیابان میں رات کو نیند آنے کا تو ذکر ہی کیا خوف کی وجہ سے رو کر چلا کر صبح کر دیتی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ ایک بزرگ صحابی تھے جو قافلہ کے پیچھے اس لئے رہا کرتے کہ راستہ میں گری پڑی چیز کی خبر رکھا کریں وہ صبح کے وقت جب اس جگہ پہونچے تو ایک آدمی کو پڑے دیکھا اور چونکہ پردہ کے نازل ہونے سے پہلے حضرت عائشہ رضہ کو دیکھا تھا اس لئے یہاں ان کو پڑا دیکھ کر پہچان لیا اور زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ان کی آواز سے ان کی آنکھ کھلی اور منہ ڈھانک لیا انھوں نے اپنا اونٹ بٹھایا یہ اس پر سوار ہو گئیں اور وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر لے گئے اور قافلہ میں پہونچا دیا۔ عبد اللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا اس کو تہمت لگانے کا موقع مل گیا اور خوب اس کی شہرت کی اس کے ساتھ بعض بھولے مسلمان بھی اس تذکرہ میں شامل ہو گئے اور اللہ کی قدرت اور شان کہ ایک ماہ تک یہ ذکر تذکرے ہوتے رہے لوگوں میں کثرت سے اس واقعہ کا چرچا ہوتا رہا اور کوئی وحی وغیرہ حضرت عائشہ رضہ کی براءۃ کی نازل نہ ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اس حادثہ کا سخت صدمہ تھا اور جتنا بھی صدمہ ہونا چاہیئے تھا وہ ظاہر ہے حضور مردوں سے اور عورتوں سے اس بارہ میں مشورہ فرماتے تھے احوال کی تحقیق فرماتے تھے مگر یکسوئی کی کوئی صورت نہ ہوئی ایکماہ کے بعد سورہ نور کا مستقل ایک رکوع قرآن پاک میں حضرت عائشہ رضہ کی براءۃ میں نازل ہوا اور اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ان لوگوں پر سخت عتاب ہوا جنھوں نے بے دلیل بے ثبوت اس تہمت کو شائع کیا تھا اس واقعہ کو شہرت دینے والوں میں حضرت مسطحؓ ایک صحابی بھی تھے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے رشتہ دار تھے اور حضرت ابوبکر رضہ ان کی خبر گیری اور اعانت فرمایا کرتے تھے اس تہمت کے قصہ میں ان کی شرکت سے حضرت ابوبکرؓ کو رنج ہوا اور ہونا بھی چاہیئے تھا کہ انھوں نے اپنے ہو کر بے تحقیق بات کو پھیلایا اس رنج میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قسم کھالی کہ مسطح کی اعانت نہ کریں گے۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی جو اوپر

لکھی گئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ نے بھی ایسے لوگوں کی اعانت سے ہاتھ کھینچ لیا تھا جنھوں نے اس تہمت کے واقعہ میں زیادہ حصّہ لیا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مسطح نے اس میں بہت زیادہ حصّہ لیا اور وہ حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ دار تھے۔ انھیں کی پرورش میں رہتے تھے جب براءۃ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھالی کہ ان پر خرچ نہ کرینگے اس پر یہ آیت ولایاتل نازل ہوئی اور آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے انکو اپنی پرورش میں پھر لے لیا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس آیت شریفہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے جتنا پہلے سے خرچ کرتے تھے اس کا دوچند کر دیا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ دو یتیم تھے جو حضرت ابوبکرؓ کی پرورش میں تھے جن میں سے ایک مسطح تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دونوں کا نفقہ بند کرنے کی قسم کھالی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ میں کئی آدمی ایسے تھے جنھوں نے حضرت عائشہؓ کے اوپر بہتان میں حصّہ لیا جس کی وجہ سے بہت سے صحابہ کرام جن میں حضرت ابوبکر بھی ہیں ایسے تھے جنھوں نے قسم کھالی تھی کہ جن لوگوں نے اس بہتان کی اشاعت میں حصہ لیا ان پر خرچ نہ کریں گے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ بزرگی والے اور وسعت والے حضرات اس کی قسم نہ کھائیں کہ وہ صلہ رحمی نہ کریں گے۔ اور جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے اُسی طرح خرچ نہ کریں گے (درمنثور) کسی قدر مجاہدہ عظیم ہے کہ ایک شخص کسی کی بیٹی کی آبرو ریزی میں جھوٹی باتیں کہتا پھرے اور پھر وہ اس کی اعانت اُسی طرح کرے جس طرح پہلے سے کرتا تھا بلکہ اُس سے بھی دوچند کر دے۔

(۹) تتجافی جنوبھم عن المضاجع	رات کو ان کے پہلو بستروں سے علیٰحدہ
ید عون ربھم خوفا وطمعًا	رہتے ہیں اس طرح کہ وہ لوگ اپنے رب کو
ومما رزقنٰھم ینفقون ہ فلا	(عذاب کے) خوف سے اور (ثواب
تعلم نفس ما اخفی لھم	کی) اُمید میں پکارتے رہتے ہیں اور ہماری
من قرۃ اعین جزاءً بما	دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے رہتے

كَانُوا يَعْمَلُوْنَ ○ ہیں۔ بس کوئی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں
(سجدہ ع ۲) کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ
غیب میں موجود ہے۔ یہ بدلہ ہے ان کے
نیک اعمال کا۔

ف۔ رات کو ان کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں کے متعلق علمائے تفسیر کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مغرب عشا کا درمیان مراد ہے بہت سے آثار سے اسکی تائید ہوتی ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہم انصار کی جماعت مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس نہ ہوتے تھے اس وقت تک کہ حضورؐ کے ساتھ عشا کی نماز نہ پڑھ لیں۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ایک اور روایت میں حضرت انسؓ ہی سے نقل کیا گیا کہ مہاجرین صحابہؓ کی ایک جماعت کا معمول یہ تھا کہ وہ مغرب کے بعد سے عشا تک نوافل پڑھا کرتے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مغرب کے بعد بیٹھے رہتے اور صحابہ کی ایک جماعت مغرب سے عشا تک نماز پڑھتی تھی اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی عبداللہ بن عیسیٰؓ سے بھی نقل کیا گیا کہ انصار کی ایک جماعت مغرب سے عشا تک نوافل پڑھتی تھی اسپر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے تہجد کی نماز مراد ہے حضرت معاذؓ حضورِ اقدسؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس سے رات کا قیام مراد ہے ایک حدیث میں مجاہدؒ سے نقل کیا گیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے قیام کا ذکر فرمایا اور حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں تورات میں لکھا ہے کہ جن لوگوں کے پہلو رات کو بستروں سے دور رہتے ہیں ان کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا وسوسہ بھی پیدا ہوا نہ اُن کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی رسول اور اُس کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت شریفہ میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے

دیکھا نہ کان نے سُنا نہ کسی کے دل پر ان کا وسوسہ گذرا۔ روض الریاحین وغیرہ میں
سینکڑوں واقعات ایسے لوگوں کے مذکور ہیں جو ساری رات مولا کی یاد میں رو رو کر گذار
دیتے تھے حضرت امام ابوحنیفہ رض کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا
ایسی معروف چیز ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں اور ماہ مبارک میں دو قرآن شریف
روزانہ ایک دن کا ایک رات کا ختم کرنا بھی معروف ہے۔ حضرت عثمان رض کا ساری
رات جاگنا اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لینا بھی مشہور واقعہ ہے حضرت
عمر رض بااوقات عشا کی نماز پڑھ کر گھر میں تشریف لے جاتے اور گھر جا کر نماز شروع کر دیتے
اور نماز پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتے حضرت تمیم داری مشہور صحابی ہیں ایک رکعت میں تمام قرآن
شریف پڑھنا اور کبھی ایک ہی آیت کو صبح تک بار بار پڑھتے رہنا ان کا معمول تھا حضرت
شداد بن اوس رض سونے کے لئے لیٹتے اور ادہر ادہر کروٹیں بدل کر یہ کہہ کر کھڑے ہو جاتے
کہ یا اللہ جہنم کے خوف نے میری نیند اڑا دی اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔ حضرت عمیر
ایک ہزار رکعت نفل اور ایک لاکھ مرتبہ تسبیح روزانہ پڑھتے۔ حضرت اویس قرنی
مشہور تابعی ہیں حضور نے بھی ان کی تعریف فرمائی اور ان سے دُعا کرانے کی
لوگوں کو ترغیب دی کسی رات کو فرماتے کہ آج کی رات رکوع کرنے کی ہے اور ساری
رات رکوع میں گذار دیتے کسی رات فرماتے کہ آج کی رات سجدہ کی ہے اور ساری رات
سجدہ میں گذار دیتے (اقامۃ الحجۃ) غرض ان حضرات کے واقعات رات بھر مالک کی یاد میں
محبوب کی تڑپ میں گذار دینے کے اتنے کثیر ہیں کہ ان کا احاطہ ناممکن ہے یہی حضرات
حقیقتاً اس شعر کے مصداق تھے ؎

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

کاش حق تعالیٰ شانہ ان حضرات کے جذبات کا ذرا سا سایہ اس ناپاک
پر بھی ڈال دیتا۔

(۲۰) قل ان ربی یبسط الرزق آپ کہدیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں

لمن یشاء من عبادہٖ ویقدر لہٗ وما انفقتم من شیءٍ فھو یخلفہٗ وھو خیر الرازقین ہ (سباع ۵)

میں سے جس کو چاہے روزی کی وسعت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے روزی کی تنگی دیتا ہے اور جو کچھ تم (اللہ کے راستہ میں) خرچ کروگے اللہ تعالیٰ اس کا بدل عطا کرے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

ف۔ یعنی تنگی اور فراخی اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہے تمہارے خرچ کو روکنے سے فراخی نہیں ہوتی اور خرچ زیادہ کرنے سے تنگی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے راستہ میں جو خرچ کیا جائے اس کا بدلہ آخرت میں تو ملنا ہی ہے دنیا میں بھی اکثر اُس کا بدل ملتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد نقل کیا میرے بندو میں نے تم کو اپنے فضل سے عطا کیا اور تم سے قرض مانگا پس جو شخص مجھے اپنی خوشی اور رضا و رغبت سے دے گا میں اُس کا بدلہ دنیا میں جلد ہی دوں گا اور آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھوں گا اور جو خوشی سے نہ دیگا بلکہ جبر سے دے تو اس سے میں اپنی دی ہوئی چیز جبرًا واپس لے لوں گا اور وہ اس پر صبر کرے گا اور ثواب کی اُمید رکھے گا اس کے لئے میں اپنی رحمت واجب کردوں گا اور اُس کو ہدایت یافتہ لوگوں میں لکھوں گا اور اس کے لئے اپنے دیدار کو مباح کردوں گا۔ (کنز)

کس قدر حق تعالیٰ شانہ کا احسان ہے کہ اپنی خوشی سے نہ دینے کی صورت میں بھی اگر بندہ جبر سے لئے جانے میں بھی صبر کرے تو اس کے لئے بھی اجر فرما دیا حالانکہ جب وہ حق تعالیٰ شانہ کی عطا کی ہوئی چیز خوشی سے واپس نہیں کرتا جبرًا اُس سے لی جاتی ہے تو پھر اجر کا کیا مطلب لیکن حق تعالیٰ شانہ کے احسانات کا کوئی شمار ہو سکتا ہے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

آیت شریفہ کے بارہ میں فرمایا کہ تم جو کچھ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو بغیر اسراف کے اور بغیر کنجوسی کے وہ سب اللہ کے راستہ میں ہے حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آدمی جو کچھ شرعی نفقہ میں خرچ کرے اللہ جل شانہ کے ذمہ اس کا بدل ہے بجز اس کے کہ جو تعمیر میں خرچ کیا ہو یا معصیت میں حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ہر احسان صدقہ ہے اور جو کچھ آدمی اپنے نفس پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور جو کچھ آدمی اپنی آبرو کی حفاظت میں خرچ کرے وہ صدقہ ہے۔ اور مسلمان جو کچھ (شریعت کے موافق) خرچ کرتا ہے اللہ جل شانہ اسکے بدل کے ذمہ دار ہیں مگر وہ خرچ جو گناہ میں ہو یا تعمیر میں حکیم ترمذی نے حضرت زبیرؓ سے ایک مفصل قصہ نقل کیا جو احادیث کے ذیل میں ۱۲ پر مفصل آرہا ہے۔ علامہ سیوطی نے درمنثور میں اس کو حکیم ترمذی کی روایت سے مفصل نقل کیا ہے لیکن خود انھوں نے لآلی المصنوعۃ میں اس کو بہت مختصر طور پر ابن عدی کی روایات سے موضوعات میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ روزانہ صبح کو دو فرشتے حق تعالیٰ شانہٗ سے دعا کرتے ہیں۔ ایک دعا کرتا ہے۔ اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما۔ دوسرا عرض کرتا ہے۔ اے اللہ روک کے رکھنے والے کے مال کو ہلاک کر۔ احادیث کے ذیل میں یہ حدیث ۲ پر آرہی ہے۔ اور تجربہ میں بھی اکثر یہی آیا ہے کہ جو حضرات سخاوت کرتے ہیں اللہ جل شانہٗ کے دربار سے فتوحات کا دروازہ ان کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے اور جو لوگ کنجوسی سے جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اکثر کوئی سماوی آفت بیماری، مقدمہ چوری وغیرہ ایسی چیز پیش آجاتی ہے جس سے برسوں کا اندوختہ دنوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی کے دوسرے نیک اعمال کی برکت سے اور اس کی نیک نیتی سے اس پر کوئی ایسا خرچ نہیں پڑتا تو نالائق اولاد باپ کے اندوختہ کو جو اس کی عمر بھر کی کمائی تھی مہینوں میں برابر کر دیتی ہے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوب خرچ کیا کرو اور گن گن کر مت رکھ کر اللہ جل شانہٗ تجھے بھی گن کر عطا کرے گا اور جمع کرکے مت رکھ

کہ اللہ جل شانہ تجھ سے بھی جمع کرکے رکھنے لگے گا عطا کر جتنا تجھ سے ہو سکے (مشکوٰۃ بروایۃ الشیخین)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے پاس تشریف لے گئے ان کے پاس ایک ڈھیری کھجوروں کی رکھی تھی حضور نے فرمایا کہ یہ کیا ہے انھوں نے عرض کیا کہ آئندہ کی ضرورت کے لئے رکھ لیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اس کا دھواں جہنم کی آگ میں دیکھو بلال خوب خرچ کرو اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کرو (مشکوٰۃ) یہاں ضرورت کے درجہ میں بھی آئندہ کے لئے ذخیرہ رکھنے پر عتاب ہے اور جہنم کا دھواں دیکھنے کی وعید ہے۔ حضرت بلالؓ کی شایانِ شان یہی چیز تھی اس لئے کہ یہ ان عالی مرتبہ لوگوں میں ہیں جن کے لئے حضور اس کو گوارا نہ فرما سکتے تھے کہ ان کو کل کا فکر ہو اور ان کو اپنے مالک پر اس کا پورا وثوق نہ ہو کہ جس نے آج دیا وہ کل کو بھی دے گا ہر شخص کی ایک شان اور اس کا ایک مرتبہ ہوا کرتا ہے حسنات الابرار سیآت المقربین مشہور مقولہ ہے کہ عامی نیک لوگوں کے لئے جو چیزیں نیکیاں ہیں مقرب لوگوں کی شان میں وہ بھی کوتاہیاں شمار ہو جاتی ہیں۔ بہت سے واقعات اس کی نظیریں ہیں۔ بہرحال مال رکھنے کے واسطے ہرگز نہیں جمع کرنے کی چیز بالکل نہیں ہے یہ صرف خرچ کرنے کے واسطے پیدا ہوا ہے اپنی ذات پر کم سے کم اور دوسروں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا اس کا فائدہ ہے لیکن یہ بات نہایت ہی اہم اور ضروری ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سارا مدار نیت ہی پر ہے انما الاعمال بالنیات مشہور حدیث ہے کہ اعمال کا مدار نیت ہی پر ہے۔ جہاں نیک نیتی ہو محض اللہ کے واسطے خرچ کرتا ہو چاہے اپنے نفس پر ہو چاہے اہل و عیال پر چاہے اقرباء پر چاہے اغیار پر وہ برکات اور ثمرات لائے بغیر نہیں رہ سکتا اور جہاں بدنیتی ہو شہرت اور عزت مقصود ہو نیک نامی اور دوسری اغراض مل گئی ہوں وہاں نیکی برباد گناہ لازم ہو جاتا ہے وہاں برکت کا سوال ہی نہیں رہتا۔

(۲۱) ان الذین یتلون کتٰب اللہ واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا	جو لوگ قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور

مما رزقنٰھم سرًّا و علانیۃ یرجون تجارۃ لن تبور لیوفیھم اجورھم و یزیدھم من فضلہٖ انہٗ غفور شکور ○ (فاطر ع ۴)

جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اُس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے اُمیدوار ہیں جس میں گھاٹا نہیں ہو اور یہ اس لئے تاکہ حق تعالےٰ شانہ ان کو ان کے اعمال کی اجرتیں بھی پوری پوری عطا کرے اور اسکے علاوہ اپنے فضل سے (بطور انعام کے) اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

ف حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ایسی تجارت سے جس میں گھاٹا نہیں جنت مراد ہے جو نہ کبھی برباد ہوگی نہ خراب ہوگی اور اپنے فضل سے زیادتی سے مراد وہ ہے جس کو قرآن پاک میں) ولدینا مزید سے تعبیر کیا ہے (درِ منثور) یہ آیت جس کی طرف حضرت قتادہ نے اشارہ کیا ہے سورہ ق کی آیت ہے جس میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے لھم مایشاؤن فیھا ولدینا مزید ان (جنت والوں) کے لئے جنت میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی یہ خواہش کریں گے اور (ان کی چاہی ہوئی چیزوں کے علاوہ) ہمارے پاس ان کیلئے اور بھی زیادہ ہے (جو ہم انکو عطا کرینگے) اور اس کی تفسیر میں احادیث میں بہت سی عجیب عجیب چیزیں ذکر کی گئیں جو بڑی تفصیل طلب ہیں اور ان میں سب سے اونچی چیز حق تعالیٰ شانہ کی رضا کا پروانہ ہے اور بار بار کی زیارت جو خوش قسمت لوگوں کو نصیب ہوگی اور یہ اتنی بڑی دولت کیسی کم محنت چیزوں پر مرتب ہے جن میں کوئی مشقت اٹھانا نہیں پڑتی اللہ کی راہ میں کثرت سے خرچ کرنا نماز کو قائم رکھنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا جو خود دنیا میں بھی لذت کی چیز ہے۔ قرآن پاک کی کثرت کے چند واقعات ابھی گذر چکے ہیں اور کچھ واقعات فضائل قرآن میں ذکر کئے گئے ان کو غور سے دیکھنا چاہئے۔

(۲۳) وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (شوریٰ ع ۴)

اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز کو قائم کیا اور ان کا ہر مہتم بالشان کام مشورے سے ہوتا ہے اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس سے وہ خرچ کرتے رہتے ہیں (ایسے لوگوں کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں جو عطایا ہیں وہ دنیا کے سازو سامان سے بدرجہا بہتر اور پائدار ہیں)

ف - ان آیات میں کامل لوگوں کی بہت سی صفات ذکر کی ہیں اور ان کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے پاس جو رکھا ہے اور وہ دنیا کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس کا وعدہ فرمایا ہے علماء نے لکھا ہے کہ ان آیات میں للذین آمنوا وعلی ربہم یتوکلون سے بالترتیب حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی خصوصی صفات اور وقتی حالات کی طرف اشارہ ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے لیکر حضرت علی بلکہ حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ تک کے احوال سے خلافت کی ترتیب کی طرف اشارہ ہے اور اسی ترتیب سے صفات واحوال پر تنبیہ ہے جس ترتیب سے حضرات کی خلافت ہوئی اور ان آیات میں اشارہ کے طور پر آخرت میں ان حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کیلئے بہت کچھ عطایا کا وعدہ ہے اور الفاظ کے عموم سے ان سب لوگوں کے لئے وعدہ ہے جو ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنیکا اہتمام کریں کاش ہم مسلمانوں کو دین کا شوق ہوتا اور قرآن اور حدیث کے بتائے ہوئے بہترین اخلاق کو تلاش کر کے اپنانے کا جذبہ ہوتا مگر ہمارے اخلاق اس قدر گرتے جا رہے ہیں بلکہ گر چکے ہیں کہ ان کو دیکھ کر غیر مسلموں کو اسلام سے نفرت ہوتی ہے ان غریبوں کو یہ معلوم نہیں کہ اسلامی اخلاق پر آجکل مسلمان چل ہی نہیں رہے وہ مسلمانوں کے جو اخلاق دیکھتے ہیں انھیں کو اسلامی اخلاق سمجھتے ہیں فالی اللہ المشتکی۔

(۲۳) وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ اور اُنکے مالوں میں سوال کرنیوالے کا اور (سوال نہ کرنے والے) نادار کا حق ہے۔ (ذاریات ع۱)

ف۔ اوپر سے کامل ایمان والوں کی خاص صفتیں بیان ہو رہی ہیں جن کے ذیل میں ان کی ایک خاص صفت یہ بھی ہے کہ وہ صدقات اتنے کثرت اور ایسے اہتمام سے دیتے ہیں کہ گویا یہ ان کے ذمہ حق ہو گیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کے اموال میں حق ہے یعنی زکوٰۃ کے علاوہ جس سے وہ صلہ رحمی کرتے ہیں اور مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں اور محروم لوگوں کی اعانت کرتے ہیں مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ کے علاوہ مراد ہے ابراہیم کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق سمجھتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ محروم وہ پریشان حال ہے جو دنیا کا طالب ہو اور دنیا اُس سے منہ پھیرتی ہو اور آدمیوں سے سوال نہ کرتا ہو ایک اور حدیث میں ان سے نقل کیا گیا کہ محروم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ محروم وہ تنگی میں پڑا ہوا شخص ہے جس کی کمائی اُس کو کافی نہ ہو۔ ابو قلابہؒ کہتے ہیں کہ یمامہ میں ایک آدمی تھا ایک مرتبہ سیلاب آیا اور اس کا سب کچھ مال و متاع بہا کر لے گیا ایک صحابیؓ نے فرمایا کہ اس کو محروم کہتے ہیں اسکی اعانت کی جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مسکین وہ شخص نہیں ہے جس کو ایک ایک لقمہ در بدر پھراتا ہو یعنی دروازوں سے بھیک مانگتا ہے اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ خود اتنا مال ہو جو اس کی حاجت کو پورا کرے اور نہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو کہ اس کی اعانت کی جائے یہی شخص در اصل محروم ہے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت شریفہ کے متعلق سوال کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔ (درمنثور)

یہ حدیث اسی فصل کی احادیث میں ۱۶ پر آرہی ہے گی۔ اس کے بعد حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ پڑھی. لیس البران تولوا وجوھکم (بقرع ۲۲) اس آیت شریفہ کا کچھ حصہ ۲ پر گزر چکا ہے اس آیت میں مساکین وغیرہ کے دینے کا ذکر علیحدہ ہے اور زکوٰۃ دینے کا ذکر علیحدہ ہے جس میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی کو صرف زکوٰۃ ہی پر کفایت نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس کے علاوہ بھی اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں کثرت سے خرچ کرنا چاہیئے مگر آج ہم لوگوں کے لئے زکوٰۃ ہی کا ادا کرنا وبال ہو رہا ہے کتنے مسلمان ایسے ہیں جو زکوٰۃ کو بھی ادا نہیں کرتے ہاں شادی اور تقریبات کی لغو رسموں میں گھر بھی گروی رکھدینگے جہاں دنیا میں مال برباد ہو اور آخرت میں گناہ کا وبال ہو۔

(۳) آمنوا باللہ و رسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ فالذین آمنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیرہ (حدید ع۱)

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں اس نے تم کو دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا انکے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

ف- قائم مقام کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال پہلے کسی اور کے پاس تھا اب چند روز کو تمہارے پاس ہے تمہاری آنکھ بند ہو جانیکے بعد کسی اور کے پاس چلا جائیگا۔ ایسی حالت میں اس کو جوڑ جوڑ کے رکھنا بیکار بات ہے یہ بے مروت مال نہ سدا کسی کے پاس رہا نہ رہے خوش نصیب ہے وہ جو اس کو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر کرلے اور وہ صرف یہی ہے کہ اس کو اللہ جل شانہ کے بنک میں جمع کرادے جس میں نہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے نہ چھوٹ جانے کا خطرہ ہے اور دنیا میں رہتے ہوئے ہر وقت خطرہ ہی خطرہ ہے اور آج کل تو قدرت نے آنکھوں سے دکھا دیا کہ بڑے بڑے محل بڑی بڑی جاگیریں ساز و سامان سب کا سب کھڑے کھڑے ہاتھ سے نکل کر دوسروں کے قبضہ میں آگیا کل تک جن مکانات کے بلا شرکت غیرے خود مالک تھے آج دوسروں کو اپنی آنکھوں سے اپنا جانشین ان میں دیکھتے ہیں پھر بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی۔

(۲۵) وما لکم ان لا تنفقوا فی سبیل اللہ ولله میراث السموات والارض لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیرہ

(حدید ع۱)

اور تمہیں کیا ہو گیا کیوں نہیں خرچ کرتے اللہ کے راستہ میں حالانکہ سب آسمان زمین آخر میں اللہ ہی کی میراث ہے جو لوگ مکہ مکرمہ کے فتح ہونے سے پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کر چکے ہیں اور جہاد کر چکے ہیں وہ برابر نہیں ہو سکتے (ان لوگوں کے جنکا ذکر آگے ہے بلکہ) وہ بڑھے ہوئے ہیں درجہ میں ان لوگوں سے جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ تو سب ہی سے کر رکھا ہے (چاہے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہو یا بعد میں) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔

ف - اللہ تعالیٰ کی میراث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب سب آدمی مر جائیں گے تو آخر میں آسمان زمین مال متاع سب اسی کا رہ جائے گا کہ اس پاک ذات کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہیگا۔ تو جب سب کچھ سب کو چھوڑنا ہی ہے تو پھر اپنی خوشی سے اپنے ہاتھ سے کیوں نہ خرچ کرے کہ اس کا ثواب بھی ملے اس کے بعد آیت شریفہ میں اس پر تنبیہ کی گئی کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کے کام پر خرچ کیا یا جہاد کیا ان کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے ان لوگوں سے جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا یا جہاد کیا اس لئے کہ فتح سے قبل احتیاج زیادہ تھی اور جو چیز جتنی زیادہ حاجت کے وقت خرچ کی جائے گی اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا جیسا کہ سلسلہ احادیث میں ص۱۳ پر آرہا ہے لوگوں کو ضرورت کے وقت بہت زیادہ خیال کرنا چاہئے۔ اور ایسے وقت کو جس میں دوسروں کو ضرورت ہو اپنے خرچ کرنے کے لئے بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے حق تعالیٰ شانہ نے صحابہ کرام میں بھی یہ تفریق فرمادی کہ جن حضرات نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا ان کے ثواب

کو بہت زیادہ بڑھا دیا۔ اسی طرح ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ کسی کی ضرورت کے وقت اس پر خرچ کرنا بہت اونچی چیز ہے۔

(۲۶) من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ ولہ اجر کریم ۝ (حدید ع ۲)

کون شخص ہے ایسا جو اللہ جل شانہ کو قرض حسنہ دے پھر اللہ تعالیٰ اس کے ثواب کو اس کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لئے بہترین بدلہ ہے۔

ف۔ یہ ایک آیت شریفہ اس کے ہم معنی گذر چکی ہے۔ خاص اہتمام کی وجہ سے اس مضمون کو دوبارہ ارشاد فرمایا ہے اور قرآن پاک میں بار بار اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ آج اللہ کے راستہ میں خرچ کا دن ہے جو خرچ کرنا ہے کر لو مرنے کے بعد حسرت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۲۷) ان المصدقین والمصدقت واقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضعف لھم ولھم اجر کریم ۝ (حدید ع ۲)

بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں (اور یہ صدقہ دینے والے) اللہ جل شانہ کو قرض حسنہ دے رہے ہیں۔ ان کا ثواب بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے نفیس اجر ہے۔

ف۔ یعنی جو لوگ صدقہ کرتے ہیں وہ حقیقۃً میں اللہ جل شانہ کو قرض دیتے ہیں اس لئے کہ یہ بھی قرض کی طرح سے صدقہ دینے والوں کو واپس ملتا ہے۔ بس یہ بہت زیادہ معاوضہ اور بدلہ لے کر ایسے وقت میں واپس ہوگا جو وقت صدقہ کرنے والے کی سخت حاجت اور سخت ضرورت اور سخت مجبوری کا ہوگا لوگ شادیوں کے واسطے سفروں کے واسطے اور دوسری ضرورتوں کے واسطے تھوڑا تھوڑا جمع کر کے رکھتے ہیں کہ فلاں ضرورت کا وقت آ رہا ہے۔ اولاد کی شادی کرنا ہے اس کے لئے ہر وقت فکر میں لگے رہتے ہیں اور جو گنجائش ملے کچھ نہ کچھ کپڑا زیور وغیرہ خرید کر ڈالتے رہتے ہیں۔ کہ اس وقت دقت نہ ہو آخرت کا وقت تو ایسی سخت حاجت اور ضرورت کا ہے کہ

اُس وقت نہ کسی سے خریدا جا سکتا ہے نہ قرض لیا جا سکتا ہے نہ بھیک مانگی جا سکتی ہے ایسے اہم اور کٹھن وقت کے واسطے تو جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو جمع کرتے رہنا نہایت ہی دور اندیشی اور کار آمد بات ہے تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہنا یہاں تو معلوم بھی نہ ہوگا اور وہاں پہاڑوں کے برابر ملے گا۔

(۲۸) والذین تبوّؤا الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة ط وقف ومن یوق شح نفسه فاولٰئک هم المفلحون ۝ (حشر ع ۱)

(اور اس میں ان لوگوں کا بھی حق ہے) جو لوگ دار الاسلام میں (یعنی مدینہ منورہ میں پہلے سے رہتے تھے) اور ایمان میں ان مہاجرین کے آنے سے پہلے سے قرار پکڑے ہوئے ہیں (یعنی ان مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی وہ ایمان لے آئے تھے اور یہ ایسی خوبی کے لوگ ہیں کہ) جو لوگ ان کے پاس ہجرت کرکے آتے ہیں ان سے یہ لوگ (یعنی انصار) محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی غرض نہیں پاتے (کہ اس کو لینا چاہیں یا اس پر رشک کریں) اور ان مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں چاہے خود ان پر فاقہ ہی کیوں نہ ہو اور (حق یہ ہے کہ) جو شخص اپنی طبیعت کے لالچ سے محفوظ رہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ف۔ اوپر کی آیات میں بیت المال کے مستحقین کا ذکر ہو رہا ہے کہ کن کن لوگوں کا اس میں حق ہے منجملہ ان کے اس آیت شریفہ میں انصار کا ذکر ہے اور ان کے خصوصی اوصاف کا خط۔۔ اشارہ ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے اپنے گھر میں رہ کر ایمان اور کمالات

حاصل کئے ہیں اور اپنے گھر رہ کر کمالات کا حاصل کرنا عام طور سے مشکل ہوا کرتا ہے دنیوی دھندے اور دوسرے امور اکثر آڑ بن جاتے ہیں اور دوسری خاص صفت انصار کی یہ ہے کہ یہ لوگ مہاجرین سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ کا جس کو علم ہے وہ ان حضرات کے حالات اور ان کی محبت کے واقعات سے حیرت میں رہ جاتا ہے۔ چند واقعات حکایات صحابہ میں بھی گذر چکے ہیں۔

ایک واقعہ مثال کے طور پر یہاں لکھتا ہوں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار کے درمیان میں حضور نے بھائی چارہ اس طرح فرما دیا تھا کہ ہر مہاجر کا ایک انصاری کے ساتھ خصوصی جوڑ پیدا کر دیا تھا اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا تھا اس لئے کہ حضرات مہاجرین پردیسی حضرات ہیں ان کو اجنبی جگہ ہر قسم کی مشکلات پیش آئیں گی۔ انصار مقامی حضرات ہیں وہ اگر ان لوگوں کی خاص طور سے خبر گیری اور معاونت کریں گے تو ان کو سہولتیں پیدا ہو جائیں گی۔ کیسا بہترین انتظام تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اس میں مہاجرین کو بھی ہر قسم کی سہولت ہو گئی اور انصار کو بھی دقت نہ ہوئی کہ ایک شخص کی خبر گیری ہر شخص کو آسان ہے اسی سلسلہ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ خود اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ طیبہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ جوڑ دیا۔ سعد بن الربیع نے مجھ سے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میرے مال میں سے آدھا تم لے لو اور میری دو بیبیاں ہیں ان میں سے جونسی تمھیں پسند ہو میں اس کو طلاق دے دوں جب اس کی عدت پوری ہو جائے تم اس سے نکاح کر لینا۔ (بخاری)

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ انصار نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم سب کی زمینیں مہاجرین پر آدھی آدھی بانٹ دیجئے حضور نے اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ کھیتی وغیرہ میں یہ لوگ کام کریں گے اور پیداوار میں حصہ دار ہوں گے (در منثور) کہ ان کی محنت سے تم کو مدد ملے گی اور تمھاری زمین سے ان کو مدد ملے گی اس

قسم کے تعلقات اور آپس کی محبت محض دینی برادری پر آج عقل میں بھی مشکل سے آئے گی۔
اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ آج وہ مسلمان جس کا خصوصی امتیاز ایثار اور ہمدردی تھی محض
خودغرضی اور نفس پروری میں مبتلا ہے۔ دوسروں کو جتنی بھی تکلیف پہونچ جائے اپنے
کو راحت مل جائے کبھی مسلمان کا شیوہ یہ تھا کہ خود تکلیف اٹھائے تاکہ دوسروں کو
راحت پہونچ جائے مسلمانوں کی تاریخ اس سے بھری ہوئی ہے۔ ایک بزرگ کی بیوی
بہت زیادہ بد خلق تھیں ہر وقت تکلیف دیتی تھیں کسی نے ان سے عرض کیا کہ آپ اس کو
طلاق دیدیجئے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ پھر کیسی دوسرے سے نکاح کرے گی اور اس کی بد خلقی
سے اس کو تکلیف پہونچے گی (احیاء) کیسی باریک چیز ہے آج ہم میں سے بھی کوئی اس لئے
تکلیف اٹھانے کو تیار ہے کہ کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہونچے۔ تیسری صفت آیت شریفہ
میں انصار کی یہ بیان کی کہ مہاجرین کو اگر کہیں سے غنیمت وغیرہ میں سے کچھ ملتا ہے تو اس
سے انصار کو دل تنگی یا رشک نہیں ہوتا۔ اور حسن بصری کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے
کہ مہاجرین کو انصار پر جو عمومی فضیلت دی گئی اس سے انصار کو گرانی نہیں ہوتی (درمنثور)
چوتھی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ باوجود اپنی احتیاج اور فاقہ کے دوسروں کو
اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اس کے واقعات بہت کثرت سے ان کی زندگی کی تاریخ میں
ملتے ہیں جن میں سے چند واقعات میں اپنے رسالہ حکایات صحابہ کے باب ایثار و
ہمدردی میں لکھ چکا ہوں منجملہ ان کے وہ مشہور واقعہ بھی ہے جو اس آیت شریفہ کے
شان نزول میں ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور بھوک کی اور تنگی کی شکایت کی حضور نے اپنی بیبیوں کے گھروں میں
آدمی بھیجا مگر کہیں بھی کچھ کھانے کو نہ ملا تو حضور نے باہر والوں سے ارشاد فرمایا کہ کوئی
صاحب ایسے ہیں جو ان کی مہمانی قبول کریں ایک انصاری جن کا اسم گرامی بعض روایات
میں ابوطلحہ رضہ آیا ہے ان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ یہ حضور کے مہمان ہیں انکی
خوب خاطر کرنا اور گھر میں کوئی چیز ان سے بچا کر نہ رکھنا بیوی نے کہا کہ گھر میں تو صرف
بچوں کے لئے کچھ کھانے کو رکھا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے حضرت ابوطلحہ رضہ نے فرمایا کہ

بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب ہم کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھیں تو تم چراغ کو درست کرنے کے لئے اُٹھ کر اُس کو بجھا دینا تاکہ ہم نہ کھائیں اور مہمان کھالے چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو جب حضور کی خدمت میں حاضری ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کو ان میاں بیوی کا طرز بہت پسند آیا اور یہ آیت شریفہ ان کی شان میں نازل ہوئی۔ (درمنثور)
احادیث کے سلسلہ میں ۱۳ پر ایک حدیث شریف، اس آیت شریفہ کی تفسیر کے طور پر آرہی ہے اس کے بعد اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی طبیعت کے شح (لالچ) سے بچا دیا جائے وہی لوگ فلاح کو پہونچنے والے ہیں۔ شح کا ترجمہ طبعی حرص و بخل ہے یعنی طبعی تقاضا بخل کا ہو چاہے عمل سے بخل نہ ہو۔ اسی لئے علما سے اس کی تفسیر میں مختلف الفاظ نقل کئے گئے حرص اور لالچ سے اس کو تعبیر کرنا صحیح ہے جو اپنے مال میں بھی ہوتا ہے۔ دوسرے کے مال میں بھی ہوتا ہے ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں تو ہلاک ہو گیا انھوں نے ارشاد فرمایا کہ کیوں وہ کہنے لگے کہ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ شح سے بچائے جائیں وہی فلاح کو پہونچنے والے ہیں اور مجھ میں یہ مرض پایا جاتا ہے میرا دل نہیں چاہتا کہ میرے پاس سے کوئی چیز بھی نکل جاوے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ یہ شح نہیں ہے یہ بخل ہے اگرچہ بخل بھی اچھی چیز نہیں ہے لیکن شح یہ ہے کہ دوسرے کا مال ظلم سے کھاوے حضرت ابن عمرؓ سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا وہ فرماتے ہیں کہ شح یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے مال کو خرچ کرنے سے روک لے یہ تو بخل ہوا اور یہ بھی بہت بری چیز ہے لیکن شح یہ ہے کہ دوسرے کی چیز پر نگاہ پڑنے لگے۔ حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ بخل یہ ہے کہ آدمی اپنے مال کو خرچ نہ کرے اور شح یہ ہے کہ دوسرے کے مال میں بخل کرے یعنی کوئی دوسرا خرچ کرے اس سے بھی دل تنگی ہوتی ہو حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ شح بخل سے زیادہ سخت ہے اس لئے کہ بخیل تو اپنے مال کو روکتا ہے اور بس اور شحیح اپنے مال کو بھی روکتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ دوسروں کے پاس جو کچھ ہے

وہ بھی اس کے پاس آجائے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ شح سے بری ہے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہو مہمانوں کی مہمانداری کرتا ہو اور لوگوں کے مصائب میں مدد کرتا ہو۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ اسلام کو کوئی چیز ایسا نہیں مٹاتی جیسا کہ شح مٹاتا ہے ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں یہ دونوں چیزیں کسی ایک شخص کے پیٹ میں جمع نہیں ہو سکتیں اور ایمان اور شح کسی ایک دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے ایک حدیث میں حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ظلم سے بچو اس لئے کہ ظلم قیامت میں تو تو اندھیرا ہوگا (یعنی ایسا سخت اندھیرا پیدا کریگا کہ اندھیرے کی تہ پر تہہ جم جائیگی) اور اپنے آپ کو شح سے بچاؤ کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا کہ اسکی وجہ سے ان لوگوں نے دوسرے لوگوں کے خون بہائے اور اسی کی وجہ سے اپنی محرم عورتوں سے زنا کیا حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو شح اور بخل سے بچاؤ کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو قطع رحمی پر ڈالدیا اور ان کو اپنے محرموں سے زنا کرنے پر ڈالدیا اور ان کو خون بہانے پر ڈالدیا۔ یعنی اگر آدمی اجنبی عورت سے زنا کرے تو اس کو کچھ دینا پڑے اور اپنی بیٹی سے زنا کرے تو مفت ہی میں کام چل جائے اور مال کی وجہ سے لوٹ مار تو ظاہر ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا لوگ کہنے لگے کہ یہ جنتی آدمی تھا حضورؐ نے فرمایا تمھیں اس کے سارے حالات کا کیا علم ہے کیا بعید ہے کہ کبھی اس نے ایسی بات زبان سے نکالی ہو جو بیکار ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو جو اس کو نفع نہ پہونچاتی ہو دوسری حدیث میں یہ قصہ اس طرح نقل کیا گیا کہ اُحد کی لڑائی میں ایک صاحب شہید ہو گئے ایک عورت انکے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ بیٹا تجھے شہادت مبارک ہو حضورؐ نے فرمایا تمھیں اس کی کیا خبر ہے کہ اس نے کبھی کوئی بیکار بات زبان سے کہی ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو جو اس کی ضرورت کی نہ ہو (درمنثور) کہ ایسی معمولی چیز میں بخل کرنا بھی حرص اور لالچ کی انتہا سے ہوتا ہے ورنہ معمولی چیزیں جس میں اپنا نقصان نہ ہو بخل کے قابل نہیں ہوتیں۔

(۲۹) یا ایھا الذین آمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولٰئک ھم الخسرون وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصلحین ولن یوخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا واللہ خبیر بما تعملون ع (منافقون ع ۲)

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کریگا ایسے ہی لوگ خسارہ والے ہیں اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور وہ کہنے لگے اے میرے رب مجھ کو تھوڑے دن کی اور مہلت کیوں نہ دیدی کہ میں خیرات کردیتا اور نیک لوگوں میں ہوجاتا اور اللہ جل شانہ کسی شخص کو بھی جب اس کی موت کا وقت آجائے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

ف - مال ومتاع کی مشغولی اہل وعیال کی مشغولی ایسی چیزیں ہیں جو اللہ جل شانہ کے احکامات کی تعمیل میں کوتاہی کا سبب بنتی ہیں لیکن یہ بات یقینی اور طے ہے کہ موت کے وقت کا کسی کو حال معلوم نہیں کہ کب آجائے اس وقت بجز حسرت اور افسوس کے کچھ بھی نہ ہوسکے گا اور دیکھتے آنکھوں اہل وعیال مال ومتاع سب کو چھوڑ کر چل دینا ہوگا آج مہلت ہے جو کرنا ہے کرلو ؎

رنگا لے نہ چندریہ گندہا لے نہی تو کیا کیا کریگی اری دن کے دن
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی تو دیکھا کریگی کھڑی دن کے دن

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کرسکے یا اس پر زکوٰۃ واجب ہو اور ادا نہ کرے تو وہ مرتے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی تمنا کرے گا۔ کسی شخص نے ابن عباسؓ سے کہا کہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا کافر کرتے ہیں مسلمان نہیں کرتے تو حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت شریفہ تلاوت کی کہ اس میں مسلمانوں ہی کے متعلق اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ایک دوسری

حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ اس آیت شریفہ میں مومن آدمی کا ذکر ہے جب اس کی موت آجاتی ہے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا اس پر حج فرض ہو گیا ہو۔ اور حج ادا نہ کیا ہو یا کوئی اور حق اللہ جل شانہ کے حقوق میں سے ادا نہ کیا ہو تو وہ مرنے کے وقت دنیا میں واپسی کی تمنا کرے گا۔ تاکہ زکوٰۃ اور صدقات ادا کرے لیکن اللہ جل جلالہ کا پاک ارشاد ہے کہ جس کا وقت آجائے وہ ہرگز موخر نہیں ہوتا (درمنثور) قرآن پاک میں بار بار اس پر تنبیہ کی گئی کہ موت کا وقت ہر شخص کے لئے ایک طے شدہ وقت ہے اس میں ذرا سی بھی تقدیم یا تاخیر نہیں ہو سکتی آدمی سوچتا رہتا ہے کہ فلاں چیز کو صدقہ کروں گا فلاں چیز کو وقف کروں گا۔ فلاں فلاں کے نام وصیت لکھوں گا مگر وہ اپنے سوچ اور فکر ہی میں رہتا ہے ادھر سے ایک دم بجلی کے تار کا بٹن دبا دیا جاتا ہے اور یہ چلتے چلتے مرجاتا ہے بیٹھے بیٹھے مرجاتا ہے سوتے سوتے مرجاتا ہے۔ اس لئے تجویزوں اور مشوروں میں ہرگز ایسے کاموں میں تاخیر نہ کرنا چاہئے جتنا جلد ہو سکے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے میں اللہ کے یہاں جمع کر دینے میں جلدی کرنا چاہئے۔ واللہ الموفق۔

(۳۰) یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولئک ھم الفاسقون لا یستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنۃ اصحٰب الجنۃ ھم الفائزون ○ (حشر ع ۳)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص یہ غور کرلے کہ اس نے کل (قیامت) کے دن کے واسطے کیا چیز آگے بھیجی ہے اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب کی خبر ہے اور ان لوگوں کی طرح سے مت بنو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پس (اس کی سزا میں) اللہ تعالیٰ نے خود ان کو ان کی جان سے بھلا دیا یہی لوگ فاسق ہیں (اور یاد رکھو) کہ جنت والے اور جہنم

والے برابر نہیں ہو سکتے ۔ جنت والے
ہی کامیاب ہیں (حقیقی کامیابی صرف جنت
والوں ہی کی ہے)

ف - اللہ جل شانہ نے ان کو ان کی جان سے بھلادیا کا یہ مطلب ہے کہ ایسی عقل ماردی گئی کہ وہ اپنے نفع نقصان کو بھی نہیں سمجھتے اور جو چیزیں ان کو ہلاک کرنے والی ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ قبیلہ مضر کی ایک جماعت حاضر ہوئی جو ننگے پاؤں ننگے بدن بھوکے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان پر فاقہ کی حالت دیکھی تو حضورؐ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا اٹھ کر اندر مکان میں تشریف لے گئے (غالباً گھر میں کوئی چیز ان کے قابل تلاش کرنے کے لئے تشریف لے گئے ہوں گے) پھر باہر مسجد میں تشریف لائے حضرت بلالؓ سے اذان کہنے کا حکم فرمایا اور ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنا کے بعد قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کیں جن میں یہ آیات بھی تھیں جو اوپر لکھی گئیں پھر حضورؐ نے صدقہ کرنیکا حکم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ صدقہ کرو اس سے پہلے کہ صدقہ نہ کر سکو صدقہ کرو اس سے پہلے کہ تم صدقہ کرنے سے عاجز ہو جاؤ کوئی شخص جو بھی دے سکے دینار دے سکے درم دے سکے کپڑا دے سکے گیہوں دے سکے جو دے سکے کھجور دے سکے حتیٰ کہ کھجور کا ٹکڑا ہی دے سکے ۔ وہ دیدے ایک انصاری اٹھے اور ایک تھیلہ بھرا ہوا لائے جو ان سے اٹھتا بھی نہ تھا حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا حضورؐ کا چہرہ انور مسرت سے چمکنے لگا ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص بہتر طریقہ جاری کرے اس کو اس کا بھی ثواب ہے ۔ اور جو اس پر عمل کریں گے ان کا بھی ثواب اس کو ہوگا ۔ اس طرح پر کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی بُرا طریقہ جاری کرتا ہے تو اس کا گناہ تو اس کو ہو ہی گا جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ۔ ان سب کا گناہ بھی اس کو ہوگا ۔ اس طرح سے کہ ان کے گناہوں کے وبال میں کچھ کمی نہ ہوگی اس کے بعد سب لوگ

متفرق ہو کر چلے گئے کوئی دینار (اشرفی) لایا کوئی درم لایا کوئی غلّہ لایا غرض غلّہ اور کپڑے کے دو ڈھیر حضورؐ کے قریب جمع ہو گئے۔ اور حضورؐ نے وہ سب قبیلہ مضر کے آنے والوں پر تقسیم کر دیئے۔ (نسائی درمنثور)

ایک حدیث میں آیا ہے لوگو اپنے لئے کچھ آگے بھیجدو عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جبکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ایسی حالت میں کہ نہ کوئی واسطہ درمیان میں ہوگا نہ کوئی پردہ درمیان میں ہوگا یہ ہوگا کہ تیرے پاس رسول نہیں آئے جنھوں نے تجھے احکام پہونچا دیئے ہوں کیا میں نے تجھکو مال عطا نہیں کیا تھا کیا میں نے تجھے ضرورت سے زیادہ نہیں دیا تھا تو نے اپنے لئے کیا چیز آگے بھیجی وہ شخص ادہر ادہر دیکھے گا۔ کچھ نظر نہ آئے گا۔ آنکھوں کے سامنے جہنم ہوگی۔ بس جو شخص اس سے بچ سکتا ہو بچنے کی کوشش کرے چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو (کنز) بڑا سخت منظر ہوگا بڑا سخت مطالبہ ہوگا۔ دہکتی ہوئی دوزخ سامنے ہوگی اور ہر آن اس میں پھینکدیئے جانیکا اندیشہ ہوگا اس وقت قلق ہوگا کہ ہم نے دنیا میں سب کچھ کیوں نہ خرچ کر دیا آج فرضی ضرورتوں سے ہم خرچ کرنے سے ہاتھ کھینچتے ہیں لیکن اگر آج آنکھ بند ہو جائے تو ساری ضرورتیں ختم ہو جائیں گی اور ایک سخت ضرورت جہنم سے بچنے کی سر پر موجود رہیگی حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تم لوگ صبح شام ایسی مدت میں چلتے ہو جس کا حال تم سے پوشیدہ ہے کہ وہ کب ختم ہو جائے۔ بس اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو کہ یہ مدت احتیاط کے ساتھ ختم ہو جائے اور اللہ ہی کے ارادہ سے تم ایسا کر سکتے ہو۔ ایک قوم نے اپنے اوقات کو ایسے امور میں خرچ کر دیا جو ان کے لئے کارآمد نہ تھے۔ اللہ جل شانہ نے تمھیں ان جیسا ہونے سے منع کیا ہے اور ارشاد فرمایا ولاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانسھم انفسھم کہاں ہیں تمھارے وہ بھائی جن کو تم جانتے تھے وہ اپنا زمانہ ختم کر کے چلے گئے اور ان کے عمل ختم ہو گئے۔ اور اب وہ اپنے اپنے عمل پر پہونچ گئے جیسے بھی کئے (اچھے کئے ہوں گے تو مزے اڑا رہے

ہوں گے بسے کئے ہوں گے تو ان کو بھگت رہے ہوں گے) کہاں ہیں وہ گذرے ہوئے زمانے کے جابر لوگ جنھوں نے بڑے بڑے شہر بنائے اونچی اونچی دیواروں سے اپنی محافظت کی اب وہ پتھروں اور ٹیلوں کے نیچے پڑے ہیں یہ اللہ کا پاک کلام ہے کہ نہ اس کے عجائب ختم ہوتے ہیں نہ اس کی روشنی ماند پڑتی ہے اس سے آج روشنی حاصل کرلو اندھیرے کے دن کے واسطے اور اس سے نصیحت پکڑلو اللہ جل شانہٗ نے ایک قوم کی تعریف کی پس فرمایا کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا وکانوا لنا خاشعین (ترجمہ آیت) وہ لوگ نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور ہم کو پکارتے تھے رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے (انبیاء ع ۶) اس کلام میں کوئی خوبی نہیں جس سے اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اور اس مال میں کوئی بھلائی نہیں جو اللہ کے راستہ میں خرچ نہ ہو اور وہ آدمی اچھا نہیں جس کا حلم اس کے غصہ پر غالب نہ ہو اور وہ آدمی بہتر نہیں جو اللہ کی رضا کے مقابلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کرے (درمنثور)

(۳۱) انما اموالکم واولادکم فتنۃ ط واللہ عندہٗ اجر عظیم ہ فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیرا لانفسکم ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون

(تغابن ع ۲)

اس کے سوا دوسری بات نہیں کہ تمھارے اموال اور تمھاری اولاد تمھارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے (پس جو شخص ان میں پڑکر بھی اللہ کو یاد رکھے تو) اس کے لئے اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ پس جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی بات سنو اور مانو اور (اللہ راہ میں) خرچ کرتے رہا کرو یہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہوگا اور جو شخص اپنے نفس کے شح یعنی لالچ سے محفوظ رہا پس یہی لوگ فلاح کو پہونچنے والے ہیں۔

ف۔ شیخ بخل کا اعلیٰ درجہ ہے جیسا کہ ۔۔۔ پر گذر چکا مال اور اولاد کے امتحان کی چیز ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ بات جانچنی ہے کہ کون شخص ان میں پھنس کر اللہ جل شانہٗ کے احکام کو اور اس کی یاد کو بھلا دیتا ہے اور کون شخص ان کے باوجود اللہ جل شانہٗ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اس کی یاد میں مشغول رہتا ہے اور نمونہ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ سامنے ہے یہاں کسی کے ایک دو بیبیاں ہوں گی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نو بیبیاں تھیں اولاد بھی تھی بیٹے بیٹیاں نواسے سب کچھ موجود تھے حضور کے علاوہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات دنیا کے سامنے ہیں اور بہت تفصیل سے کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت انسؓ کی اولاد کا شمار ہی مشکل ہے۔ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں کہ میری اولاد کی اولاد تو علیحدہ رہی خود بلا واسطہ اپنی اولاد میں سے ایک سو پچیس تو دفن کر چکا ہوں (اصابہ) اور جو زندہ رہے وہ ان کے علاوہ اور اولاد کی اولاد میں مزید برآں اس کے باوجود ان حضرات صحابہ کرام میں شمار ہے جن سے کثرت سے احادیث نقل کی گئیں اور جہاد میں کثرت سے شرکت کرتے رہے ہیں اولاد کی اتنی کثرت نہ تو علم کی مشغولی سے مانع ہوئی نہ جہاد سے حضرت زبیرؓ جس وقت شہید ہوئے نو بیٹے نو بیٹیاں اور چار بیویاں تھیں اور بعض پوتے بعض بیٹیوں سے بھی بڑے تھے (بخاری) اور جن کا باپ کی زندگی میں انتقال ہو گیا۔ وہ علیحدہ اس کے باوجود نہ کبھی ملازمت کی نہ کوئی اور شغل جہاد میں عمر گذاری اسی طرح اور بہت سے حضرات کا حال ہے کہ نہ مال ان کو دین سے مانع ہوتا تھا نہ اولاد کی کثرت اور ان میں سے جو لوگ تجارت پیشہ تھے ان کے لئے تجارت بھی دین کے کاموں سے مانع نہ ہوتی تھی خود حق تعالےٰ شانہٗ نے ان کی تعریف قرآن پاک میں فرمائی۔ رجال لا تلهيهم تجارة الآية (نور ع ۵) وہ ایسے لوگ ہیں جن کو خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہیں روکتی وہ لوگ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ حق تعالےٰ ان کو انکے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دیگا اور ان کو اپنے فضل سے (بدلہ کے علاوہ انعام

کے طور پر) اور بھی زیادہ دے گا۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بہت سے آثار میں یہ مضمون ذکر کیا گیا کہ جو لوگ تجارت کرتے تھے تجارت ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے مانع نہ ہوتی تھی جب اذان سنتے فوراً اپنی اپنی دکانیں چھوڑ کر نماز کے لئے چل دیتے۔ (درمنثور)

(۳۲) ان تقرضوا اللہ قرضا حسنا یضعفہ لکم و یغفر لکم واللہ شکور حلیم ؕ عالم الغیب والشھادۃ العزیز الحکیم ؕ (تغابن ع ۲)

اگر تم اللہ جل شانہٗ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دوگے تو وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ جل شانہٗ بڑی قدر کرنے والا ہے (کہ تھوڑے سے عمل کو بھی قبول کرلیتا ہے) اور بڑا بردبار ہے (کہ بڑے سے بڑے گناہ پر بھی مواخذہ جاری نہیں کرتا) پوشیدہ اور ظاہر اعمال کا جاننے والا ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

ف۔ آیات میں ۲۵ اور ۲۶، ۲۷ پر اس قسم کے مضامین گذر چکے ہیں۔ یہ اللہ جل شانہٗ کا خاص لطف و کرم ہے کہ ہماری خیر خواہی اور بندوں پر کرم کی وجہ سے جو چیزیں ان کے لئے اہم اور ضروری ہیں ان کو بار بار تاکید کے ساتھ فرمایا جاتا ہے۔ اور ہم لوگ ان آیات کو بار بار پڑھتے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں کہ بہت ثواب قرآن پاک کے پڑھنے کا مل گیا یہ کریم کا احسان اور انعام ہے کہ وہ اپنے پاک کلام کے محض پڑھنے پر بھی ثواب عطا فرما دے لیکن یہ پاک کلام محض پڑھنے کے لئے تو نازل نہیں ہوا پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے پاک ارشادات پر عمل بھی تو ہونا چاہئے ایک چیز کو مالک الملک اپنا آقا اپنا محسن اپنا مربی اپنا رازق اپنا خالق بار بار ارشاد فرمائے اور ہم کہیں کہ ہم نے آپ کا ارشاد پڑھ لیا بس کافی ہے یہ ہماری طرف سے کتنا سخت ظلم ہے۔

(۳۳) واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضا حسنا وما تقدموا لانفسکم من خیر

اور تم لوگ نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ جل شانہٗ کو قرض حسنہ دیتے رہو اور جو نیکی بھی تم اپنے

تجدوہ عند اللہ ھو خیرا و اعظم اجرا و استغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ (مزمل ع ۲)

لئے ذخیرہ بنا کر آگے بھیجدو گے اس کو اللہ جل شانہ کے پاس جا کر اس سے بہت بہتر اور ثواب میں بڑھا ہوا پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے رہو۔ بیشک اللہ جل شانہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ف۔ اس کو اللہ جل شانہ کے پاس جا کر اس سے بہتر پانے کا مطلب یہ کہ کچھ دنیا کی چیزیں خریدنے میں خرچ کیا جاتا ہے یا دنیوی ضرورتوں میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کا بدل دنیا میں ملتا ہے۔ مثلاً ایک روپیہ کے دو سیر گندم دنیا میں ملتے ہیں۔ آخرت کے بدل کو اس پر قیاس نہیں کرنا چاہئے بلکہ آخرت میں جو بدل ان چیزوں کا ملتا ہے جو اللہ کے راستہ میں خرچ کی جائیں وہ مقدار کے اعتبار سے بھی اور کیفیت کے لحاظ سے بھی بدرجہا زائد اس بدل سے ہوگا جو دنیا میں اس پر ملتا ہے چنانچہ آیت ۶ کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ اگر طیب مال سے نیک نیتی کے ساتھ ایک کھجور بھی صدقہ کی جائے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے ثواب کو احد پہاڑ کی برابر فرما دیتے ہیں کاش اس قدر زیادہ معاوضہ دینے والے کریم کی ہم قدر کرتے اور زیادہ سے زیادہ قیمت اس کے یہاں جمع کرتے تاکہ زیادہ سے زیادہ مال بڑی سخت ضرورت کے وقت ہم کو ملتا اور اس کے ساتھ ہی اس آیت شریفہ میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ جس قسم کی نیکی بھی تم آگے بھیجدو گے اس کا معاوضہ ایسا ہی ملے گا۔ رسالہ برکات ذکر میں بہت تفصیل سے ایسی روایتیں گذر چکی ہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہنے کا ثواب اللہ تعالیٰ شانہ کے یہاں احد پہاڑ سے زیادہ مل جاتا ہے بشرطیکہ اخلاص سے کہا جائے اور اخلاص کی شرط تو آخرت کے ہر کام میں ہے اخلاص بغیر وہاں کسی چیز کی پوچھ نہیں اور اسی چیز کے پیدا کرنے کے واسطے بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑتی ہیں کہ یہ دولت ان کے قدموں میں پڑنے سے ملتی ہے۔

(٣٤) اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ
مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ
يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ
يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا
وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا
وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ
اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا
اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا
فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ
وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا وَجَزٰهُمْ
بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا مُّتَّكِئِيْنَ
فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا
شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ
ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا
وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ
وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا قَوَارِيْرَا مِنْ
فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا وَيُسْقَوْنَ
فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا عَيْنًا
فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ
وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ
لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ
رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا عٰلِيَهُمْ
ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ

بے شک نیک لوگ (جنت میں) ایسے جام
شراب پیویں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی
ایسے چشموں سے بھرے جاویں گے جن سے اللہ کے
خاص بندے پیتے ہیں (ان چشموں میں یہ عجیب
بات ہوگی) کہ وہ جنتی لوگ ان چشموں کو جہاں
چاہے لیجائیں گے (یعنی یہ چشمے ان کے اشارہ
کے تابع ہونگے) یہ ایسے لوگ ہیں جو
منتوں کو پورا کرتے ہیں (اور اسی طرح
دوسرے واجبات کو) اور ایسے دن
سے ڈرتے ہیں جس دن کی سختی پھیلی
ہوئی ہوگی (یعنی عام ہوگی کہ ہر شخص کچھ نہ
کچھ اس دن پریشانی میں مبتلا ہوگا) یہ وہ
لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا
کھلاتے ہیں مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو
(باوجودیکہ وہ قیدی کافر اور لڑائی میں
برسرپیکار رہتے تھے) اور وہ لوگ (اپنے
دلمیں یا زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض
اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تو ہم اس کا
تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کا شکریہ چاہتے
ہیں (بلکہ اس وجہ سے کھلاتے ہیں) کہ ہم
اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ
دن کا (یعنی قیامت کے دن کا) خوف
رکھتے ہیں پس اللہ جل شانہ ان کو اس دن

وحلوا اساور من فضة وسقٰهم ربهم شرابا طهورا ٥ ان هٰذا كان لكم جزآء وكان سعيكم مشكورا ٥

(دہر ع ۱)

کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور سرور عطا کرے گا اور ان کو اس پختگی کے بدلے میں جنت اور ریشمی لباس عطا کریگا۔ اس حالت میں کہ وہ جنت میں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے نہ وہاں گرمی کی تپش پاویں گے نہ سردی (بلکہ معتدل موسم ہوگا) اور درختوں کے سائے ان لوگوں پر جھکے ہوئے ہوں گے۔ اور ان کے خوشے ان کے مطیع ہوں گے (کہ جس وقت جس کو پسند کریں گے وہ قریب آجائیگا) اور ان کے پاس (کھانے پینے کے لئے) چاندی کے برتن اور شیشے کے آبخورے لائے جائیں گے ایسے شیشے جو چاندی کے ہونگے (یعنی وہ شیشے بجائے کانچ کے چاندی کے بنے ہوئے ہونگے جو اس عالم میں دشوار نہیں) اور انکو بھرنے والوں نے صحیح اندازہ سے بھرا ہوگا (کہ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ) اور وہاں (کافوری شراب کے علاوہ) ایسے جام شراب بھی پلائے جائینگے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی (جیسا کہ جھنجری کی بوتل میں ہوتا ہے) یہ ایسے

چشمے سے بھرے جائیں گے جس کا نام سلسبیل
ہے (کافور ٹھنڈا ہوتا ہے اور سونٹھ گرم مقصد
یہ ہے کہ وہاں مختلف المزاج شرابیں ہیں) اور اس کو
ایسے لڑکے لیکر آتے جاتے رہیں گے جو ہمیشہ لڑکے
ہی رہیں گے اور (ایسے حسین) اگر تو انکو
دیکھے تو یہ گمان کرے کہ یہ موتی ہیں جو
بکھرے ہوئے ہیں (اور جو چیزیں اوپر ذکر
کی گئی ہیں یہی فقط نہیں بلکہ) جب تو
اس جگہ کو دیکھے گا تو وہاں بڑی بڑی نعمتیں
اور بہت بڑا ملک نظر آئیگا اور ان لوگوں پر
وہاں باریک ریشم کے سبز کپڑے ہونگے اور
موٹے ریشم کے (غرض مختلف انواع کے بہترین
لباس ہونگے) اور ہاتھوں میں چاندی کے
کنگن پہنائے جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ
انکو ایسی شراب پلائیں گے جو نہایت پاکیزہ
ہوگی اور یہ کہا جائیگا کہ یہ تمہارے اعمال
کا بدلہ ہے اور تم نے جو کوشش دنیا میں کی
تھی وہ قابل قدر ہے۔

ف ۔ اس کلام پاک میں شراب کا تین جگہ ذکر آیا ہے اور تینوں جگہ نوعیت شراب اور طریقہ استعمال جدا ہے پہلی جگہ ان کو خود پینا مذکور ہے۔ دوسری جگہ خدام کے پلانے کا ذکر ہے۔ اور تیسری جگہ خود رب العالمین مالک الملک کی طرف پلانے کی نسبت ہے کیا بعید ہے کہ یہ ابرار کی تین قسموں ادنیٰ اوسط اعلیٰ کے اعتبار سے ہو۔ ان آیات میں جتنے فضائل اکرام اور اعزاز نیک کام کرنے والوں کے بالخصوص اللہ کی رضا میں کھلانے

والوں کے ذکر کئے گئے ہیں اگر ہم میں ایمان کا کمال ہوتا ان وعدوں کے بعد کون شخص ایسا ہو سکتا ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح کوئی چیز بھی گھر میں اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے سوا چھوڑے ان آیات میں چند امور قابل غور ہیں۔

(۱) پہلے چشمے کے بارے میں ذکر ہوا ہے کہ جنتی لوگ ان چشموں کو جہاں چاہے لیجائیں گے مجاہدؒ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ لوگ ان چشموں کو جہاں چاہیں گے کھینچ لیں گے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ ان کے لئے کافور کی آمیزش ہوگی اور مشک کی مہران پر لگی ہوئی ہوگی اور وہ اس چشمہ کو جدھر چاہیں گے ادھر کو اس کا پانی چلنے لگے گا ابن شوذبؒ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس سونے کی چھڑیاں ہوں گی وہ اپنی چھڑیوں سے جس طرف اشارہ کریں گے اسی طرف کو وہ نہریں چلنے لگیں گی۔

(۲) منتوں کے پورا کرنے کے متعلق قتادہؒ سے نقل کیا گیا کہ اللہ کے تمام احکام کو پورا کرنے والے لوگ ہیں۔ اسی وجہ سے شروع میں ان کو ابرار سے تعبیر کیا گیا مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس سے وہ منتیں مراد ہیں جو اللہ کے حق میں کی گئی ہوں (یعنی کوئی شخص روزوں کی نذر کرلے اعتکاف کی نذر کرلے اسی طرح عبادات کی نذر کرلے) عکرمہؒ کہتے ہیں کہ شکرانہ کی منتیں مراد ہیں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے یہ منت مان رکھی تھی کہ میں اپنے آپ کو اللہ کے واسطے ذبح کردوں گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز میں مشغول تھے التفات نہیں فرمایا یہ صاحب (حضور کے سکوت سے اجازت سمجھے اور حضور سے عرض کر دینے کے بعد) اٹھے دور جا کر اپنے آپ کو ذبح کرنے لگے۔ حضور کو اس کا علم ہوا حضورؐ نے فرمایا اللہ ہی کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جو منت کے پورا کرنے کا اس قدر اہتمام کریں اس کے بعد (انکو اپنے ذبح کرنے سے منع فرمایا اور) ان سے فرمایا کہ اپنی جان کے بدلہ سو اونٹ اللہ کے نام پر ذبح کریں (اس لئے کہ اپنے آپ کو ذبح کرنا ناجائز ہے اور جان کا فدیہ دیت میں سو اونٹ ہے)

(۳) قیدیوں کے کھلانے سے آیت شریفہ میں مشرک قیدی مراد ہیں اس لئے کہ

اس زمانہ میں مشرک قیدی ہی ہوتے تھے مسلمان قیدی اس وقت نہ تھے اور جب کافروں کے کھلانے پر یہ ثواب ہے تو مسلمان قیدی اس میں بطریق اولیٰ آ گئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قیدیوں کو (جو کافر تھے) پکڑ کر لائے تو سات حضرات صحابۂ کرام حضرت ابوبکر رضؓ، عمر رضؓ، علیؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ، سعدؓ، ابو عبیدہؓ رضی اللہ عنہم نے ان پر خاص طور سے خرچ کیا جس پر انصار نے کہا کہ ہم نے تو اللہ کے واسطے ان سے قتال کیا تھا تم اتنا زیادہ خرچ کر رہے ہو اس پر ان الابرار سے انیس آیتیں ان حضرات کی تعریف میں نازل ہوئیں حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت قیدی مشرکین تھے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ جب اللہ جل شانہ نے ان آیات میں قیدی کے ساتھ احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے حالانکہ اس وقت قیدی مشرک تھے مسلمان قیدی کا حق تجھ پر اور بھی زیادہ ہو گیا ابن جریج کہتے ہیں کہ اُس زمانہ میں مسلمان قیدی نہ تھے مشرک قیدیوں میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خیرخواہی کا حکم فرماتے تھے۔ ابو رزین کہتے ہیں کہ میں شقیق بن سلمہ کے پاس تھا چند مشرک قیدی وہاں کو گذرے تو شقیق نے مجھے ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا اور یہ آیت شریفہ تلاوت کی۔

(۴) نہ اس کا بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کا شکریہ چاہتے ہیں کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات اس کو بھی گوارا نہ کرتے تھے کہ ان کے احسان کا بدلہ چاہے شکر گذاری اور دعا ہی کے قبیل سے ہو ان کو دنیا میں ملے یہ اپنا سب کچھ آخرت ہی میں لینا چاہتے تھے حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت ام سلمہ رضؓ کا معمول نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ کسی فقیر ضرورتمند کے پاس کچھ بھیجتیں تو قاصد سے کہتیں کہ چپکے سے سننا کہ وہ اس پر کیا الفاظ کہتا ہے اور جب قاصد وہ الفاظ دعا وغیرہ کے آکر نقل کرتا تو اُسی نوع کی دُعائیں وہ فقیر کو دیتیں اور یہ کہتیں کہ اس کی دعاؤں کا یہ بدلہ ہے تاکہ ہمارا صدقہ خالص آخرت کے واسطے رہ جائے حضرت عمر رضؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضؓ کا بھی اسی نوع کا معمول نقل کیا گیا (احیاء) حضرت زین العابدین کا ارشاد ہے۔ جو شخص مال خرچ کرنے کے

واسطے طلب کرنے والے کا انتظار کرے وہ سخی نہیں سخی وہ ہے جو اللہ کے حقوق کو از خود اس کے نیک بندوں تک پہونچائے اور ان سے شکریہ کا اُمیدوار نہ رہے اس لئے کہ اس کو اللہ کے ثواب پر کامل یقین ہو (احیاء)

(۵) جنّت کے خوشے ان کے مطیع ہوں گے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی خواہش کے تابع ہوں گے حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ جنتی لوگ جنت کے پھلوں کو کھڑے بیٹھے لیٹے جس حال میں چاہیں گے کھا سکیں گے مجاہدؒ کہتے ہیں کہ وہ لوگ اگر کھڑے ہونگے تو وہ پھل اوپر کو ہو جائیں گے اور وہ لوگ اگر بیٹھیں گے تو وہ جھک جائیں گے اور اگر وہ لیٹیں گے تو اور وہ زیادہ جھک جائیں گے دوسری روایت میں ان سے نقل کیا گیا کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے۔ اور اس کی مٹی مُشک ہے اور اُس کے درختوں کی جڑیں سونے کی ہیں اور ان کی ٹہنیاں اور پتے موتیوں کے اور زبرجد کے ہیں جن کے درمیان پھل لٹکے ہوئے ہیں اگر وہ کھڑے ہوئے کھانا چاہیں گے تو کوئی دقت نہیں بیٹھکر یا لیٹ کر کھانا چاہیں گے تو وہ اس کی بقدر جھک جائیں گے۔

(۶) چاندی کے شیشوں کا مطلب یہ ہے کہ چاندی سے ایسے بنائے جائیں گے جیسا کہ شیشہ ہوتا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں تو چاندی کو لے کر اس قدر باریک کرے کہ مکھی کے پر کی برابر باریک کرے جب بھی اوس کے اندر کا پانی نظر نہ آئے گا لیکن جنت کے آبخورے چاندی کے ہو کر شیشے کی طرح صاف ہوں گے دوسری روایت میں ہے کہ جنت کی ہر چیز کا نمونہ دنیا میں ہے لیکن چاندی کے ایسے آبخوروں کا نمونہ دنیا میں نہیں ہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ اگر ساری دنیا کے آدمی جمع ہو کر چاندی کا ایسا برتن بنا دیں جس میں شیشہ کی طرح سے اندر کی چیز نظر آئے تو نہیں بنا سکتے (درمنثور) حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کا شان نزول حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا ایک واقعہ ہے جو اسی رسالہ کے ختم پر حکایات میں ۱۰۰ پر آرہا ہے اور متعدد واقعات کا کسی آیت کا شان نزول ہونا کوئی مستبعد بات نہیں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں چند واقعات پیش آئے اس زمانہ میں

کوئی آیت شریفہ نازل ہوئی تو وہ آیت شریفہ سب واقعات کے متعلق ہو سکتی ہے۔

(۳۵) قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ خیر و ابقی۔ (اعلی)

بامراد ہوگیا وہ شخص جو پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا بلکہ تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت دنیا سے بہت زیادہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔

ف۔ پاک ہوگیا کی متعدد تفسیریں علماء سے نقل کی گئیں ہیں بہت سے علما کا قول ہے کہ اس سے صدقہ فطر ادا کرنا مراد ہے جیسا کہ متعدد روایات میں آیا ہے اور بہت سے علما نے اس کو عام قرار دیا ہے سعید بن جُبیرؓ کہتے ہیں کہ پاک ہوگیا کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے مال سے پاک ہوگیا قتادہؒ کہتے ہیں کہ بامراد ہوگیا۔ وہ شخص جس نے اپنے مال سے اپنے خالق کو راضی کر لیا حضرت ابو الاحوصؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس شخص پر رحم فرماتا ہے جو صدقہ کرے پھر نماز پڑھے پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی۔

ایک روایت میں ان سے یہ نقل کیا گیا جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہو کہ نماز سے پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرے وہ ایسا کیا کرے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرے کیا حرج ہے کہ کچھ صدقہ اس سے پہلے کر دیا کرے پھر یہ آیت شریفہ پڑھی عرفجہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سبح اسم پڑھنے کی درخواست کی انھوں نے سنانا شروع کی اور جب اس آیت پر پہونچے بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا تو پڑھنا چھوڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی لوگ چپ بیٹھے تھے پھر فرمایا کہ ہم نے دنیا کو ترجیح دی اس لئے کہ ہم نے اُس کی زینت کو اس کی عورتوں کو اس کے کھانے پینے کو دیکھا اور آخرت کی چیزیں ہم سے پوشیدہ تھیں پس اس موجود چیز میں لگ گئے اور اس وعدہ کی چیز کو چھوڑ دیا۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ تمام لوگ حاضر (یعنی دنیا میں موجود چیز) میں لگ گئے اور اس کو اختیار کر لیا بجز ان کے جن کو اللہ نے محفوظ رکھا حالانکہ آخرت بھلائی میں

بڑھی ہوئی تھی اور دیر پا تھی حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ بندوں کو اللہ جل شانہ کی ناراضی سے محفوظ رکھتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں۔ اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں تو لا الٰہ الا اللہ بھی ان پر لوٹا دیا جائیگا اور یہ کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی شہادت لیکر آئے وہ جنت میں داخل ہو گا جب تک کہ اس کی ساتھ دوسری چیز نہ ملا دے (یعنی اپنے اس کلام میں کھوٹ اور میل پیدا نہ کر دے) حضورؐ نے تین مرتبہ یہی بات ارشاد فرمائی مجمع چپ چاپ تھا (حضورؐ غالباً اس کے منتظر تھے کہ کوئی پوچھے اور مجمع ادب اور رعب کی وجہ سے چپ تھا) دور سے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان دوسری چیز ملانے کا کیا مطلب ہے حضورؐ نے فرمایا دنیا کی محبت اور اس کو ترجیح دینا اور اس کے لئے مال جمع کر کے رکھنا اور ظالموں کا سا برتاؤ کرنا۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ آخرت کو نقصان پہونچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ دنیا کو نقصان پہونچاتا ہے پس ایسی چیز کی (یعنی آخرت کی) محبت کو ترجیح دو جو باقی رہنے والی ہے اس چیز (یعنی دنیا) پر فنا ہو جانے والی ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں اور اس شخص کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہیں اور اس کے لئے وہی شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز دنیا سے زیادہ مبغوض نہیں ہے اور اس نے جب سے اس کو پیدا کیا ہے کبھی بھی اس کی طرف نظر التفات نہیں فرمائی۔ ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔ (در منثور)

رسالہ کے ختم پر چھٹی فصل میں دنیا اور آخرت کے متعلق بہت سی آیات اور

احادیث کا ذکر اختصار کے ساتھ آرہا ہے۔ ان آیات کے علاوہ جو اب تک ذکر کی گئیں ہیں اور بھی بہت سی آیات میں اللہ جل شانہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے اور جس بات کو اللہ جل جلالہٗ نے اپنے پاک کلام میں بار بار مختلف عنوان سے متعدد طرح کی ترغیبوں سے ذکر فرمایا ہو اس کی اہمیت کا کیا پوچھنا بالخصوص جبکہ یہ سب کچھ اُسی کا عطا کیا ہوا ہے۔ ایک شخص کسی اپنے نوکر کو کچھ روپیہ دیکر یہ کہتا ہے کہ اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کرلو اور میری خوشی یہ ہے کہ اس میں سے کچھ پس انداز کرکے فلاں جگہ بھی خرچ کردینا اگر تم ایسا کروگے تو میں اس سے بہت زیادہ دوں گا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حالت میں کون ایسا ہوگا جو اس میں سے پس انداز کرکے اس جگہ اس اُمید پر خرچ نہ کرے گا کہ اس سے بہت زیادہ ملے گا۔ اللہ جل شانہٗ کے اتنے ارشادات کے بعد پھر احادیث کے ذکر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ احادیث بھی اللہ جل شانہٗ کے پاک کلام کی توضیح اور تفسیر ہی ہیں اس لئے تکمیل کے طور پر چند احادیث کا ترجمہ بھی لکھا جاتا ہے۔

(۱) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان لی مثل احد ذھبا لسرنی ان لا یمر علی ثلث لیال وعندی منہ شیٔ الا شیٔ ارصدہ لدین رواہ البخاری (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کی برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے اوپر تین دن گذر جائیں اس حال میں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی ہو بجز اس کے کہ کوئی چیز ادائے قرض کے لئے رکھ لی جائے۔

ف۔ اُحد کا پہاڑ مدینہ طیبہ کا مشہور پہاڑ ہے جو بہت بڑا پہاڑ ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر اس کے برابر سونا میرے پاس ہو تو میری خواہش یہ ہے کہ تین دن کے اندر اندر اس سب کو تقسیم کردوں کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھوں تین دن کی قید اس لئے نہیں ہے ذکر فرمایا کہ اتنی بڑی مقدار کے خرچ کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ وقت تو لگے ہی گا البتہ اگر قرض ذمہ ہو اور

جس کو دینا ہے وہ اس وقت موجود نہ ہو تو اس کا ادا کرنا چونکہ صدقہ سے مقدم ہے اس لئے اس کے ادا کرنے کے لئے کچھ روکنا اور محفوظ رکھنا پڑے تو دوسری بات ہے۔ اس حدیث شریف میں جہاں ایک جانب کثرت سے صدقہ کی ترغیب ہے دوسری جانب اس سے زیادہ اہمیت قرضہ کے ادا کرنے کی ثابت ہوتی ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصی عادت شریفہ تھی کہ ذخیرہ رکھنے کا وہاں گذر ہی نہ تھا حضرت انس رضؓ جو حضور کے مخصوص خادم ہر وقت کے مشہور خدمت گذار ہیں فرماتے ہیں کہ حضور کل کے لئے کوئی چیز ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے حضرت انس رضؓ ہی سے دوسری حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ میں کہیں سے تین پرند آئے انہیں سے ایک حضور نے اپنے خادم کو مرحمت فرما دیا دوسرے دن وہ خادم اس پرند کو لیکر حاضر ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں منع نہیں کر رکھا کہ کل کے واسطے کوئی چیز نہ رکھو کل کی روزی اللہ جل شانہ خود مرحمت فرمائینگے حضرت سمرہ رضؓ حضور کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں بعض مرتبہ دو باری کو محض اس لئے دیکھنے جاتا ہوں کہ کہیں اس میں کوئی چیز پڑی نہ رہ جائے اور میری موت اس حال میں آجائے کہ وہ میرے پاس ہو (ترغیب) حضرت ابوذر غفاری رضؓ مشہور صحابی ہیں بڑے زاہد حضرات میں تھے مال سے عداوت کے ان کے بہت سے عجیب واقعات ہیں جنمیں سے ایک عجیب قصہ آیات کے ذیل میں ملا پر گذر چکا ہے ان سے بھی یہ حدیث نقل کیگئی ہے کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضورؐ کے ساتھ تھا حضورؐ نے احد کے پہاڑ کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا بن جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین دن سے زیادہ ٹھہرے مگر وہ دینار جس کو میں قرض کے ادا کرنے کے لئے محفوظ رکھوں پھر حضورؐ نے فرمایا کہ بہت زیادہ مال والے ہی اکثر کم ثواب والے ہیں مگر وہ شخص جو اس طرح اس طرح کرے حدیث نقل کرنے والے نے اس طرح اس طرح کی صورت دونوں ہاتھ ملا کر دائیں بائیں جانب کر کے بتائی یعنی دونوں ہاتھ بھر کر دائیں طرف والے کو دیدے اور بائیں طرف والے کو یعنی ہر شخص کو خوب تقسیم کرے (بخاری) انہیں حضرت کا ایک اور قصہ مشکوٰۃ

شریف میں آیا ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر تھے حضرت عثمانؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور انھوں نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے تمہارا کیا خیال ہے کچھ نامناسب تو نہیں ہوا کعبؓ نے فرمایا کہ اگر وہ اس مال میں اللہ کے حقوق کو ادا کرتے رہے ہوں تو پھر کیا مضائقہ ہے۔ حضرت ابوذرؓ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اوس سے حضرت کعبؓ کو مارنا شروع کردیا کہ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے اور میں اسکو سب کو خرچ کر دوں اور وہ قبول ہو جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس میں سے چھ اوقیہ بھی اپنے بعد چھوڑوں اس کے بعد ابوذرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ میں تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا حضورؐ سے تم نے یہ حدیث تین مرتبہ سنی ہے حضرت عثمانؓ نے کہا بیشک سنی ہے۔ ان کا ایک اور قصہ بخاری شریف وغیرہ میں آیا ہے۔

احنف بن قیس کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں قریش کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا تھا ایک صاحب تشریف لائے جن کے بال سخت تھے (یعنی تیل وغیرہ لگا ہوا نہیں تھا) کپڑے بھی موٹے تھے ہیئت بھی ایسی ہی تھی یعنی بہت معمولی سی۔ اُس مجمع کے پاس کھڑے ہو کر اوّل سلام کیا پھر فرمایا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو خوشخبری دو اس پتھر کی جو جہنم کی آگ میں تپایا جائیگا پھر وہ ان کے پستان پر رکھدیا جائیگا جس کی گرمی سے اور شدت سے گوشت وغیرہ پک کر مونڈھے کے اوپر سے اُبلنے لگے گا اور پھر وہ پتھر مونڈھے پر رکھا جائے تو وہ سب کچھ پستان سے بہنے لگے گا یہ کہکر وہ مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر بیٹھ گئے احنف کہتے ہیں کہ میں ان کو جانتا نہ تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ میں ان کی بات سن کر انکے پیچھے پیچھے چلدیا اور اسی ستون کے پاس بیٹھ گیا۔ اور میں نے عرض کیا کہ اس مجمع والوں نے آپکی بات کی طرف کچھ توجہ نہیں کی بلکہ اس گفتگو کو ناپسند سمجھا وہ فرمانے لگے یہ بیوقوف ہیں کچھ سمجھتے نہیں ہیں مجھ سے میرے محبوب نے کہا ہے۔ احنف نے پوچھا کہ آپ کے محبوب کون، کہنے لگے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اے ابوذرؓ تم احد کا پہاڑ دیکھتے ہو میں یہ سمجھا کہ کسی جگہ کام کو بھیجنا مقصود ہے

اس لئے یہ دکھلاتا ہے کہ کتنا دن باقی ہے میں نے کہا جی ہاں دیکھ رہا ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس اس پہاڑ کی برابر سونا ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو سارے کو خرچ کر دوں مگر تین دینار (جن کا بیان اور روایات میں ہے) اس کے بعد ابوذر نے کہا لیکن یہ لوگ سمجھتے نہیں دنیا کو جمع کرتے جاتے ہیں اور مجھے خدا کی قسم نہ تو ان سے دنیا کی طلب نہ دین کا استفتا کرنا ہے (پھر کیوں دبوں مجھے تو صاف صاف کہنا ہے) (فتح) حضرت ابوذرؓ کا ایک واقعہ دوسری فصل کے سلسلہ آیات میں ۵ پر بھی آرہا ہے۔

(۲) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقا خلفا ویقول الاخر اللھم اعط ممسکا تلفا متفق علیہ (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما دوسرا دعا کرتا ہے اے اللہ روک کر رکھنے والے کا مال برباد کر۔

ف۔ قرآن پاک کی آیات میں بھی نمبر ۲۰ پر جو آیت گذری ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا بدل عطا کرے گا۔ اور اس جگہ اور بھی متعدد روایات اس کی تائید میں گذر چکی ہیں حضرت ابو درداءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب بھی آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کی دو طرف دو فرشتے اعلان کرتے ہیں جس کو جن و انس کے سوا سب سنتے ہیں کہ اے لوگو اپنے رب کی طرف چلو تھوڑی چیز جو کفایت کا درجہ رکھتی ہو اس زیادہ مقدار سے بہت بہتر ہے جو اللہ سے غافل کر دے اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو اس کے دونوں جانب دو فرشتے زور سے دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا

فرما اور روک کر رکھنے والے کے مال کو برباد کر (عینی بروایۃ احمد)

ایک حدیث میں ہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں جانب دو فرشتے آواز دیتے ہیں کہ یا اللہ خرچ کرنے والے کا بدل جلدی عطا فرما اور یا اللہ روک کر رکھنے والے کے مال کو جلدی ہلاک فرما۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں جن کے متعلق صرف یہی کام ہے کوئی دوسرا کام نہیں ایک کہتا رہتا ہے یا اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا کر دوسرا کہتا ہے یا اللہ روک کر رکھنے والے کو ہلاکت عطا فرما (کنز) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح شام کی خصوصیت نہیں ان کی ہر وقت یہی دُعا ہے لیکن پہلی روایات کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتے آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور غروب کے وقت خاص طور سے یہ دُعا کرتے ہیں اور مشاہدہ اور تجربہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ مال جمع کر کے رکھنے والوں پر اکثر ایسی چیزیں مسلّط ہو جاتی ہیں جن سے وہ سب ضائع ہو جاتا ہے کسی پر مقدمہ مسلّط ہو جاتا ہے کسی پر آوارگی سوار ہو جاتی ہے۔ کسی کے چور پیچھے لگ جاتے ہیں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بربادی کبھی تو بعینہٖ اس مال کی ہوتی ہے اور کبھی صاحب مال کی یعنی وہ خود ہی چل دیتا ہے اور کبھی بربادی نیک اعمال کے ضائع ہونے سے ہوتی ہے کہ وہ اس میں پھنس کر نیک اعمال سے جاتا رہتا ہے اور اس کے بالمقابل جو خرچ کرتا ہے اس کے مال میں برکت ہوتی ہے بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صدقہ اچھی طرح کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے ترکہ میں اچھی طرح نیابت کرتے ہیں (احیاء) یعنی اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا مال وارث برباد نہیں کرتے لغو چیزوں میں ضائع نہیں کرتے ورنہ اکثر روساء کے لڑکے باپ کے مال کا جو حشر کرتے ہیں وہ معلوم ہی ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے کہ جو خرچ پسندیدہ ہے وہ وہی خرچ ہے جو نیک کاموں میں ہو اہل و عیال کے نفقہ میں ہو یا مہمانوں پر خرچ ہو یا دوسری عبادتوں میں ہو قرطبی کہتے ہیں کہ یہ فرض عبادت اور نفل عبادت دونوں کو شامل ہے لیکن نوافل سے رکنے والا بد دعا کا مستحق نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کی طبیعت پر ایسا بخل مسلّط ہو جائے جو واجبات

میں بھی خوشی سے خرچ نہ کرے (فقط) لیکن آئندہ حدیث تعمیم کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

(۳) عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن آدم ان تبذل الفضل خیر لک وان تمسکہ شر لک ولا تلام علی کفاف وابدأ بمن تعول رواہ مسلم مشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدم کے بیٹے تو ضرورت سے زائد مال کو خرچ کر دے یہ تیرے لئے بہتر ہے اور تو اس کو روک کر رکھے تو یہ تیرے لئے برا ہے اور بقدر کفایت روکنے پر ملامت نہیں اور خرچ کرنے میں جن کی روزی تیرے ذمہ ہے ان سے ابتداء کر (کہ ان پر خرچ کرنا دوسروں سے مقدم ہے)

ف۔ اس مضمون کی تائید بھی آیات ۲۹ پر گذر چکی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ خود ہی فرما چکے ہیں کہ جتنا زائد ہو وہ خرچ کر دو اس جگہ یہ حدیث شریف بھی گذر چکی ہے اہتمام کی اور توضیح کی وجہ سے یہاں دوبارہ ذکر کی گئی حقیقت یہی ہے کہ اپنے سے جو مال زائد ہو وہ جمع کر کے رکھنے کیواسطے ہے ہی نہیں اس کے لئے بہترین بات یہی ہے کہ وہ اللہ کے بنک میں جمع کر دیا جائے جس کو کوئی زوال نہیں اس پر کوئی آفت نہیں آتی اور ایسے سخت مصیبت کے وقت کام آنے والا ہے جس وقت کے مقابلہ میں یہاں کی ضرورتیں کچھ بھی نہیں ہیں اور وہاں اس وقت کمانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اثاثہ صرف وہی ہوگا جو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ دوسری چیز اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ بقدر کفایت روکنے پر ملامت نہیں یعنی جتنی کی واقعی ضرورت ہو کہ اس کے بغیر گذر مشکل ہو یا دست سوال دراز کرنا پڑے اس کو محفوظ رکھنے پر الزام نہیں ہے اور جن کی روزی اپنے ذمہ ہے، اہل وعیال ہوں یا دوسرے لوگ ہوں حتیٰ کہ جانور بھی اگر محبوس کر رکھا ہے تو اس کی خبر گیری اپنے ذمہ ہے اس کو ضائع اور برباد کرنے کا گناہ اور وبال ہوتا ہے۔

ث پاک میں حضور کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے گناہ کے لئے یہی بہت ہے

کہ جسکی روزی اس کے ذمہ ہو اس کو ضائع کر دے (مشکوٰۃ) عبداللہ بن صامت کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوذرؓ کے ساتھ تھا کہ ان کا وظیفہ جو بیت المال میں تھا وہ ان کو ملا وہ اپنی ضروریات خریدنے کے لئے جا رہے تھے ان کی باندی ساتھ تھی جو ان کی ضرورتیں مہیا کر رہی تھی اس کے پاس ضروری چیزوں کے بعد سات اشرفیاں بچ گئیں انہوں نے باندی سے فرمایا کہ ان کے پیسے لے آ تاکہ ان کو تقسیم کر دیں) میں نے کہا کہ اگر ان اشرفیوں کو آپ ابھی رہنے دیں کہ اور ضرورتیں پیش آئیں گی مہمان بھی آتے رہتے ہیں فرمایا کہ مجھ سے میرے دوست (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ قرار داد کی تھی کہ جو سونا یا چاندی باندھ کر رکھا جائیگا وہ مالک پر آگ کی چنگاری ہے جب تک کہ اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کر ڈالے (ترغیب) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی ضرورت سے زیادہ چیز کو خرچ کر دینے کی اتنی ترغیبات وارد ہوئی ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ کو یہ خیال ہونے لگا کہ آدمی کو اپنی ضرورت سے زیادہ چیز رکھنے کا حق ہی نہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رض فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کو کبھی ادھر کبھی ادھر لے جاتے تھے۔ اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس سواری زائد ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس توشہ زائد ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس توشہ نہیں حتیٰ کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ آدمی کا اپنی ضرورت سے زیادہ میں کوئی حق ہی نہیں (ابوداؤد) اُن صاحب کا اپنی اونٹنی کو ادھر ادھر پھرانا یا تو اس پر تفاخر اور بڑائی کی وجہ سے تھا تب تو حضورؐ کے آئندہ ارشاد کے مخاطب یہی صاحب ہیں اور حاصل یہ ہے کہ ضرورت سے زائد چیز تفاخر کے لئے نہیں ہوتی۔ دوسروں کی اعانت کے لئے ہوتی ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ پھرانا اس کی ناگفتہ بہ حالت دکھلانے کے واسطے صورتِ سوال تھا اس صورت میں حضورؐ کے ارشاد کے مخاطب دوسرے حضرات ہیں۔

(۴) عن عقبۃ بن الحارث قال صلیت وراء النبی

عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ العصر فسلم ثم قام مسرعاً فتخطی رقاب الناس الی بعض حجر نسائہ ففزع الناس من سرعتہ فخرج علیھم فرایٰ انھم قد عجبوا من سرعتہ قال ذکرت شیئاً من تبر عندنا فکرھت ان یحبسنی فامرت بقسمتہ۔
(رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ)

عصر کی نماز پڑھی حضور نے نماز کا سلام پھیرا اور تھوڑی دیر بعد اٹھ کر نہایت عجلت کے ساتھ لوگوں کے مونڈھوں پر کو گذرتے ہوئے ازواج مطہرات کے گھروں میں سے ایک گھر میں تشریف لے گئے لوگوں میں حضور کے اس طرح جلدی تشریف لے جانے سے تشویش پیدا ہوئی کہ نہ معلوم کیا بات پیش آگئی حضور مکان سے واپس تشریف لائے تو لوگوں کی حیرت کو محسوس فرمایا اس پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سونے کا ایک ٹکڑا یاد آگیا تھا جو گھر میں رہ گیا تھا مجھے یہ بات گراں گزری کہ کبھی موت آجائے اور وہ رہ جائے اور میدان حشر میں اس کی جواب دہی اور اس کا حساب مجھے روک لے اس لئے اس کو جلدی بانٹ دینے کو کہکر آیا ہوں۔

ف:- اسی قصہ میں دوسری حدیث میں ہے کہ مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ کہیں میں اس کو بھول جاؤں اور وہ رات کو میرے پاس رہ جائے اس سے بھی بڑھ کر ایک اور قصہ حدیث میں آیا ہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں حضور کے پاس چھ سات اشرفیاں تھیں (اسی وقت کہیں سے آگئی ہونگی) حضور نے مجھے حکم فرمایا کہ ان کو جلدی بانٹ دو حضور کی بیماری کی شدت کی وجہ سے مجھے ان کو تقسیم کرنے کی مہلت نہ ملی حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ اشرفیاں تقسیم کر دیں میں نے عرض کیا آپ کی بیماری نے بالکل مہلت نہ دی فرمایا اٹھا کر لاؤ

ان کولے کر ہاتھ پر رکھا اور فرمایا کہ اللہ کے نبی کا کیا گمان ہے (یعنی اس کو کس قدر ندامت ہوگی) اگر وہ اس حال میں اللہ جل شانہ سے ملے کہ یہ اس کے پاس ہوں (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضؓ سے اسی قسم کا ایک اور قصہ نقل کیا گیا جس میں وارد ہے کہ رات ہی کو کہیں سے آگئی تھیں حضورؐ کی نیند اڑگئی جب آخیر شب میں میں نے ان کو خرچ کر دیا جب نیند آئی (احیاء) حضرت سہیلؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس سات اشرفیاں تھیں جو حضرت عائشہ رضؓ کے پاس رکھی تھیں حضورؐ نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کہ وہ علی رضؓ کے پاس بھیجدو یہ فرمانے کے بعد حضورؐ پر غشی طاری ہوگئی جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضؓ اس میں مشغول ہوگئیں تھوڑی دیر میں افاقہ ہوا تو پھر یہی فرمایا اور پھر غشی ہوگئی بار بار غشی ہو رہی تھی آخر حضورؐ کے بار بار فرمانے پر حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کے پاس وہ بھیجدیں انھوں نے تقسیم فرمادیں یہ قصہ تو دن میں گذرا اور شام کو کہ دوشنبہ کی رات حضورؐ کی زندگی کی آخری رات تھی حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں چراغ میں تیل بھی نہ تھا ایک عورت کے پاس چراغ بھیجا کہ حضورؐ کی طبیعت زیادہ خراب ہے وصال کا وقت قریب ہے اس میں گھی ڈالدو کہ اسی کو جلالیں (ترغیب) حضرت ام سلمہ رضؓ سے اس قسم کا اور قصہ نقل کیا گیا وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ تشریف لائے اور آپ کے چہرۂ مبارک پر تغیّر (گرانی) کا اثر تھا میں یہ سمجھی کہ طبیعت ناساز ہے. میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے چہرہ پر کچھ گرانی کا اثر ہے کیا بات ہوئی فرمایا سات دینار رات آگئے تھے وہ بستر کے کونے پر پڑے ہیں اب تک خرچ نہیں ہوئے (عراقی احیاء) حضورؐ کی خدمت میں ہدایا تو آتے ہی رہتے تھے. لیکن دن ہو، رات ہو، صحت ہو، بیماری ہو اس وقت تک طبیعت مبارک پر بوجھ رہتا تھا جب تک وہ خرچ نہ ہو جائیں اور حد یہ ہے کہ اپنے گھر میں بیماری کی شدت میں رات کو جلانے کو تیل بھی نہیں لیکن سات اشرفیاں موجود ہونے پر بھی گھر کی ضرورت کا نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا نہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ ہی کو یاد آیا کہ تھوڑا سا تیل ہی منگالیں مجھے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا یہ معمول دیکھنے کا بارہا

موقعہ ملا کہ رات کو وہ اپنے ملک میں کوئی روپیہ پیسہ رکھنا نہیں چاہا کرتے تھے قرضہ تو ہمیشہ ہی سر رہا حتیٰ کہ وصال کے وقت بھی سات آٹھ ہزار روپیہ قرض تھا اس لئے اگر رات کو روپیوں کی کوئی مقدار ہوتی تو وہ کسی قرض خواہ کے حوالہ کر دیتے اور پیسے ہوتے تو وہ بچوں میں سے کسی کو دیدیتے اور فرمایا کرتے تھے میرا نہیں جی چاہتا کہ یہ گندگی رات کو میرے پاس رہے موت کا اعتبار نہیں ہے اس سے بڑھ کر میں نے حضرت اقدس قدوۃ الزاہدین شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق سُنا ہے کہ حضرت کے پاس فتوحات کی کثرت تھی اور جب کچھ جمع ہو جاتا تو بہت اہتمام سے سکو خیر کے مواقع میں تقسیم فرما دیا کرتے اس کے بعد پھر کہیں سے کچھ آجاتا تو چہرہ مبارک پر گرانی کے آثار ہوتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ اور آ گیا۔ آخر میں حضرت نے اپنے پہننے کے کپڑے بھی تقسیم فرما دیئے تھے اور اپنے مخصوص خادم حضرت مولانا عبدالقادر صاحب زاد مجدہم سے فرمایا تھا کہ بس اب تو تم سے کپڑا مستعار لے کر پہن لیا کروں گا اللہ کے اولیاء کی شانیں اور انداز بھی عجیب ہوا کرتے ہیں یہ بھی ایک ولولہ ہے کہ جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس جاویں اس دنیا کے متاع کا ذخیرہ ملک میں نہ ہو۔

(۵) عن ابی ھریرۃ قال قال رجل یا رسول اللہ ای الصدقۃ اعظم اجرًا قال ان تصدق وانت صحیح شحیح تخشی الفقر وتامل الغنی ولا تمھل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلان کذا وقد کان لفلان ۔ متفق علیہ ۔ (مشکوٰۃ)

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا صدقہ ثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے حضورؐ نے فرمایا یہ کہ تو صدقہ ایسی حالت میں کرے کہ تندرست ہو مال کی حرص دل میں ہو اپنے فقیر ہو جانے کا ڈر ہو اپنے مالدار ہونے کی تمنا ہو اور صدقہ کرنے کو اس وقت تک موخر نہ کر کہ روح حلق تک پہونچ جائے یعنی مرنے کا وقت قریب آجائے تو تو یوں کہے کہ اتنا مال فلاں (مسجد) کا اور اتنا

مال فلاں (مدرسہ) کا حالانکہ اب مال
فلاں (وارث) کا ہوگیا۔

ف۔ فلاں (وارث) کا ہوگیا کا مطلب یہ ہے کہ وارث کا حق اس میں شامل ہوگیا اسی لئے وصیت صرف ایک تہائی میں ہوسکتی ہے اور مرض الموت کے صدقات بھی تہائی میں ہوسکتے ہیں اس سے زیادہ کا حق مرنے والے کو نہیں ہے۔ اسی واسطے ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کا مال صرف تین چیزیں ہیں جو کھالیا یا پہن لیا یا اللہ کے خزانہ میں صدقہ کرکے جمع کر دیا اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ جانے والا ہے یعنی یہ شخص اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں ایک درم صدقہ کردے وہ اس سے بہتر ہے کہ مرتے وقت سَو درم صدقہ کرے (مشکوٰۃ) اس لئے کہ واقعی مرتے وقت تو وہ گویا دوسرے کے مال میں سے صدقہ کر رہا ہے کہ اب اس کا کیا رہا اس کو تو بہرحال اس مال کو چھوڑ کر جانا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جو شخص مرتے وقت صدقہ کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص جب خوب پیٹ بھرلے تو بچے ہوئے کھانے کا ہدیہ تحفہ کسی کے پاس لے کر جائے (مشکوٰۃ)
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مثالوں سے اس پر تنبیہ فرمائی کہ اصل صدقہ کا وقت تندرستی اور صحت کا ہے کہ اپنے نفس سے اصل مقابلہ اسی وقت ہے لیکن ان سب کا مطلب یہ نہیں کہ مرتے وقت کا صدقہ یا وصیت بیکار ہے بہرحال ثواب اس کا بھی ہے ذخیرۂ آخرت وہ بھی بنتا ہے البتہ اتنا ثواب نہیں ہوتا جتنا اپنی ضرورتوں اور راحتوں کے مقابلہ میں صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ کُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (بقرہ ع ۲۲) تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑے تو والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے لئے

کچھ وصیت کرجائے جو معروف طریقہ پر ہو جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری چیز ہے یہ حکم جو اس آیت شریفہ میں ذکر کیا گیا ابتداء اسلام کا ہے اس وقت ماں باپ کے لئے بھی وصیت فرض تھی اس کے بعد جب میراث کا حکم نازل ہوا تو والدین اور جن رشتہ داروں کا حق شریعت نے معین کر دیا ان کے لئے وصیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ لیکن جن رشتہ داروں کا حق شریعت نے مقرر نہیں کیا ان کے لئے ایک تہائی مال میں وصیت کا حق اب بھی باقی ہے۔ لیکن میراث کے حکم سے پہلے یہ فرض تھا اب فرض نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ کے حکم سے ان کو وصیت منسوخ ہو گئی جو وارث بنتے ہیں اور جو وارث نہیں بنتے ان کو وصیت منسوخ نہیں ہوئی قتادہ کہتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں وصیت اب ان کے لئے رہ گئی جو وارث نہیں ہوتے خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں (درمنثور)

ایک حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد آیا ہے اے آدم کے بیٹے تو زندگی میں بخیل تھا۔ مرنے کے وقت اسراف کرنے لگا دو برائیاں اکٹھی نہ کر ایک زندگی (میں بخل) کی دوسری مرنے کے وقت کی تو اپنے ایسے رشتہ داروں کو دیکھ جو تیری میراث سے محروم ہیں اور ان کے لئے کچھ وصیت کر جا (کنز) آیات میں ۲۷ پر خود حق تعالیٰ شانہ کے پاک کلام میں بھی اس طرف اشارہ گذر چکا ہے کہ صدقہ اس وقت کا افضل ہے جب کہ آدمی کو مال کی محبت ستا رہی ہو بمقابلہ اس کے کہ دل سرد ہو چکا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہ اس شخص سے ناراض ہوتے ہیں جو اپنی زندگی میں تو بخیل ہو اور مرنے کے وقت سخی ہو (کنز) اس لئے جو لوگ صدقات و اوقاف میں مرنے کے وقت کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ پسندیدہ چیز نہیں ہے اوّل تو اسی کا علم کسی کو نہیں کہ کب اور کس طرح موت آجائے متعدد واقعات اس قسم کے قابل عبرت دیکھنے میں آئے کہ مرنے کے وقت بہت کچھ صدقات اور اوقاف کرنے کی امنگیں لوگوں میں تھیں لیکن بیماری نے ایسا گھیرا کہ مہلت ہی نہ لینے دی کسی پر فالج گر گیا کسی کی زبان بند ہو گئی کہیں ورثہ تیماردار بیچ میں حائل ہو گئے اور اگر ان سب عوارض سے بچ کر اس کی نوبت آبھی جائے جو بہت کم آتی ہے

تب بھی وہ درجہ ثواب کا تو ہوتا نہیں جو اپنی خواہشات کو نقصان پہونچا کر صدقہ کرنے کا ہے البتہ اگر اپنی زندگی میں کوتاہی سے نہ کر سکا ہو تو مرنے کے وقت کو غنیمت سمجھے کہ مرنے کے بعد کوئی کسی کو نہیں پوچھتا سب دو چار دن رو کر بھول جاتے ہیں روزانہ کے یہ مشاہدے ہیں جو کچھ لیجانا ہے خود ہی اپنے ساتھ لے جاوے کام دے گا۔

(۸) عن ابی ھریرۃ رضؓ ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم قال قال رجل لاتصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید سارق فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی سارق فقال اللھم لک الحمد علی سارق لا تصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہا فوضعھا فی ید زانیۃ فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی زانیۃ فقال اللھم لک الحمد علی زانیۃ لا تصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید غنی فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی غنی فقال اللھم لک الحمد علی سارق وزانیۃ وغنی فاتی فقیل لہ اما صدقتک علی سارق فلعلہ ان یستعف عن سرقتہ واما الزانیۃ فلعلہا ان تستعف عن زناھا واما الغنی فلعلہ یعتبر فینفق مما اعطاہ اللّٰہ

(بنی اسرائیل کے) ایک آدمی نے اپنے دل میں کہا کہ آج رات کو چپکے سے صدقہ کروں گا۔ چنانچہ رات کو چپکے سے ایک آدمی کے ہاتھ میں مال دے کر چلا آیا صبح کو لوگوں میں آپس میں چرچا ہوا کہ رات کوئی شخص ایک چور کو صدقہ دے گیا اس صدقہ کرنے والے نے کہا یا اللہ چور پر صدقہ کرنے میں بھی تیرے ہی لئے تعریف ہے (کہ اس سے بھی زیادہ بدحال کو دیا جاتا تو بھی میں کیا کر سکتا تھا) پھر اس نے دوبارہ ٹھانی کہ آج رات کو پھر صدقہ کروں گا (کہ پہلا تو ضائع گیا) چنانچہ رات کو صدقہ کا مال لے کر نکلا اور اس کو ایک عورت کو دے آیا۔ (یہ خیال کیا ہوگا کہ یہ تو چوری کیا کرےگی) صبح کو چرچا ہوا کہ رات کوئی شخص فلاں بدکار عورت کو صدقہ دے گیا اس نے کہا یا اللہ تیرے ہی لئے تعریف ہے زنا کرنے والی عورت پر بھی (کہ میرا مال تو اس سے بھی کم درجہ کے قابل تھا) پھر

متفق علیہ مشکوٰۃ

تیسری مرتبہ ارادہ کیا کہ آج رات کو ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ رات کو صدقے کو گیا اور اس کو ایک شخص کو دے دیا جو مالدار تھا۔ صبح کو چرچا ہوا کہ رات ایک مالدار کو صدقہ دیا گیا ہے صدقہ دینے والے نے کہا یا اللہ تیرے ہی لئے تعریف ہے چور پر بھی زنا کرنے والی عورت پر بھی اور غنی پر بھی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ (تیرا صدقہ قبول ہوگیا ہے) تیرا صدقہ چور پر (اس لئے کرایا گیا) کہ شاید وہ اپنے چوری کی عادت سے توبہ کرلے اور زانیہ پر اس لئے کہ وہ شاید زنا سے توبہ کرلے (جب وہ یہ دیکھے گی کہ بغیر منہ کالا کرائے بھی اللہ جل شانہ عطا فرماتے ہیں تو اس کو غیرت آئے گی) اور غنی پر اس لئے تاکہ اس کو عبرت حاصل ہو۔ (کہ اللہ کے بندے کس طرح چھپ کر صدقہ کرتے ہیں اس کی وجہ سے شاید وہ بھی اس مال میں سے جو اس کو اللہ جل شانہ نے عطا فرمایا ہے۔ صدقہ کرنے لگے۔

ف - ایک حدیث میں یہ قصہ اور طرح سے ذکر کیا گیا ہے ممکن ہے کہ وہ دوسرا قصہ ہو کہ اس قسم کے متعدد واقعات میں کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ یہی قصہ ہے تو اس سے اس قصہ کی کچھ وضاحت ہوتی ہے - طاؤس کہتے ہیں کہ ایک شخص نے منت مانی کہ جو شخص سب سے پہلے اس آبادی میں نظر پڑے گا۔ اس پر صدقہ کروں گا اتفاق سے

سب سے پہلے ایک عورت ملی اس کو صدقہ کا مال دیدیا لوگوں نے کہا کہ یہ تو بڑی خبیث عورت ہے اس صدقہ کرنے والے نے اس کے بعد جو شخص سب سے پہلے نظر پڑا اس کو مال دیا لوگوں نے کہا کہ یہ تو بدترین شخص ہے اس شخص نے اس کے بعد جو سب سے پہلے نظر پڑا اس پر صدقہ کیا لوگوں نے کہا کہ یہ تو بڑا مالدار شخص ہے صدقہ کرنے والے کو بڑا رنج ہوا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ جل شانہ نے تیرے تینوں صدقے قبول کر لئے وہ عورت فاحشہ عورت تھی لیکن محض ناداری کی وجہ سے اس نے یہ فعل اختیار کر رکھا تھا جب سے تو نے اس کو مال دیا ہے اس نے یہ برا کام چھوڑ دیا ہے۔ دوسرا شخص چور تھا اور وہ بھی تنگدستی کی وجہ سے چوری کرتا تھا تیرے مال دینے پر اس نے چوری سے علیحدگی اختیار کر لی تیسرا شخص مالدار ہے اور کبھی صدقہ نہ کرتا تھا تیرے صدقہ کرنے سے اس کو عبرت ہوئی کہ میں اس سے زیادہ مالدار ہوں اس لئے زیادہ صدقہ کرنے کا مستحق ہوں اب اس کو صدقہ کی توفیق ہو گئی (کنز) اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر صدقہ کرنے والے کی نیت اخلاص کی ہو اور اس کے باوجود وہ بے محل پہونچ جائے تو اس میں بھی اللہ جل شانہ کی کوئی حکمت ہوتی ہے اس سے رنجیدہ نہ ہونا چاہئے آدمی کا اپنا کام یہ ہے کہ اپنی نیت اخلاص کی رکھے کہ اصل چیز اپنا ہی ارادہ اور فعل ہے اور ان صدقہ کرنے والے بزرگ کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی کہ باوجود اپنی کوشش کے جب صدقہ بے جگہ صرف ہو گیا تو اس کی وجہ سے بددل ہو کر صدقہ کرنے کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ دوبارہ سہ بارہ صدقہ کو اپنے مصرف پر خرچ کرنے کی کوشش کرتے رہے یہی وہ ان کا اخلاص اور نیک نیتی تھی جس کی برکت سے تینوں صدقے قبول بھی ہو گئے اور قبول کی بشارت بھی خواب میں ظاہر ہو گئی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر صدقہ ظاہر کے اعتبار سے اپنے محل پر خرچ نہ ہوا ہو تو اس کو دوبارہ ادا کرنا مستحب ہے اور دوبارہ ادا کرنے سے اکتانا نہیں چاہیئے جیسا کہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ خدمت کو قطع نہ کرو اگرچہ عدم قبول کے آثار ظاہر ہوں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ جل شانہ آدمی کی نیک نیتی کا بدلہ ضرور عطا فرماتے ہیں اس لئے کہ ان صدقہ کرنے

والوں نے خالص اللہ کے واسطے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اسی لئے رات کو چھپا کر دیا تھا تو حق تعالیٰ شانہ نے اس کو قبول فرمایا اور بے محل خرچ ہو جانے کی وجہ سے مردود نہیں ہوا۔

(۷) عن علی رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا رواہ رزین مشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو اس لئے کہ بلا صدقہ کو پھاند نہیں سکتی۔

ف:۔ یعنی اگر کوئی بلا مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو وہ صدقہ کی وجہ سے پیچھے رہ جاتی ہے ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کرتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا اپنے مالوں کو زکوٰۃ ادا کرکے پاک کرو اور اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو اور مصیبتوں کی موجوں کا دعا سے استقبال کرو (ترغیب) کنز العمال میں کئی احادیث کے ذیل میں یہ مضمون آیا ہے کہ اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کیا کرو اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ صدقہ کی کثرت بیماری سے شفا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ سے بیماروں کا علاج کیا کرو کہ صدقہ امراض و بیماریوں کو بھی ہٹاتا ہے اور بیماریوں کو بھی ہٹاتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے اور عمر بڑھاتا ہے (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کرنا ستر بلاؤں کو روکتا ہے جن میں کم سے کم درجہ جذام کی اور برص کی بیماری ہے (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے تفکرات اور غموں کی تلافی صدقہ سے کیا کرو اس سے حق تعالیٰ شانہ تمہاری مضرت کو بھی دفع کرے گا اور تمہارے دشمن پر مدد کرے گا (کنز) ایک اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے تو جب تک پہننے والے کے بدن پر ایک بھی ٹکڑا اس کپڑے کا رہے گا پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔ ابن ابی الجعد کہتے ہیں کہ صدقہ برائیوں کے ستر دروازے بند کرتا ہے (احیاء) ایک حدیث میں ہے کہ

صبح کو سویرے سویرے صدقہ کر دیا کرو اس لئے کہ بلا صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی (ترغیب) آیات کے ذیل میں ۹ پر ابن ابی الجعد کی نقل سے ایک واقعہ بھی بھیڑیئے کا گذر چکا ہے۔ اور متعدد روایات اس مضمون کی گذر چکی ہیں حضرت انس رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ صدقہ اللہ جل شانہ کے غصّہ کو دور کرتا ہے اور بری موت کو ہٹاتا ہے (مشکوٰۃ) علماء نے لکھا ہے کہ صدقہ مرنے کے وقت شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رکھتا ہے اور مرض کی شدّت کی وجہ سے ناشکری کے الفاظ نکلنے سے حفاظت کرتا ہے اور ناگہانی موت کو روکتا ہے۔ غرض حسن خاتمہ کا معین ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ قبر کی گرمی کو زائل کرتا ہے اور آدمی قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا (کنز) یعنی جتنا زیادہ صدقہ کرے گا اتنا ہی زیادہ سایہ ہوگا۔

حضرت معاذ رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور رکھے۔ حضور نے فرمایا تم نے بہت بڑی بات پوچھی اور وہ بہت آسان چیز ہے جس پر اللہ جل شانہ آسان کر دے اور وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی اخلاص سے عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ نماز کو قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ رمضان المبارک کے روزے رکھو اور بیت اللہ شریف کا حج کرو۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں خیر کے دروازے بتاؤں (یعنی جن دروازوں سے آدمی خیر تک پہونچتا ہے) اور وہ یہ ہیں۔ روزہ ڈھال ہے۔ (یعنی جیسا ڈھال کی وجہ سے آدمی دشمن کے حملہ کو روکتا رہتا ہے اسی طرح روزہ کے ذریعہ شیطان کے حملوں کو روکتا ہے) اور صدقہ خطاؤں کو ایسا بجھا دیتا ہے جیسا پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور رات کے درمیانی حصہ میں نماز (بھی ایسی ہی چیز ہے) اس کے بعد حضور نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی تتجافی جنوبھم یہ آیت شریفہ آیات کے ذیل میں ۱۹ پر گذر چکی ہے پھر حضور نے فرمایا کہ میں تم کو سارے کام کا سر اور اس کا ستون اور اس کی بلندی بتاؤں۔ سب کا سر تو اسلام ہے (کہ اس کے بغیر تو کوئی چیز معتبر ہی نہیں) اور اس کا ستون نماز ہے۔ (کہ جیسے بغیر ستون کے مکان باقی

رہنا مشکل ہے ایسے ہی بغیر نماز کے اسلام کا بقا مشکل ہے) اور اس کی بلندی جہاد ہے (یعنی جہاد سے اس کو بلندی ملتی ہے) پھر حضور نے فرمایا کہ ان سب چیزوں کی جڑ بتاؤں (جس پر ساری بنیاد قائم ہوتی ہے) حضور نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ اس کو قابو میں رکھو حضرت معاذ رضؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا ہم اس پر بھی پکڑے جائیں گے جو کچھ بات چیت زبان سے کر لیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا تجھ کو تیری ماں روئے اے معاذ کیا آدمیوں کو ناک کے بل اوندھے منہ جہنم میں زبان کے علاوہ اور کوئی چیز بھی ڈالتی ہے (مشکوٰۃ) تجھکو تیری ماں روئے عرب کے محاورہ میں تنبیہ کے لئے بولا جاتا ہے حاصل یہ ہے کہ ہم زبانوں کو جو قینچی کی طرح چلاتے رہتے ہیں وہ سب مجموعہ اعمال نامہ میں تلے گا اور اس میں لغو اور بے ہودہ ناجائز چیزیں جتنی بولتے ہیں وہ جہنم میں جانے کا سبب ہوتی ہیں ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آدمی اللہ جل شانہ کی خوشنودی کا کوئی کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس کو وہ بولنے والا کچھ اہم بھی نہیں سمجھتا۔ لیکن حق تعالیٰ شانہ اس کلمہ کی وجہ سے اس کے درجے جنت میں بلند کر دیتے ہیں اور آدمی اللہ جل شانہ کی ناراضی کا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس کو وہ کہنے والا سرسری سمجھتا ہے لیکن اس کلمہ کی وجہ سے جہنم میں پھینکدیا جاتا ہے ایک روایت میں ہے کہ جہنم میں اتنی دور پھینکدیا جاتا ہے جیسا کہ مشرق سے مغرب دور ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص دو چیزوں کا ذمہ لے لے کہ بے محل استعمال نہیں کرے گا ایک وہ چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور دوسری وہ جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرمگاہ) تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں آدمیوں کو کثرت سے یہی دو چیزیں ڈالتی ہیں ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی کوئی کلمہ زبان سے نکالتا ہے اور محض اتنی غرض ہوتی ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے تفریح ہو گی لیکن اس کے وبال سے جہنم میں اتنی دور پھینکدیا جاتا ہے جتنی آسمان سے زمین دور ہے حضرت سفیان ثقفیؓ نے حضور سے پوچھا کہ آپ کو اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر کس چیز کا ہے۔ حضور نے اپنی زبان

مبارک پکڑ کر فرمایا کہ اس کا (مشکوٰۃ) انکے علاوہ اور بہت سی روایات میں مختلف عنوانوں سے یہ چیز وارد ہوئی ہے ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں یقیناً آدمی کو اس کا اکثر لحاظ رکھنا چاہیئے کہ زبان سے جو کچھ کہہ رہا ہے اس سے اگر کوئی نفع نہ پہونچے تو کم از کم کسی آفت اور مصیبت میں تو گرفتار نہ ہو۔ حضرت سفیان ثوری مشہور امام حدیث اور فقہ ہیں فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک گناہ صادر ہو گیا تھا جس کی وجہ سے پانچ مہینہ تک تہجد سے محروم رہا کسی نے پوچھا ایسا کیا گناہ ہو گیا تھا فرمایا ایک شخص رو رہا تھا میں نے اپنے دل میں یہ کہا تھا یہ شخص ریاکار ہے (احیاء) یہ دل میں کہنے کی نحوست ہے ہم لوگ اس سے کہیں زیادہ سخت لفظ زبان سے لوگوں کے متعلق کہتے رہتے ہیں۔ اور بے وجہ کہتے رہتے ہیں اور اگر اس سے مخالفت بھی ہو پھر تو اس کے اوپر بہتان باندھنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتے اس کے ہر ہنر کو عیب اور ہر عیب کو زیادہ وقیع بنا کر شہرت دیتے ہیں۔

(۸) عن ابی هریرۃ رضؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مانقصت صدقة من مال وما زاد اللّٰه عبدا بعفو الا عزا وما تواضع احد للّٰه الا رفعه رواه (مسلم مشکوٰۃ)	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صدقہ کرنا مال کو کم نہیں کرتا اور کسی کی خطا اور کسی کے تصور کو معاف کر دینا معاف کرنے والے کی عزت ہی کو بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ جل شانہ کی رضا کے خاطر تواضع اختیار کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کو رفعت اور بلندی عطا فرماتے ہیں۔

ف۔ اس حدیث پاک میں تین مضمون وارد ہوئے ہیں ۱ یہ کہ صدقہ دینے سے ظاہر کے اعتبار سے اگرچہ مال میں کمی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں مال میں اس سے کمی نہیں بلکہ اس کا بدل اور نعم البدل آخرت میں تو ملتا ہی ہے جیسا کہ اب تک کی سب آیات اور روایات سے بکثرت معلوم ہو چکا ہے دنیا میں بھی اکثر اس کا بدل ملتا ہے۔ جیسا کہ آیات میں نمبر ۱۴ پر اس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے اور نمبر ۲ پر تو گویا اس کی تصریح گذر چکی ہے کہ جو کچھ تم (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرو گے اللہ جل شانہ اس کا بدل عطا

کریگا۔ اور اس آیت کے ذیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات اس کی تائید میں گذر چکے ہیں اور احادیث کے ذیل میں ۲۲ پر حضور کا ارشاد گذر چکا ہے کہ روزانہ دو فرشتے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور روکنے والے کو بربادی عطا کر۔ حضرت ابوکبشہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہیں قسم کھاکر بیان کرتا ہوں اور اس کے بعد ایک بات خاص طور سے تمہیں بتاؤں گا اس کو اچھی طرح محفوظ رکھنا وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں ان میں سے اوّل یہ ہے کہ کسی بندہ کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور دوسری یہ ہے کہ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس صبر کی وجہ سے اس کی عزت بڑھاتے ہیں اور تیسری یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس پر فقر کا دروازہ کھولتے ہیں۔ ان تین کے بعد ایک بات تمہیں بتاتا ہوں اس کو محفوظ رکھو وہ یہ ہے کہ دنیا میں چار قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے علم بھی عطا فرمایا اور مال بھی عطا فرمایا وہ (اپنے علم کی وجہ سے) اپنے مال میں اللہ سے ڈرتا ہے (کہ اس کی خلاف مرضی خرچ نہیں کرتا بلکہ) صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ کے لئے اس مال میں نیک عمل کرتا ہے اس کے حقوق ادا کرتا ہے یہ شخص سب سے اونچے درجوں میں ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے علم عطا فرمایا اور مال نہیں دیا اس کی نیت سچی ہے وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتا تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی نیت کی وجہ سے اُس کو بھی وہی ثواب دیتا ہے جو پہلے کا ہے اور یہ دونوں ثواب میں برابر ہو جاتے ہیں تیسرے وہ شخص ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے مال عطا کیا مگر علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں گڑبڑ کرتا ہے (بے محل لہو و لعب اور شہوتوں میں خرچ کرتا ہے) نہ اس مال میں اللہ کا خوف کرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے نہ حق کے موافق خرچ کرتا ہے یہ شخص (قیامت میں) خبیث ترین درجہ میں ہوگا چوتھا وہ شخص ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے نہ مال عطا کیا نہ علم وہ یہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہو تو میں بھی فلاں

(یعنی ﷺ) کی طرح خرچ کردں تو اس کو اس کی نیت کا گناہ ہوگا اور وبال میں یہ اور یہ برابر ہو جائینگے (مشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وقال حدیث صحیح) حضرت ابن عباس رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ صدقہ کرنا مال کو کم نہیں کرتا اور جب کوئی شخص صدقہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ مال فقیر کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ جل شانہٗ کے پاک ہاتھ میں جاتا ہے (یعنی قبول ہوتا ہے) اور جو شخص ایسی حالت میں دست سوال بڑھاتا ہے کہ بغیر سوال کے اس کا کام چل جاتا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ اس پر فقر کا دروازہ کھولدیتے ہیں (ترغیب) حضرت قیس بن سلع انصاری فرماتے ہیں کہ میرے بھائیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی کہ یہ بہت اسراف کرتا ہے اور اپنے مال کو بے جا خرچ کرتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں باغ میں سے اپنا حصہ لے لیتا ہوں اور اللہ کے راستہ میں بھی خرچ کرتا ہوں اور جو مجھ سے ملنے آتے ہیں انکو بھی کھلاتا ہوں۔ حضورؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر تین بار فرمایا کہ خرچ کیا کر اللہ جل شانہٗ تجھ پر خرچ فرمائیں گے اس کے کچھ عرصہ بعد میں ایک سفر جہاد میں چلا تو میرے پاس سواری بھی اپنی تھی اور اپنے سب گھر والوں سے زیادہ ثروت مجھے حاصل تھی۔ (ترغیب) یعنی جو لوگ بڑی احتیاط کے ساتھ خرچ کرتے تھے ان کے پاس اتنا نہ تھا جتنا مجھ بے دریغ خرچ کرنے والے کے پاس تھا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا اے لوگو اللہ سے توبہ کرو قبل اسکے کہ تمہیں موت آجائے اور نیک کاموں میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ تم اِدہر اُدہر مشغول ہو جاؤ اور اپنے اور اللہ جل شانہٗ کے درمیان تعلقات کو جوڑ لو اس کا ذکر کثرت سے کر کے اور مخفی اور علانیہ صدقہ بہت کثرت سے دیکر کہ اس کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جائیگا تمہاری مدد کی جائے گی تمہارے نقصان کی تلافی کیجائے گی (ترغیب)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کے ذریعہ رزق پر مدد چاہو۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ صدقے کے ذریعہ سے رزق اتارو (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ سے مال میں زیادتی ہوتی ہے (کنز) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہیں قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں ان چیزوں پر قسم کھاتا ہوں اول یہ کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اس لئے خوب صدقہ کیا کرو دوسرے یہ کہ جس بندہ پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس کو معاف کر دے تو حق تعالیٰ شانہ قیامت میں اس کی عزت بڑھاتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ نہیں کھولتا کوئی بندہ سوال کے دروازہ کو مگر حق تعالیٰ شانہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں (ترغیب) حضرت ابو سلمہؓ سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا پس صدقہ کیا کرو (در اول) کم نہ ہونے کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کا نعم البدل بہت جلد عطا فرماتے ہیں۔ حضرت حبیب عجمی مشہور بزرگ ہیں انکی بیوی ایک مرتبہ آٹا گوندھ کر برابر کے گھر سے آگ لینے گئیں پیچھے کوئی سائل آگیا حضرت حبیب نے وہ آٹا اس سائل کو دے دیا۔ جب آگ لے کر آئیں تو آٹا ندارد خاوند سے پوچھا آٹا کیا ہوا وہ کہنے لگے کہ روٹی پکنے گیا ہے ان کو یقین نہ آیا اصرار کرنے لگیں۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ تو میں نے صدقہ کر دیا کہنے لگے۔ سبحان اللہ تم نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اتنا ہی آٹا تھا اب سب کیا کھائیں گے۔ آخر ہمارے لئے بھی تو کچھ چاہئے تھا وہ کہہ ہی رہی تھیں کہ ایک آدمی بڑے پیالہ میں گوشت اور روٹیاں لے کر حاضر ہوا کہنے لگیں کیسے جلدی پکا لائے اور سالن اضافہ میں ساتھ لائے (روض) اس قسم کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں مگر ہم چونکہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے اس لئے غور بھی نہیں کرتے کہ یہ نعمت کس چیز کے بدلہ میں ملی ایسی چیزوں کو سمجھتے ہیں کہ اتفاقاً فلاں چیز مل گئی ورنہ کیا ہوتا حالانکہ وہ چیز آئی ہی ہے خرچ کرنے کی وجہ سے۔

(۹) عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال بینا رجل بفلاة من الارض فسمع صوتا فی سحابة اسق حدیقة	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ایک جنگل میں تھا اس نے ایک بادل میں سے یہ آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے اس آواز کے بعد فوراً وہ بادل ایک طرف چلا اور ایک پتھریلی زمین پر

فلان فتنحی ذلک السحاب فافرغ ماءہ
فی حرۃ فاذا شرجۃ من تلک الشراج
قد استوعبت ذلک الماء کلہ فتتبع
الماء فاذا رجل قائم فی حدیقتہ یحول
الماء بمسحاتہ فقال لہ یا عبد اللہ ما
اسمک قال فلان الاسم الذی سمع
فی السحابۃ فقال لہ یا عبد اللہ لم
تسألنی عن اسمی فقال انی سمعت صوتاً فی
السحاب الذی ھذا ماءہ یقول
اسق حدیقۃ فلان لاسمک فما
تصنع فیھا قال اما اذا قلت ھذا
فانی انظر الی ما یخرج منھا فاتصدق
بثلثہ واٰکل انا وعیالی ثلثا وارد فیھا
ثلثہ رواہ مسلم ۔ (مشکوٰۃ)

خوب پانی برسا اور وہ سارا پانی ایک
نالے میں جمع ہو کر چلنے لگا یہ شخص جس نے
آواز سُنی تھی اس پانی کے پیچھے چل دیا
وہ پانی ایک جگہ پہونچا جہاں ایک شخص
کھڑا ہوا بیلچہ سے اپنے باغ میں پانی
پھیر رہا تھا اس نے باغ والے سے پوچھا
کہ تمہارا کیا نام ہے انھوں نے وہی نام
بتایا جو اس نے بادل میں سے سُنا
تھا پھر باغ والے نے اس سے پوچھا
کہ تم نے میرا نام کیوں دریافت کیا اس
نے کہا کہ میں نے اس بادل میں جس کا پانی یہ
آرہا ہے ۔ یہ آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے
باغ کو پانی دے اور تمہارا نام بادل میں
سُنا تھا تم اس باغ میں کیا کام ایسا
کرتے ہو جس کی وجہ سے بادل کو یہ
حکم ہوا کہ اس باغ کو پانی دو) باغ والے
نے کہا کہ جب تم نے یہ سب کہا تو مجھے
بھی کہنا پڑا میں اس کے اندر جو کچھ پیدا
ہوتا ہے اس کو (تین حصے کرتا ہوں) ایک
حصہ یعنی تہائی تو فوراً اللہ کے راستہ میں
صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک تہائی میں اور
میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور ایک
تہائی اسی باغ کی ضروریات میں لگا دیتا ہوں

ف. کس قدر برکت ہے اللہ کے نام پر صرف ایک تہائی آمدنی کے خرچ کرنے کی کہ پردۂ غیب سے اسکے باغ کی پرورش کے سامان ہوتے ہیں اور کھلی مثال ہے اس مضمون کی جو پہلی حدیث میں گذرا کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا کہ باغ کی ایک تہائی پیداوار صدقہ کی تھی اور تمام باغ کے دوبارہ پھل لانے کے انتظامات ہورہے ہیں۔ اس حدیث شریف سے ایک بہترین سبق اور بھی حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ آدمی کو اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے متعین کرلینا زیادہ مفید ہے اور تجربہ بھی یہی ہے کہ اگر آدمی یہ طے کرلے کہ اتنی مقدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنی ہے تو پھر خیر کے مصارف اور خرچ کرنے کے مواقع بہت ملتے رہتے ہیں اور اگر یہ خیال کرے کہ جب کوئی کارِ خیر ہوگا اس وقت دیکھا جائیگا تو اوّل تو کارِ خیر ایسی حالت میں بہت کم سمجھ میں آتے ہیں اور ہر موقع پر نفس اور شیطان یہی خیال دل میں ڈالتے ہیں کہ یہ کوئی ضروری خرچ تو ہے نہیں اور اگر کوئی بہت ہی اہم کام ایسا بھی ہو جس میں خرچ کرنا کھلی خیر ہے تو اکثر موجود نہیں ہوتا۔ اور موجودگی میں بھی اپنی ضروریات سامنے آکر کم سے کم خرچ کرنیکو دل چاہتا ہے اور اگر مہینہ کے شروع ہی میں تنخواہ ملنے پر ایک حصہ علیحدہ کرکے رکھدیا جائے یا روزانہ تجارت کی آمدنی میں سے صندوقچی کا ایک حصہ علیحدہ کرکے اس میں متعینہ مقدار ڈالدی جایا کرے کہ یہ صرف اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے تو پھر خرچ کے وقت دل تنگی نہیں ہوتی کہ اس کو تو بہر حال وہ مقدار خرچ کرنا ہی ہے بڑا مجرّب نسخہ ہے جس کا دل چاہے کچھ روز تجربہ کرکے دیکھ لے۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ مجکو حضرت عبداللہ بن مسعود رضنے قریظہ کی طرف بھیجا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں وہاں جاکر وہی عمل اختیار کروں جو بنی اسرائیل کا ایک نیک مرد کرتا تھا کہ ایک تہائی صدقہ کردوں اور ایک تہائی اس میں چھوڑدوں اور ایک تہائی ان کے پاس لے آؤں (کنز) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی اس نسخہ پر عمل فرماتے تھے۔

(۱۰) عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک ناحشہ عورت (رنڈی) کی اتنی

صلی اللہ علیہ وسلم غفر لامرأۃ
مومسۃ مرت بکلب علی رأس رکی
یلہث کاد یقتلہ العطش فنزعت
خفہا فاوثقتہ بخمارہا فنزعت
لہ من الماء فغفر لہا بذلک قیل
ان لنا فی البہائم اجرا قال فی کل
ذات کبد رطبۃ اجر متفق علیہ
(مشکوٰۃ)

بات پر بخشش کردی گئی کہ وہ چلی جارہی
تھی اس نے ایک کنوئیں پر دیکھا کہ ایک
کتا کھڑا ہوا ہے جس کی زبان پیاس کی
شدت کی وجہ سے باہر نکلی پڑی ہے اور
وہ مرنے کو ہے اس عورت نے اپنے
پاؤں کا (چمڑہ کا) موزہ نکالا اور اس
کو اپنی اوڑھنی میں باندھ کر کنوئیں میں سے
پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ ہم
لوگوں کو جانوروں کے صلہ میں بھی ثواب
ملتا ہے حضور نے فرمایا ہر جگر رکھنے والے (یعنی
جاندار) پر احسان کرنے میں ثواب ہے
(مسلمان ہو یا کافر آدمی ہو یا جانور)

ف یہ قصہ بنی اسرائیل کی ایک رنڈی کا ہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے
(کنز) بخاری شریف وغیرہ میں ایک اور قصہ اسی قسم کا ایک مرد کا بھی آیا ہے حضور نے
ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جنگل میں چلا جارہا تھا اس کو پیاس کی شدت نے بہت پریشان
کیا وہ ایک کنوئیں میں اترا اور جب پانی پی کر باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس
سے بیتاب ہے اور پیاس کی شدت سے گارے میں منہ مار رہا ہے اس شخص کو خیال
ہوا کہ اس کو بھی پیاس کی وہی تکلیف ہو رہی ہے جو مجھے تھی کوئی چیز پانی نکالنے
کی تھی نہیں اس لئے اپنے پاؤں کا موزہ نکالا اور دوبارہ کنوئیں میں اتر کر اس کو بھرا اور
موزہ کو منہ سے پکڑ کر دونوں ہاتھوں کی مدد سے اوپر چڑھا اور وہ پانی اس کتے
کو پلایا حق تعالیٰ شانہ نے اس کے اس کارنامہ کی قدر فرمائی اور اس شخص کی مغفرت
فرمادی صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ جانوروں میں بھی اجر ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا

کہ ہر جگر رکھنے والے (یعنی جاندار) میں اجر ہے (بخاری) ایک حدیث میں ہے ہر گرم جگر والے میں اجر ہے (کنز) موزہ میں پانی بھرنے کا مطلب یہ ہے کہ عرب میں چمڑے کے موزوں کا عام رواج ہے اور ان میں پانی بھرنے سے کم گرتا ہے اور منہ سے پکڑنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جنگل کے کنوؤں میں عام طور سے کچھ اینٹیں وغیرہ اس طرح باہر کو نکال دیتے ہیں کہ جنکی مدد سے آدمی اگر اس کے پاس ڈول رسی نہ ہو تو نیچے اتر سکتا ہے لیکن اترنے چڑھنے کے لئے ہاتھوں سے مدد لینے کی ضرورت ضرور پیش آیا کرتی ہے اس لئے موزہ کو منہ سے سنبھالنا پڑا۔ رسالہ کے ختم پر حکایات کے ذیل میں ع۲۴ پر ایک ظالم کا قصہ بھی ایسا ہی ہے جس نے ایک خارشی کتے کو پناہ دی تھی اس کو وہی بات پسند آگئی۔ ان دونوں حدیثوں میں کتے جیسے ذلیل جانور پر احسان کرنے کا جب یہ بدلہ ہے تو آدمی جو اشرف المخلوقات ہے اس پر احسان کرنے کا کیا کچھ بدلہ ہوگا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ایسے جانور جن کو مارنا مستحب ہے جیسے سانپ، بچھو وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن دوسرے اہل علم حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے مارنے کے حکم کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ان کا پیاسا ہونا معلوم ہو جائے تو ان کو پانی نہ پلایا جائے اس لئے کہ ہم مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ جس کو کسی وجہ سے قتل کیا جائے اس میں بہتری کی رعایت رکھی جائے اسی وجہ سے جس کو قتل کرنا ضروری ہے اس کے بھی ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹنے کی ممانعت ہے (فتح)

ان دونوں حدیثوں سے اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث سے ایک لطیف چیز یہ بھی معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ شانہ کو کسی شخص کا کوئی ایک عمل بھی اگر پسند آجائے تو اس کی برکت سے عمر بھر کے گناہ بخش دیتے ہیں اس کے لطف و کرم کے مقابلہ میں یہ کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ البتہ قبول ہو جانے اور پسند آجانے کی بات ہے یہ ضروری نہیں کہ ہر گنہ گار کے سارے گناہ پانی پلانے سے یا کسی ایک نیکی سے بخش دیئے جائیں ہاں کوئی چیز کسی کی قبول ہو جائے تو کوئی مانع نہیں اس لئے

آدمی کو نہایت اخلاص سے کوشش کرتے رہنا چاہئے اللہ جانے کون سا عمل وہاں پسند آجائے پھر بیڑا پار ہے بڑی چیز اخلاص ہے یعنی خالص اللہ کے لئے کوئی کام کرنا جس میں دنیا کی کوئی غرض شامل نہ ہو نہ اس سے دنیا کمانا مقصود ہو نہ شہرت وجاہت مطلوب ہو ان میں سے کوئی چیز شامل ہو جاتی ہے تو وہ سارا کیا کرایا برباد کر دیتی ہے اور محض اس کے لئے کوئی کام ہو تو معمولی سے معمولی کام بھی پہاڑوں سے وزن میں بڑھ جاتا ہے۔ حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ کو نصیحت کی کہ جب تجھ سے کوئی گناہ صادر ہو جائے تو صدقہ کیا کر (احیاء) اس لئے کہ یہ گناہ کو دھوتا ہے اور اللہ جل شانہ کے غصہ کو دور کرتا ہے۔

(۱) عن علی رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجنۃ لغرفا یری ظھورھا من بطونھا وبطونھا من ظھورھا قالوا لمن ھی قال لمن اطاب الکلام واطعم الطعام وادام الصیام وصلی باللیل والناس نیام اخرجہ ابن ابی شیبۃ والترمذی وغیرھما کذا فی الدر۔	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جو (گویا آئینوں کے بنے ہوئے ہیں کہ) ان کے اندر کی سب چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں اور انکے اندر سے باہر کی سب چیزیں نظر آتی ہیں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کن لوگوں کے لئے ہیں حضور نے فرمایا جو اچھی طرح بات کریں (یعنی ترش روئی سے منہ چڑھا کر بات نہ کریں) اور لوگوں کو کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور ایسے وقت میں رات کو تہجد پڑھیں کہ لوگ سو رہے ہوں۔

ف۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رض جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے یہودی تھے۔ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے میں خبر سنتے ہی دوڑ گیا اور آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر میں نے کہا کہ یہ

مبارک چہرہ جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا وہاں پہونچکر جو سب سے پہلا ارشاد حضور کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا لوگو سلام کا آپس میں رواج ڈالو اور کھانا کھلایا کرو۔ صلہ رحمی کیا کرو اور رات کے وقت جب سب لوگ سوتے ہوں نماز پڑھا کرو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے (مشکوٰۃ) آیات کے ذیل میں بھی ۳۲ کی طویل آیت میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو اور یہ کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض اللہ کے واسطے کھانا کھلاتے ہیں نہ تو ہم تم سے اس کا بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ چاہتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کو روٹی کھلائے کہ اس کا پیٹ بھر جائے اور پانی پلائے کہ پیاس جاتی رہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں کر دیتے ہیں ہر خندق اتنی بڑی کہ سات سو سال میں طے ہو۔ (کنز)

ایک حدیث میں ہے کہ مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی عیال ہے (بمنزلہ اولاد کے) پس اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کو زیادہ نفع پہونچانے والا ہے (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ہر بھلائی کا صدقہ ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اپنے ڈول میں سے پڑوسی کے برتن میں پانی ڈال دے (کنز) اچھی طرح گفتگو کرنے کا اہم جزو یہ بھی ہے کہ اس کو خندہ پیشانی سے بات کرے منہ چڑھا کر ترش روئی سے بات نہ کرے ایک حدیث میں آیا ہے کہ احسان کا کوئی حصہ بھی حقیر نہیں چاہے اتنا ہی ہو کہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آئے ایک حدیث میں ہے کہ کوئی شخص احسان کے کسی درجہ کو بھی حقیر نہ سمجھے اور کچھ بھی نہ ہو تو کم سے کم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی ہی سے پیش آئے (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے تیرا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے کسی کو نیکی کا حکم کرنا یا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے کسی بھولے ہوئے کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے راستہ سے کسی کانٹے وغیرہ تکلیف دینے والی چیز کا ہٹانا بھی صدقہ ہے اپنے ڈول سے کسی کے برتن میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔ (کنز)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جہنمی آدمی ایک صف میں کھڑے

کیے جائیں گے ان پر ایک مسلم (کامل جنتی) گذرے گا اس صف میں سے ایک شخص اس سے کہے گا کہ تو میرے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کردے وہ پوچھے گا کہ تو کون ہے وہ جہنمی کہے گا تو مجھے نہیں پہچانتا تو نے دنیا میں ایک مرتبہ مجھ سے پانی مانگا تھا جس پر میں نے تجھے پانی پلایا تھا اس پر وہ سفارش کریگا (اور وہ قبول ہوجائے گی) اس طرح دوسرا شخص کہے گا تو نے مجھ سے دنیا میں فلاں چیز مانگی تھی وہ میں نے تجھ کو دی تھی۔ (کنز)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جہنمیوں کی صف پر ایک جنتی کا گذر ہوگا تو ان میں سے ایک شخص اس کو آواز دے کر کہے گا کہ تم مجھے نہیں پہچانتے میں وہی تو ہوں جس نے فلاں دن تمہیں پانی پلایا تھا۔ فلاں وقت تمہیں وضو کو پانی دیا تھا (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنتی اور جہنمی لوگوں کی جب صفیں لگ جائیں گی تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنتی صفوں میں سے کسی شخص پر پڑے گی اور وہ اُس کو یاد دلائے گا کہ میں نے دُنیا میں تیرے ساتھ فلاں احسان کیا تھا اس پر وہ جنتی شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں عرض کرے گا یا اللہ اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے اللہ پاک کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طفیل اس کو جنت میں داخل کردیا جائے (کنز) ایک حدیث میں ہے کہ فقراء کی جان پہچان کثرت سے رکھا کرو اور انکے اوپر احسانات کیا کرو ان کے پاس بڑی دولت ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ دولت کیا ہے حضور نے فرمایا کہ ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں کوئی ٹکڑا کھلایا ہو یا پانی پلایا ہو یا کپڑا دیا ہو اُس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچادو۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فقیر سے قیامت میں اسی طرح معذرت کریں گے جیسا کہ آدمی آدمی سے کیا کرتا ہے اور فرمائیں گے کہ میری عزت وجلال کی قسم میں نے دنیا کو تجھ سے اس لئے نہیں ہٹایا تھا کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا بلکہ اس لئے ہٹایا تھا کہ تیرے لئے آج بڑا اعزاز ہے میرے بندے ان جہنمی لوگوں کی صفوں میں چلا جا جس نے تجھے میرے لئے کھانا کھلایا ہو یا کپڑا دیا ہو۔

وہ تیرا ہے وہ اس حالت میں ان میں داخل ہوگا کہ یہ لوگ منہ تک پسینہ میں غرق ہوں گے وہ پہچان کر ان کو جنت میں داخل کرے گا (روض الریاحین) ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک اعلان ہوگا کہ اُمت محمدیہ کے فقراء کہاں ہیں۔ اٹھو اور لوگوں کو میدان قیامت میں سے تلاش کر لو جس شخص نے تم میں سے کسی کو میرے لئے ایک لقمہ دیا ہو میرے لئے کوئی گھونٹ پانی کا دیا ہو یا میرے لئے کوئی نیا یا پرانا کپڑا دیا ہو ان کے ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دو اس پر فقراء اُمت اُٹھیں گے اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ یا اللہ اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا اس نے مجھے پانی پلایا تھا کوئی بھی فقراء اُمت میں سے چھوٹا یا بڑا شخص ایسا نہ ہوگا جو ان کو جنت میں داخل نہ کرائے (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی جاندار کو جو بھوکا ہو کھانا کھلائے حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت کے بہترین کھانوں میں سے کھانا کھلائیں گے۔ (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر سے لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہو خیر اس گھر کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتی ہے جیسی تیزی سے چھری اونٹ کے کوہان میں چلتی ہے (کنز) حضرت عبداللہ بن مبارک رح عمدہ کھجوریں دوسروں کو کھلاتے اور کہتے کہ جو شخص زیادہ کھائے گا اس کو فی کھجور ایک درم دیا جائے گا۔ (احیاء)

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے فقیروں اور مسکینوں کا اکرام کیا آج تم جنت میں اسی طرح داخل ہو جاؤ کہ نہ تم پر کسی قسم کا خوف ہے نہ تم غمگین ہو اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے بیمار فقیروں اور غریبوں کی عیادت کی آج وہ نور کے منبروں پر بیٹھیں اور اللہ جل شانہ سے باتیں کریں اور دوسرے لوگ حساب کی سختی میں مبتلا ہوں گے۔ (کنز) ایک حدیث میں ہے کتنی حوریں ایسی ہیں جن کا مہر ایک مٹھی بھر کھجور یا اتنی ہی مقدار کوئی اور چیز دینا ہے (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلانے سے زیادہ افضل کوئی صدقہ نہیں (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ مغفرت کے واجب کرنے والی چیزوں میں بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے

(کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے یا اس پر سے غم کا ہٹانا ہے یا اس کا قرض ادا کر دینا ہے۔ یا بھوک کی حالت میں اس کو کھانا کھلانا ہے (کنز) یعنی یہ سب اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں جو بھی ہو سکے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مغفرت کی واجب کرنے والی چیزوں میں کسی مسلمان کو خوشی پہونچانا ہے اس کی بھوک کو زائل کرنا ہے اس کی مصیبت کو ہٹانا ہے (کنز)۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی دنیاوی حاجت پوری کرتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کی بہتر ۷۲ حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ جن میں سے سب سے ہلکی چیز اس کے گناہوں کی مغفرت ہے (کنز) یعنی اور حاجتیں مغفرت سے بھی بڑھ کر ہیں نیز حدیث ۱۳ میں بھی اس کا بیان آرہا ہے۔

(۱۲) عن اسماء رضـ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انفقی ولا تحصی فیحصی اللہ علیك ولا توعی فیوعی اللہ علیك ارضخی ما استطعت متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ ؞

حضرت اسماء رضـ فرماتی ہیں کہ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ (خوب) خرچ کیا کیا کر اور شمار نہ کر (اگر ایسا کریگی) تو اللہ جل شانہ بھی تجھ پر شمار کرے گا اور محفوظ کر کے نہ رکھ (اگر ایسا کرے گی) تو اللہ جل شانہ تجھ پر محفوظ کر کے رکھے گا (یعنی کم عطا کریگا) عطا کر جتنا بھی تجھ سے ہو سکے۔

ف :- یہ حضرت اسماء حضرت عائشہ رضـ کی ہمشیرہ ہیں حضور نے اس پاک حدیث میں کئی نوع سے خرچ کے زیادہ کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی اوّل تو خوب خرچ کرنے کا صاف صاف حکم ہی فرمایا لیکن یہ ظاہر ہے کہ خرچ وہی پسندیدہ ہے جو شریعت مطہرہ کے موافق اللہ کی رضا کی چیزوں میں کیا جائے شریعت کیخلاف خرچ کرنا موجب ثواب نہیں وبال ہے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار کرنے کی ممانعت فرمائی جو پہلے ہی مضمون کی تاکید ہے اس کے علماء نے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں ایک یہ کہ گننے سے مراد گن گن کر رکھنا اور جمع کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر تو گن گن کر رکھیگی تو اللہ جل شانہ کی طرف

سے عطا میں بھی تنگی کی جائے گی جیسا کہ ناو یا بھر یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ فقراکو دینے میں شمار نہ کر تا کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے بدلہ اور ثواب بھی بے حساب ملے اس کے بعد پھر اس مضمون کو اور زیادہ مؤکد فرمایا کہ محفوظ کر کے نہ رکھ اگر تو اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے بجائے محفوظ کر کے رکھے گی تو اللہ جل شانہ بھی اپنی عطا اور احسان و کرم کی زیادتی کو تجھ سے روک لے گا اس کے بعد اس کو اور زیادہ مؤکد کرنے کو ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تجھ سے ہو سکے خرچ کیا کر یعنی کم و زیادہ کی پرواہ نہ کیا کر نہ یہ خیال کر کہ اتنی بڑی مقدار مناسب نہیں نہ یہ سوچا کر کہ اتنی ذراسی چیز کسی کو کیا دوں جو اپنی طاقت اور قدرت میں ہو اس کے خرچ کرنے میں دریغ نہ کیا کر، دوسری احادیث میں کثرت سے یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جہنم کی آگ سے صدقہ کے ساتھ اپنا بچاؤ اور اپنی حفاظت کرو۔ چاہے کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو کہ وہ بھی جہنم کی آگ سے حفاظت کا سبب ہے۔ بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت اسماء رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور میرے پاس اپنی تو کوئی چیز اب ہے نہیں صرف وہی ہوتا ہے جو (میرے خاوند) حضرت زبیر دیدیں کیا اس میں سے صدقہ کر دیا کروں حضور نے فرمایا کہ صدقہ کیا کر اور برتن میں محفوظ کر کے نہ رکھا کر (اگر ایسا کرے گی) تو اللہ جل شانہٗ بھی تجھ سے (اپنی عطا کو) محفوظ فرمالے گا۔ اس حدیث پاک میں اگر حضرت زبیرؓ کے دینے سے مراد ان کا حضرت اسماء کو مالک بنا دینا ہے تب تو یہ مال حضرت اسماء کا ہو گیا وہ جس طرح چاہیں اپنے مال کو خرچ کریں ان کو اختیار ہے اور اگر اس سے مراد گھر کے اخراجات کے واسطے دینا ہے تو پھر حضور کے ارشاد مبارک کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو حضرت زبیرؓ کی طبیعت سے اس کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ان کو صدقہ کرنے میں گرانی نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو خاص طور سے صدقہ کرنے کی ترغیب اور تاکید فرمائی تھی یہ حضرات صحابہ کرام رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی ترغیبات پر جان و دل سے فدا ہوتے تھے اور اگر کسی شخص کو خصوصی ترغیب و نصیحت حضور

فرما دیتے تو اس کی قدر دانی کا تو پوچھنا ہی کیا ہے سیکڑوں نہیں ہزاروں واقعات اس کے شاہد ہیں حکایات صحابہ کے نویں باب میں مثال کے طور پر چند قصے اس کے لکھ چکا ہوں علامہ سیوطی نے درمنثور میں خود حضرت زبیرؓ سے ایک قصہ نقل کیا ہے جس میں حضور نے ان کو خرچ کرنے کی خصوصی ترغیب دی ہے۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کے سامنے بیٹھا تھا کہ حضور نے (اہتمام اور تنبیہ کے طور پر) میرے عمامہ کا پچھلا کنارہ پکڑ کر فرمایا کہ اے زبیر میں اللہ کا قاصد ہوں تمہاری طرف خاص طور سے اور سب لوگوں کی طرف عام طور سے (یعنی یہ بات تمہیں اللہ جل شانہ کی طرف سے خاص طور سے پہونچاتا ہوں) تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ نے کیا فرمایا ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ جب اپنے عرش پر جلوہ فرما تھا تو اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کی طرف (کرم کی) نظر فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندو تم میری مخلوق ہو میں تمہارا پروردگار ہوں تمہاری روزیاں میرے قبضہ میں ہیں۔ تم اپنے آپ کو ایسی چیز کے اندر مشقت میں نہ ڈالو جس کا ذمہ میں نے لے رکھا ہے اپنی روزیاں مجھ سے مانگو اس کے بعد حضور نے پھر فرمایا کہ اور بتاؤں تمہارے رب نے کیا کہا کہ اے بندے تو لوگوں پر خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا تو لوگوں پر فراخی کر میں تجھ پر فراخی کروں گا تو لوگوں پر خرچ میں تنگی نہ کر تاکہ میں تجھ پر تنگی نہ کروں تو لوگوں سے (بچاکر) باندھ کر نہ رکھ تاکہ میں تجھ سے باندھ کر نہ رکھوں تو خزانہ جمع کر کے نہ رکھ تاکہ میں تیرے (نہ دینے) پر جمع کر کے رکھ لوں رزق کا دروازہ سات آسمانوں کے اوپر کھلا ہوا ہے جو عرش سے ملا ہوا ہے وہ نہ رات کو بند ہوتا ہے نہ دن میں اللہ جل شانہ اس دروازے سے ہر شخص پر روزی اتارتا رہتا ہے۔ اس شخص کی نیت کی بقدر اس کی عطا کی بقدر اسکے صدقہ کی بقدر اسکے اخراجات کی بقدر اسکو عطا فرماتا ہے جو شخص زیادہ خرچ کرتا ہے اسکے لئے زیادہ اتارا جاتا ہے جو کم خرچ کرتا ہے اسکے لئے کمی کر دیجاتی ہے اور جو روک کر رکھتا ہے اس سے روک دیا جاتا ہے۔ اے زبیرؓ خود بھی کھاؤ دوسروں کو بھی کھلاؤ اور باندھ کر نہ رکھو کہ تم پر باندھ کر رکھ دیا جائے اور شمار نہ کرو کہ تم پر

بھی شمار کیا جائے تنگی نہ کرو کہ تم پر بھی تنگی کر دی جائے مشقت میں (لوگوں کو) نہ ڈالو کہ تم پر مشقت ڈال دی جائے۔ اے زبیرؓ اللہ جل شانہ خرچ کرنے کو پسند کرتا ہے اور تنگی کو ناپسند کرتا ہے۔ سخاوت (اللہ جل شانہ کے ساتھ) یقین سے ہوتی ہے اور بخل شک سے پیدا ہوتا ہے جو شخص (اللہ جل شانہ کے ساتھ کامل یقین رکھتا ہو وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا اور جو شک کرتا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ زبیرؓ اللہ جل شانہٗ سخاوت کو پسند کرتا ہے چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بہادری کو پسند کرتا ہے چاہے سانپ اور بچھو ہی کے مارنے میں کیوں نہ ہو۔ اے زبیرؓ اللہ جل شانہ زلزلوں (اور حوادث) کے وقت صبر کو محبوب رکھتا ہے۔ اور شہوتوں کے غلبہ کے وقت ایسے یقین کو پسند کرتا ہے جو سب جگہ سرایت کر جائے (اور شہوت کے پورا کرنے سے روک دے) اور (دین میں) شبہات پیدا ہونے کے وقت عقل کامل کو محبوب رکھتا ہے اور حرام اور گندی چیزوں کے سامنے آنے پر تقوی کو پسند کرتا ہے اے زبیر بھائیوں کی تعظیم کرو اور نیک لوگوں کی عظمت بڑھاؤ اور اچھے آدمیوں کا اعزاز کرو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور فاسق لوگوں کے ساتھ راستہ بھی نہ چلو جو ان چیزوں کا اہتمام کریگا جنت میں بغیر عذاب کے اور بغیر حساب کے داخل ہوگا یہ اللہ کی نصیحت ہے مجھکو اور میری نصیحت ہے تم کو، آیات کے ذیل میں نمبر ۲ پر بھی اس قصہ کی طرف مختصر اشارہ گذر چکا ہے اور اس کے متعلق کلام بھی حضور کے اس تفصیلی ارشاد کے بعد حضرت زبیرؓ کی طبیعت کا جو انداز ہوگا وہ ظاہر ہے ایسی حالت میں حضرت اسماءؓ کو ان کے مال میں سے بے دریغ خرچ کرنیکو اگر فرمایا ہو تو بے محل نہیں ہے حضرت زبیرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی بھی ہیں اگر قرابت والوں سے تعلقات قوی ہوں تو اس قسم کے تصرفات تعلقات کی قوت اور زیادتی کا سبب ہوا کرتے ہیں جن کا مشاہدہ اور تجربہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ہوتا رہتا ہے اس سب کے بعد خود حضرت زبیرؓ کی فیاضی کا کیا پوچھنا صاحب اصابہ نے لکھا ہے

کہ ان کے ایک ہزار غلام تھے جو ان کو خراج ادا کیا کرتے تھے لیکن اس میں سے ذرا سا بھی گھر میں نہ جاتا تھا یعنی سب کا سب صدقہ ہی ہوتا تھا اسی فیاضی کا یہ ثمرہ تھا کہ انتقال کے وقت بائیس لاکھ درم قرضہ تھا جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں مذکور ہے اور قرضہ کی صورت کیا تھی یہ کہ امانت دار بہت تھے محتاط بہت تھے لوگ اپنی امانتیں رکھواتے وہ یہ ارشاد فرما دیتے کہ امانت رکھنے کی جگہ تو میرے پاس ہے نہیں مجھے قرض دیدو جب ضرورت ہو لے لینا اس کو بجائے امانت کے قرض لینے اور خرچ کر دیتے اور ایک حضرت زبیرؓ ہی کیا ان سب حضرات کا ایک ہی سا حال تھا۔ ان حضرات کے یہاں مال رکھنے کی چیز تھی ہی نہیں۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک تھیلی میں چار سو دینار (اشرفیاں) بھرے اور غلام سے فرمایا کہ یہ ابو عبیدہ کو دے آؤ کہ اپنی ضروریات میں خرچ کرلیں اور غلام سے یہ بھی فرمادیا کہ ان کو دینے کے بعد وہیں کسی کام میں مشغول ہو جانا تاکہ دیکھو کہ وہ ان کو کیا کرتے ہیں وہ غلام لے گئے اور جا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیئے حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کو بڑی دعائیں دیں اور اپنی باندی کو بلایا اور اس کے ہاتھ سے سات فلاں اور پانچ فلاں کو اتنے اس کو اتنے اس کو اسی مجلس میں سب ختم کر دیئے غلام نے واپس آکر حضرت عمرؓ کو قصہ سنایا پھر حضرت عمرؓ نے اتنی ہی مقدار ان کے ہاتھ حضرت معاذؓ کو بھیجی اور اس وقت بھی یہی کہا کہ وہاں کسی کام میں لگ جانا۔ تاکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں انھوں نے بھی باندی کے ہاتھ اسی وقت فلاں گھر اتنے فلاں گھر اتنے بھیجنے شروع کر دیئے۔ اتنے میں حضرت معاذؓ کی بیوی آئیں کہ ہم بھی تو مسکین اور ضرورت مند ہیں کچھ ہمیں بھی دیدو حضرت معاذؓ نے وہ تھیلی اُن کے پاس پھینک دی اس میں دو باقی رہ گئیں تھیں باقی سب تقسیم ہو چکی تھیں۔ غلام نے آکر حضرت عمرؓ کو قصہ سنایا حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ سب بھائی بھائی ہیں۔ یعنی سب ایک ہی نمونہ کے ہیں۔ (ترغیب)

(۱۳) عن ابی سعید رضؓ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایما مسلم کسا مسلما ثوبا علی عری کساہ اللّٰہ من خضر الجنۃ وایما مسلم اطعم مسلما علی جوع اطعمہ اللّٰہ من ثمار الجنۃ وایما مسلم سقی مسلما علی ظمأ سقاہ اللّٰہ من الرحیق المختوم رواہ ابو داود والترمذی کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو ننگے پن کی حالت میں کپڑا پہنائے گا حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت کے سبز لباس پہنائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کچھ کھلائے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا اللہ جل شانہ اُس کو ایسی شراب جنت پلائے گا جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی۔

ف۔ مہر لگی ہوئی شراب سے اُس پاک شراب کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک میں نیک لوگوں کے لئے تجویز کی گئی ہے چنانچہ اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد سورۂ تطفیف میں ہے۔ ان الابرار لفی نعیم علی الارائک ینظرون تعرف فی وجوھھم نضرۃ النعیم یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک وفی ذٰلک فلیتنافس المتنافسون ۞ ترجمہ :- نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (بہشت کے عجائب) دیکھتے ہونگے اے مخاطب تو انکے چہروں میں آسائش کی بشاشت اور تراوٹ پہچانے گا ان کو پینے کے لئے خالص شراب سربمہر جس میں مُشک کی مہر ہوگی ملے گی۔ حرص کرنے والوں کو اس چیز میں حرص کرنا چاہیئے۔ یعنی حرص کرنے کی چیزیں یہ ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ رحیق جنت کی شرابوں میں سے ایک شراب ہے جو مُشک سے بنائی گئی ہے اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہے تسنیم کا ذکر اسی صورت میں اس آیت سے آگے ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ تسنیم جنت کی شرابوں میں سے افضل ترین شراب ہے مقربین اس کو خالص پئیں گے اور دوسرے درجہ کے لوگونکی شرابوں میں اس کی آمیزش ہوگی حضرت حسن

بصریؒ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ رحیق ایک شراب ہے جس میں تسنیم کی آمیزش ہے حدیث بالا میں جو فضیلت ارشاد فرمائی ہے وہ ننگے پن کی حالت بھوک اور پیاس کی حالت میں کپڑا پہنانے اور کھلانے پلانے کی فضیلت بیان فرمائی ہے یہ حالت خرچ کرنے والے کی ہے یا جس پر خرچ کیا گیا ہے اس کی ہے دونوں احتمال ہیں۔ پہلی صورت میں حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ خود ننگا ہے یعنی کپڑے کا ضرورت مند ہے اور دوسرے کو اس حالت میں کپڑا پہنائے خود بھوکا ہے اور کھانا کچھ میسر ہو گیا تو دوسرے کو ترجیح دیتا ہے خود پیاسا ہے لیکن پانی اگر مل گیا ہے تو بجائے خود پینے کے دوسرے پر ایثار کرتا ہے اس مطلب کے موافق یہ حدیث پاک قرآن پاک کی اس آیت شریفہ کی تفسیر ہو گی جو آیات کے سلسلہ میں ۲۸ پر گذری ہے۔ یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ کہ یہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود کو احتیاج ہو۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ سب حالات ان لوگوں کے ہیں جن پر خرچ کیا جا رہا ہے اس مطلب کے موافق حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز جتنی زیادہ ضرورت کے موقع پر خرچ کی جائے گی اتنے ہی زیادہ ثواب کی بات ہو گی۔ ایک غریب کو کپڑا دیا جائے اس کا بہر حال ثواب ہے لیکن ایسے شخص کو کپڑا پہنایا جائے جو ننگا پھر رہا ہو پھٹے ہوئے کپڑے پہن رہا ہے اس کا ثواب عام غرباء سے کہیں زیادہ ہے ایک فقیر کو کھانا دیا جاتا ہے۔ ہر حال میں اس کا ثواب ہے لیکن ایسے شخص کو کھانا کھلایا جائے جس پر فاقہ مسلط ہو اس کا ثواب بہت زیادہ ہے اسی طرح ہر شخص کو پانی پلانے کا ثواب ہے لیکن ایک شخص کو پیاس ستا رہی ہے اس کو پانی پلانے کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ بھی کبھی بن جاتا ہے۔ حدیث ۱۰ پر ابھی گذر چکا ہے کہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے سے رنڈی کے عمر بھر کے گناہ معاف ہو گئے سلسلہ آیات میں ۲۳ کے ذیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد گذر چکا ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جس کو ایک ایک دو دو لقمہ در بدر پھرا تا ہو

اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ خود اتنا مال ہو کہ جو اس کی حاجت کو کافی ہو نہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو کہ اس کی اعانت کریں یہی شخص اصل محروم ہے حدیث ۱۱ کے ذیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات بھوکے کو کھانا کھلانے کی فضیلت میں گذر چکے ہیں حضرت ابن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی میں مشغول ہو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی حاجت روائی میں توجہ فرماتے ہیں اور جو شخص کسی مسلمان سے کسی مصیبت کو زائل کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کی مصائب میں سے اس کی کوئی مصیبت زائل فرماتے ہیں اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے (عیب سے ہو یا لباس سے) حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی (اسی نوع کی) فرماتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اس قسم کے مضامین بہت سے صحابہ سے مختلف روایات میں ذکر کئے گئے ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی پردہ کے قابل چیز کو (بدن ہو یا عیب) دیکھے اور اس کی پردہ پوشی کرے اس کا اجر ایسا ہے جیسا کہ کسی ایسے شخص کو قبر سے نکالا ہو جس کو زندہ قبر میں گاڑ دیا گیا ہو (مشکوٰۃ) حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآیۃ جو سلسلہ آیات میں ۲۵ پر گذر چکا ہے اس کی وجہ علماء نے یہی لکھی ہے کہ فتح مکہ سے قبل چونکہ ضرورت زیادہ تھی اس لئے اس وقت خرچ کرنے کا درجہ بڑھا ہوا ہے فتح مکہ کے بعد میں خرچ کرنے صاحب جمل کہتے ہیں یہ اس لئے کہ ان لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کی عزت کے زمانہ سے پہلے خرچ کیا ہے اس وقت مسلمان جان و مال کی مدد کے زیادہ محتاج تھے یہی وہ حضرات سابقین اوّلین ہیں مہاجرین اور انصار میں سے جن کے بارہ میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ احد کے پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرو تو ان کے ایک مد بلکہ آدھے مد کی برابر بھی نہیں ہو سکتا (جمل) ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات میں مختلف عنوانات سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورتمند کو ترجیح دینے پر ترغیب اور تنبیہ فرمائی ولیمہ کی دعوت قبول کرنیکی ترغیب بہت سی روایات میں وارد ہے لیکن ایک حدیث میں حضور کا ارشاد

وارد ہوا ہے کہ ولیمہ کا کھانا بدترین کھانا ہے کہ امراء کو اس کیلئے دعوت دیجاتی ہے اور فقراء کو چھوڑ دیا جاتا ہے (مشکوٰۃ بروایۃ الشیخین) یعنی جو ولیمہ کی دعوت اس قماش کی ہو کہ اس میں امراء کو مدعو کیا جائے غرباء کی دعوت نہ کی جائے وہ بدترین کھانا ہے اور یہ بات نہ ہو تو ولیمہ کا کھانا مسنون ہے ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ جو کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی پلائے جہاں پانی ملتا ہو اس نے ثواب کے اعتبار سے گویا ایک غلام آزاد کیا اور جو شخص کسی کو ایسی جگہ پانی پلائے جس جگہ پانی نہ ملتا ہو اس نے گویا اس کو زندگی بخشی یعنی مرتے ہوئے کو گویا ہلاکت سے بچایا (کنز) ایک حدیث میں ہے کہ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ کسی بھوکے کو (آدمی ہو یا جانور) کھانا کھلائے (کنز) ایک حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہ کو سب سے زیادہ یہ عمل پسند ہے کہ کسی مسکین کو بھوک کی حالت میں روٹی کھلائے یا اسکا قرض ادا کرے یا اسکی مصیبت کو زائل کرے (کنز) عبید بن عمیرؓ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن آدمیوں کا حشر ایسی حالت میں ہوگا کہ وہ انتہائی بھوک اور پیاس کی حالت میں بالکل ننگے ہونگے پس جس شخص نے دنیا میں کسی کو اللہ کیواسطے کھانا کھلایا ہوگا اللہ جل شانہ اس دن اسکو شکم سیر فرمائیں گے اور جس نے کسی کو اللہ کیواسطے پانی پلایا ہوگا حق تعالیٰ شانہ اسکو سیراب فرمائیں گے اور جس نے کسی کو کپڑا پہنایا ہوگا حق تعالیٰ شانہ اس کو لباس عطا فرمائیں گے۔ (احیاء)

(۱۴) عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الساعی علی الارملۃ والمسکین کالساعی فی سبیل اللہ واحسبہ قال کالقائم لا یفتر وکالصائم لا یفطر متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بے خاوند والی عورت اور مسکین کی ضرورت میں کوشش کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں کوشش کرنے والا اور غالباً یہ بھی فرمایا کہ ایسا ہے جیسا رات بھر نماز پڑھنے والا کہ ذرا بھی سستی نہ کرے اور دن بھر روزہ رکھنے والا کہ ہمیشہ روزہ دار رہے۔

ف - بے خاوند والی عورت سے عام مراد ہے کہ رانڈ ہو گئی ہو یا اس کو خاوند

میسر ہی نہ ہوا ہو اس حدیث پاک میں ان دونوں کے لئے کوشش کرنے والے کیلئے اجر و ثواب اور فضیلت ہے خواہ اس کی کوشش سے کوئی ثمرہ پیدا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے یا اس کو نفع پہونچانے کے لئے چلے تو اس کو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب ملتا ہے (کنز) ایک حدیث میں ہے جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے حق تعالے شانہ اس کو اس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ (کنز) یعنی قیامت کے سخت دن جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ جم سکیں گے یہ ثابت قدم رہے گا اور اس حدیث پاک سے ایک لطیف چیز یہ بھی پیدا ہوتی ہے کہ فتنوں اور حوادث کے زمانوں میں جب لوگوں کے قدم اکھڑ جائیں جیسا کہ آجکل کا زمانہ گذر رہا ہے ایسے لوگ ثابت قدم رہتے ہیں جو لوگوں کی اعانت اور مدد کرتے رہتے ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی دنیاوی حاجتوں میں سے کسی حاجت کو پورا کرے حق تعالے شانہ اس کی ستر حاجتیں پوری فرماتے ہیں جن میں سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (کنز)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت کو حکومت تک پہونچا دینے کا ذریعہ بن جائے جس سے اس کو کوئی نفع پہونچ جائے یا اس کی کوئی مشکل دور ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہ اس شخص کی جو ذریعہ بنا ہے قیامت کے دن پل صراط پر چلنے میں مدد فرمائیں گے جس وقت کہ وہاں لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے (کنز) اس لئے جو لوگ حکام رس ہیں یا ملازموں کے آقاؤں تک انکی رسائی ہے ان کو خاص طور سے اس حدیث پاک سے فائدہ اٹھانا چاہیئے نوکروں اور محکموں کی ضروریات کی تفتیش کر کے انکو آقاؤں اور حاکموں تک پہونچانا چاہیئے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم کیوں خواہ مخواہ دوسروں کی پھٹن میں پاؤں اڑائیں پلصراط پر گذرنا بڑی سخت مشکل ترین چیز ہے۔ اس معمولی کوشش سے ان کیلئے

خود کتنی بڑی سہولت میسر ہوتی ہے لیکن اللہ کے واسطے ہونا تو ہر جگہ شرط ہے۔ اپنی وجاہت اپنی شہرت اور لوگوں کے دلوں میں اپنی عزت قائم کرنے کی نیت سے نہ ہو اگرچہ اللہ کے لئے کرنے سے یہ سب چیزیں خود بخود حاصل ہونگی اور اس سے زیادہ بڑھ کر ہوں گی جتنی اپنے ارادہ سے ہوتیں لیکن اپنی طرف سے ان چیزوں کا ارادہ کرنا اس محنت کو آقا کے لئے ہونے سے نکال دے گا۔

(۱۵) عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ یحبھم اللہ وثلثۃ یبغضھم اللہ فاما الذین یحبھم اللہ فرجل اتی قوما فسألھم باللہ ولم یسألھم لقرابۃ بینہ وبینھم فمنعوہ فتخلف رجل باعیانھم فاعطاہ سرًا لایعلم بعطیتہ الا اللہ والذی اعطاہ وقوم ساروا لیلتھم حتی اذا کان النوم احب الیھم مما یعدل بہ نوضعوا رؤسھم فقام یتملقنی ویتلوآیاتی ورجل کان فی سریۃ فلقی العدو فھزموا فاقبل بصدرہ حتی یقتل او یفتح لہ والثلثۃ الذین یبغضھم اللہ الشیخ الزانی والفقیر المختال والغنی الظلوم رواہ الترمذی والنسائی کذا فی المشکوۃ وعزاہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ محبوب رکھتا ہے اور تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ جل جلالہٗ کو بغض ہے جن تین آدمیوں کو اللہ جل شانہٗ محبوب رکھتا ہے ان میں ایک تو وہ شخص ہے کہ کسی مجمع کے پاس کوئی سائل آیا اور محض اللہ کے واسطے سے ان سے کچھ سوال کرنے لگا کوئی قرابت رشتہ داری (وغیرہ) اس سائل کی ان سے نہ تھی اس مجمع نے اس سائل کو کچھ نہ دیا۔ اس مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور چپکے سے اس سائل کو کچھ دیدیا جس کی خبر بجز اللہ جل شانہٗ کے یا اس سائل کے کسی اور کو نہ ہوئی (تو یہ دینے والا شخص اللہ جل شانہٗ کو بہت محبوب ہے) دوسرا وہ شخص کہ ایک مجمع کہیں سفر میں جارہا ہے

السیوطی فی الجامع الی ابن حبان والحاکم ؕ

ساری رات چلنے کے بعد جب نیند کا ان پر اتنا غلبہ ہو جائے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ محبوب بن گئی ہو تو وہ مجمع تھوڑی دیر کے لئے سونے لیٹ گیا لیکن ایک شخص ان میں سے کھڑا ہو کر اللہ جل شانہ کے سامنے گڑگڑانے لگے اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی تیسرا وہ شخص کہ کسی جماعت میں جہاد میں شریک تھا وہ جماعت شکست کھا گئی ان میں سے ایک شخص سینہ سپر ہو کر آگے بڑھا اور شہید ہو گیا یا غالب ہو گیا۔ اور وہ تین شخص جن سے اللہ جل شانہ بغض رکھتے ہیں ایک وہ جو بوڑھا ہو کر بھی زنا میں مبتلا ہو دوسرا وہ شخص جو فقیر ہو کر بھی تکبر کرے۔ تیسرا وہ شخص جو مالدار ہو کر ظلم کرے۔

ف:۔ ان چھ شخصوں کے متعلق اس قسم کے مضامین بہت سی مختلف روایات میں وارد ہوئے ہیں اور یہ حدیث آیات کے سلسلہ میں ۹ کے ذیل میں بھی گذر چکی ہے بعض روایات میں انہیں سے ایک شخص کو ذکر کیا ہے اور بعض میں ایک سے زائد کو ذکر کیا ہے ایک حدیث میں ہے کہ تین موقع ایسے ہیں جن میں بندہ کی دُعا رد نہیں کیجاتی یعنی ضرور قبول ہوتی ہے ایک وہ شخص جو کسی جنگل میں ہو جہاں کوئی اس کو نہ دیکھتا ہو اور وہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اس وقت اس کی دُعا ضرور قبول ہو گی ایک وہ شخص جو کسی مجمع کے ساتھ جہاد میں ہو اور ساتھی بھاگ جائیں وہ اکیلا جما رہے۔ تیسرا وہ

شخص جو آخر رات میں اللہ کے سامنے کھڑا ہو جائے (جامع الصغیر) ایک حدیث میں ہے تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ جل شانہ قیامت میں نہ کلام کریں گے نہ ان کا تزکیہ کرینگے اور نہ ان کی طرف (رحمت کی نظر) فرمائیں گے اور ان کے لئے دُکھ دینے والا عذاب ہوگا ایک زانی بوڑھا دوسرا جھوٹا بادشاہ تیسرا متکبر فقیر (جامع الصغیر عن مسلم) تزکیہ نہ کرنیکا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انکو گناہوں سے پاک نہ کرینگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انکی تعریف نہ کرینگے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جنکی طرف حق تعالیٰ شانہ قیامت میں (رحمت کی) نظر نہ کرینگے اور ان کے لئے دُکھ دینے والا سخت عذاب ہوگا ایک ادھیڑ عمر کا شخص زناکار دوسرا متکبر فقیر۔ تیسرا وہ شخص جو خرید و فروخت میں ہر وقت قسم کھاتا رہے جو خریدے تسمیں کھاکر اور جب فروخت کرے تو بھی قسمیں کھاکر فروخت کرے (یعنی بات بے بات ضرورت بے ضرورت بار بار قسمیں کھاتا ہو کہ یہ اللہ پاک کی عالی شان کی بے ادبی ہے)

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں کہ تین شخصوں کی طرف کل کو (قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہ نظر نہ کرینگے۔ بوڑھا زانی دوسرے وہ شخص جو قسموں کو اپنی پونجی بنائے کہ ہر حق ناحق پر قسم کھاتا ہو تیسرے متکبر فقیر جو اکڑتا ہو (جامع الصغیر) ایک حدیث میں ہے کہ تین شخصوں کو حق تعالیٰ شانہٗ محبوب رکھتے ہیں اور تین شخصوں کو مبغوض رکھتے ہیں جنکو محبوب رکھتے ہیں انمیں ایک وہ شخص جو کسی جماعت کے ساتھ جہاد میں شریک ہو اور دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ فتح ہو یا شہید ہو جائے دوسرا وہ شخص جو کسی جماعت کے ساتھ سفر کر رہا ہو اور جب رات کا بہت سا حصہ گذر جائے اور وہ جماعت تھوڑی دیر آرام لینے کے لئے لیٹ جائے تو یہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں ساتھیوں کو آگے چلنے کیلئے جگادے (یعنی خود ذرا بھی نہ سوئے) تیسرا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کو ستاتا ہو اور وہ اس کی اذیّت پر صبر کرے یہانتک کہ موت سے یا سفر وغیرہ سے ان میں اور اس کے پڑوسی میں جدائی ہو جائے (یعنی یہ کہ جب تک اس کا پڑوسی باقی رہے مسلسل صبر کرتا رہے) اور وہ تین شخص جن کو اللہ جل شانہٗ مبغوض رکھتے ہیں۔ ایک قسمیں کھانے والا تاجر دوسرا

متکبر فقیر میسر اور بخیل جو صدقہ کرکے احسان جتاتا ہو (جامع الصغیر)

(۱۶) عن فاطمۃ بنت قیس قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان فی المال لحقا سوی الزکوٰۃ ثم تلا لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الآیۃ رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی کذا فی المشکوٰۃ وقال الترمذی ھذا حدیث لیس اسنادہ بذٰلک ابوحمزۃ یضعف وروی بیان و اسمٰعیل عن الشعبی ھذا الحدیث قولہ وھو اصح قلت واخرجہ ابن ماجۃ بلفظ لیس فی المال حقا سوی الزکوٰۃ وقال العینی فی شرح البخاری رواہ البیھقی بلفظ الترمذی ثم قال والذی یرویہ اصحابنا فی التعالیق لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ :ع

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے (پھر اپنے اس ارشاد کی تائید میں سورہ بقرہ کے بائیسویں رکوع کی یہ آیت لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب آخر تک تلاوت فرمائی۔

ف - اس آیت شریفہ کا بیان سلسلہ آیات میں ۲۳ پر گذر چکا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت شریفہ سے یہ تجویز فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے اور یہ تجویز اس وجہ سے ظاہر ہے کہ آیت شریفہ میں اپنے مال کو رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی یتیموں پر غریبوں پر مسافروں پر اور سوال کرنے والوں پر خرچ کرنے کی قیدیوں اور غلاموں وغیرہ کی گردن چھڑانے میں خرچ کرنے کی مستقل علیحدہ ترغیب

دی ہے اور اس سب کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے کو علیحدہ ذکر فرمایا مسلم بن یسار کہتے ہیں کہ نماز دو ہیں (ایک فرض ایک نفل) اسی طرح زکوٰتیں بھی دو ہیں (ایک نفل دوسری فرض) اور قرآن پاک میں دونوں مذکور ہیں میں تم کو بتاؤں لوگوں کے دیانت کرنے پر انھوں نے یہ آیت شریفہ پڑھی اور ابتدائی حصہ پڑھ کر جس میں مال کا مواقع مذکورہ پر خرچ کرنا مذکور ہے فرمایا کہ یہ تو سب کا سب نفل ہے اس کے بعد زکوٰۃ کا ذکر پڑھا فرمایا کہ یہ فرض ہے (در منثور) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں حق سے مراد یہ ہے کہ سوال کرنے والے کو محروم نہ رکھے قرض مانگنے والے کو محروم نہ کرے اپنے گھر کا معمولی سامان مستعار مانگنے والوں کو انکار نہ کرے مثلاً ہانڈی پیالہ وغیرہ کوئی عاریۃً مانگے تو اس کو نہ روکے پانی اور نمک اور آگ کو لوگوں کو انکار نہ کرے علامہ قاری فرماتے ہیں کہ حضور نے اس حدیث پاک میں جو آیت شریفہ پڑھی ہے اس میں زکوٰۃ کے علاوہ جو امور ذکر کئے ہیں وہ مراد ہیں جیسا کہ صلہ رحمی یتیموں پر احسان کرنا مسکین مسافر اور سوالی کو دینا لوگوں کی گردنوں کو آزادی وغیرہ کے ذریعہ سے خلاص کرنا (مرقاۃ) صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ تو فرض ہے ضرور دینی چاہئے سوائے زکوٰۃ کے صدقہ نفل بھی مستحب ہے وہ بھی دیا کرے اور وہ یہ ہے۔ اس کے بعد علامہ طیبی اور علامہ قاری کے کلام کا ترجمہ تحریر فرما کر لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سند کے لئے پڑھی ہے اس واسطے کہ اس میں اوّل تو اللہ تعالیٰ نے تعریف کی مومنوں کی ساتھ دینے مال کے اپنوں اور یتیموں وغیرہ کو بعد ازاں تعریف کی ساتھ قائم کرنے نماز کے اور دینے زکوٰۃ کے پس معلوم ہوا کہ دینا مال کا سوائے دینے زکوٰۃ کے ہے اور وہ صدقہ نفل ہے اور حاصل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ مال میں حق ہے سوائے زکوٰۃ کے وہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اول صدقہ نفل ذکر کیا گیا پھر صدقہ واجب (مظاہر حق) علامہ جصاص رازی نے لکھا ہے کہ بعض علماء نے اس آیت شریفہ سے حقوق واجبہ مراد لئے ہیں جیسا کہ صلہ رحمی جبکہ کسی ذی رحم کو سخت مشقت میں پائے یا کسی مضطر پر خرچ کرنا جبکہ اسکو اضطرار نے ہلاکت کے اندیشہ تک پہنچا دیا ہو تو اس پر اتنی مقدار خرچ کرنا لازم ہے جس سے اسکی بھوک جاتی رہے اور

بعد علامہ نے حضور کا ارشاد کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ حق ہے نقل کرکے فرمایا کہ اس سے نادار رشتہ دار
پر خرچ کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے کہ حاکم نے ان کا نفقہ ذمہ کردیا ہو اور مضطر پر خرچ کرنا بھی ہو سکتا
ہے اور نفلی حقوق بھی ہو سکتے ہیں اس لئے کہ حق کا لفظ واجب اور نفل دونوں پر اطلاق
کیا جاتا ہے فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ لوگوں کے ذمہ محتاج کا کھلانا فرض ہے جبکہ وہ
(کمانے کے لئے) نکلنے سے اور مانگنے سے عاجز ہو اور اس میں تین باتیں ہیں اوّل یہ کہ
جب محتاج نکلنے سے عاجز ہو تو ہر اُس شخص پر جس کو اس کا حال معلوم ہو اس کا کھلانا
فرض ہے اور اتنی مقدار کھلانا ضروری ہے جس سے وہ نکلنے پر اور فرض ادا کرنے پر قادر
ہو جائے بشرطیکہ جس کو اس کا حال معلوم ہو وہ کھلانے پر قادر ہو اور اگر اس میں خود کھلانے
کی قدرت نہ ہو تو اس کے ذمہ ضروری ہے کہ دوسروں کو اس کے حال کی اطلاع کرے اور
اگر خود نہ کھلا سکے نہ دوسروں کو اطلاع کرے اور وہ محتاج مر جائے تو وہ سب گنہگار ہونگے
جن کو اس کا حال معلوم ہے دوسری بات یہ ہے کہ اگر محتاج نکلنے پر قادر ہے لیکن
کمانے پر قادر نہیں تو لوگوں کے ذمہ جن کو اس کا حال معلوم ہے ضروری ہے کہ وہ
اپنے صدقات واجبہ سے اس کی مدد کریں اور اگر وہ کمانے پر بھی قادر ہے تو پھر اس کو جائز
نہیں کہ سوال کرے تیسری بات یہ ہے کہ اگر وہ محتاج نکلنے پر قادر ہے لیکن کمانے پر قادر نہیں
تو اس کے ذمہ ضروری ہے کہ نکل کر لوگوں سے سوال کرلے اگر وہ سوال نہیں کرے گا تو
گنہگار ہوگا۔ (عالمگیریہ)

(۱۷) عن بهيسة عن ابيها قالت قال يارسول الله ما الشئ الذى لا يحل منعه قال الماء قال يانبى الله ما الشئ الذى لا يحل منعه قال الملح قال يانبى الله ما الشئ الذى لا يحل منعه قال ان تفعل الخير خير لك رواه	حضرت بہیسہ رضہ فرماتی ہیں کہ میرے والد صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے جس کا (کسی مانگنے والے کو دینے سے) روکنا جائز نہیں حضور نے فرمایا پانی، میرے والد نے پھر یہی سوال کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمک، میرے

ابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ

والدنے پھر یہی سوال کیا حضورؐ نے فرمایا جو بھلائی تو (کسی کے ساتھ) کریگے وہ تیرے لئے بہتر ہے۔

ف۔ اگر پانی سے مراد کنوئیں سے پانی لینا ہو اور نمک سے مراد اس کے معدن سے نمک لینا مراد ہو تب تو شرعی حیثیت سے بھی کسی کو ان چیزوں سے روکنے کا حق نہیں ہے لیکن اگر اپنا مملوک پانی اور مملوک نمک ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اس پر تنبیہ فرمانا ہے کہ ایسی معمولی چیزوں کو سائل کو انکار کرنا ہرگز نہ چاہئے جس میں دینے والے کو زیادہ نقصان نہیں اور مانگنے والے کی بڑی احتیاج پوری ہوتی ہے بشرطیکہ دینے والے کی اپنی حاجت بھی اسی درجہ کی نہ ہو لیکن عام طور چونکہ گھروں میں یہ چیزیں اکثر موجود ہوتی ہیں اور اپنی کوئی وقتی ضرورت ان سے ایسی وابستہ نہیں ہوتی اگر کسی شخص کی ہانڈی پکی ہے ذرا سے نمک میں اس کا سارا کھانا درست ہو جاتا ہے اور تمہارا کوئی ایسا نقصان اس میں نہیں ہوتا ایسے ہی پانی کا حال ہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں کا روکنا جائز نہیں پانی نمک آگ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پانی کو تو ہم سمجھ گئے (کہ واقعی بہت مجبوری کی چیز ہے) لیکن نمک اور آگ میں کیا بات ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے حمیرا جب کوئی شخص کسی کو آگ دیتا ہے تو گویا اس نے وہ ساری چیز صدقہ کی جو آگ پر پکی اور جس نے نمک دیا اس نے گویا وہ ساری چیز صدقہ کی جو نمک کی وجہ سے لذیذ ہو گئی (مشکوٰۃ) گویا ان دونوں میں معمولی خرچ سے دوسرے کا بہت زیادہ نفع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں مثال کے طور پر دو چیزوں کا ذکر فرما کر پھر ایک ضابطہ ارشاد فرمادیا کہ جو بھلائی کسی کے ساتھ کر سکتے ہو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ع

بھلا کر جو اپنا بھلا چاہتا ہے

حقیقت یہی ہے کہ آدمی جو کوئی احسان کسی قسم کا بھی کسی کے ساتھ کرتا ہے وہ صورت میں دوسرے کے ساتھ احسان ہے حقیقت میں وہ اپنے ہی ساتھ احسان

ہے۔ اللہ جل شانہ کے پاک ارشاد میں بسلسلہ آیات نمبر۲ پر گذر چکا ہے کہ جو کچھ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کروگے۔ اللہ جل شانہ اس کا بدل عطا فرمائے گا اور بسلسلہ احادیث نمبر۲ پر گذر چکا ہے کہ دو فرشتے روزانہ اس کی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور روکنے والے کو بربادی عطا کر ایسی حالت میں جو احسان بھی کوئی شخص کسی کے ساتھ کرتا ہے وہ اپنے مال کو بربادی سے بچا کر اس کے بدل کا اللہ جل شانہ کے خزانہ سے اپنے لئے استحقاق قائم کرتا ہے اور غور کی نگاہ اگر میسر ہو تو حقیقت میں دوسروں پر ذرا بھی احسان نہیں بلکہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے تمہارے مکان کو لوٹ سے بچا دیا ہو اس لحاظ سے اُس کا تم پر احسان ہے نہ کہ تمہارا اس پر۔

(۸) عن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھٰذہ لام سعد رواہ مالک وابو داود والنسائی کذا فی المشکوٰۃ

حضرت سعد رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا (ان کے ایصال ثواب کے لئے) کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی سب سے افضل ہے اس پر حضرت سعدؓ نے اپنی والدہ کے ثواب کے لئے ایک کنواں کھدوا دیا۔

ف۔ حضور نے پانی کو زیادہ افضل اس لئے فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں اس کی ضرورت زیادہ تھی اوّل تو گرم ملکوں میں سب ہی جگہ پانی کی ضرورت خاص طور سے ہوتی ہے اور مدینہ منوّرہ میں اس وقت پانی کی قلت بھی تھی اس کے علاوہ پانی کا نفع بھی عام ہے اور ضرورت بھی عمومی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پانی کا سلسلہ جاری کر جائے تو جو انسان یا جن یا پرندہ بھی اس سے پانی پیئے گا تو مرنے والے کو قیامت تک اس کا ثواب ہوتا رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضؓ کے پاس ایک شخص حاضر

ہوئے اور عرض کیا کہ میرے گھٹنے میں ایک زخم ہے سات برس ہوگئے ہر قسم کی دوا اور علاج کر چکا ہوں کسی سے بھی فائدہ نہیں ہوتا بڑے بڑے طبیبوں سے بھی رجوع کر چکا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ جس جگہ پانی کی قلت ہو وہاں ایک کنواں بنوادے مجھے اللہ کی ذات سے یہ اُمید ہے کہ جب اس میں پانی نکل آئے گا تمہارے گھٹنے کا خون بند ہو جائیگا چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور گھٹنے کا زخم اچھا ہوگیا۔

مشہور محدث ابو عبداللہ حاکم کے چہرہ پر ایک زخم ہوگیا تھا۔ ہر قسم کے علاج کئے کوئی بھی کارگر نہ ہوا ایک سال اسی حال میں گذر گیا ایک مرتبہ استاذ ابوعثمان صابونی سے دعا کی درخواست کی جمعہ کا دن تھا انھوں نے بڑی دیر تک دعا کی مجمع نے آمین کہی دوسرے جمعہ کو ایک عورت حاضر ہوئیں اور ایک پرچہ مجلس میں پیش کیا جس میں یہ لکھا تھا کہ میں گذشتہ جمعہ کو جب گھر واپس گئی تو حاکم کے لئے بہت اہتمام سے دعا کرتی رہی۔ میں نے خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضور نے ارشاد فرمایا کہ حاکم سے کہدو کہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے حاکم نے یہ سن کر اپنے گھر کے دروازہ پر ایک سبیل قائم کردی جس میں پانی کے بھرنے کا اور اس میں برف ڈالنے کا اہتمام کیا ایک ہفتہ گذرا تھا کہ چہرہ کے سب زخم بالکل اچھے ہوگئے اور پہلے سے زیادہ خوشنما چہرہ ہوگیا (ترغیب)

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری والدہ اپنی زندگی میں میرے مال سے حج کرتی تھیں میرے ہی مال سے صدقہ دیتی تھیں صلہ رحمی کرتی تھیں لوگوں کی امداد کرتی تھیں اب ان کا انتقال ہوگیا یہ سب کام اگر ہم ان کی طرف سے کریں تو ان کو ان کا نفع پہونچے گا حضورؐ نے فرمایا پہونچے گا (کنز)، ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت نے حضورؐ سے سوال کیا کہ میری والدہ کا دفعۃً انتقال ہوگیا اگر دفعۃً نہ ہوتا تو وہ کچھ صدقہ وغیرہ کرتیں اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کردوں تو ان کی طرف سے ہو جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں ان کی طرف سے صدقہ کردو۔ (ابوداؤد) اپنے ماں، باپ، خاوند، بیوی، بہن، بھائی، اولاد اور دوسرے

رشتہ دار خصوصاً وہ لوگ جن کے مرنے کے بعد ان کا کوئی مال اپنے پاس پہونچا ہو یا ان کے خصوصی احسانات اپنے اوپر ہوں جیسے اساتذہ اور مشائخ ان کے لئے ایصال ثواب کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے بڑی بے غیرتی ہے کہ ان کے مال سے آدمی منتفع ہوتا رہے ان کی زندگی میں ان کے احسانات سے فائدہ اٹھاتا رہے اور جب وہ اپنے عطا اور اپنے ہدایا کے ضرورت مند ہوں ان کو فراموش کر دے آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کے اپنے اعمال ختم ہوجاتے ہیں بجز اس صورت کے کہ وہ کوئی صدقۂ جاریہ چھوڑ گیا ہو یا کوئی اور ایسا عمل کرگیا ہو جو صدقہ جاریہ کے حکم میں ہو جس کا ثواب آئندہ آرہا ہے اسوقت وہ دوسروں کے ایصال ثواب اور ان کی دعا وغیرہ سے امداد کا محتاج اور منتظر رہتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ مردہ اپنی قبر میں اس شخص کی طرح سے ہوتا ہے جو پانی میں ڈوب رہا ہو اور ہر طرف سے کسی مددگار کا خواہشمند ہو اور وہ اس کا منتظر رہتا ہے کہ باپ، بھائی وغیرہ کسی دوست کی طرف سے کوئی مدد دعا کی (کم از کم) اس کو پہونچ جائے اور جب اس کو کوئی مدد پہونچتی ہے تو وہ اس کے لئے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے (احیاء) بشر بن منصور کہتے ہیں کہ طاعون کے زمانہ میں ایک آدمی تھے جو کثرت سے جنازوں کی نمازوں میں شریک ہوتے اور شام کے وقت قبرستان کے دروازہ پر کھڑے ہوکر یہ دعا کرتے آنس اللہ وحشتکم ورحم غربتکم وتجاوز عن سیاٰتکم وقبل اللہ حسناتکم (اللہ جل شانہ تمھاری وحشت کو دل بستگی سے بدل دے اور تمھاری غربت پر رحم فرمائے تمھاری لغزشوں سے درگذر فرمائے اور تمھاری نیکیوں کو قبول فرمائے) اس دعا کے بعد اپنے گھر واپس چلے جاتے ایک دن اتفاق سے اس دعا کو پڑھنے کی نوبت نہیں آئی ویسے ہی گھر آگئے تو رات کو خواب میں ایک بڑا مجمع دیکھا جو ان کے پاس آیا اس نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو کیسے آئے ہو انھوں نے کہا کہ ہم قبرستان کے رہنے والے ہیں تم نے ہم کو اس کا عادی بنا دیا تھا کہ روزانہ شام کو تمھاری طرف سے ہمارے پاس ہدیہ آیا کرتا تھا اس نے پوچھا کیسا ہدیہ وہ لوگ کہنے لگے کہ تم جو دعا روزانہ شام کو کیا کرتے تھے وہ ہمارے پاس ہدیہ بن کر

پہونچتی تھی وہ شخص کہتے ہیں کہ پھر میں نے کبھی اس دعا کو ترک نہیں کیا۔ بشار بن غالب بخرانی کہتے ہیں کہ میں حضرت رابعہ بصریہ کے لئے بہت کثرت سے دعا کیا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ ان کو خواب میں دیکھا وہ کہتی ہیں کہ بشار تمھارے تحفے ہمارے پاس نور کے خوانوں میں رکھے ہوئے پہونچتے ہیں جن پر ریشم کے غلاف ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کی جو دعا مردہ کے حق میں قبول ہو جاتی ہے تو وہ دعا نور کے خوان پر ریشم کے غلاف سے ڈھکی ہوئی میت کے پاس پیش ہوتی ہے کہ یہ فلاں شخص نے تمھارے پاس ہدیہ بھیجا ہے (احیاء) آئندہ حدیث کے ذیل میں بھی اس قسم کے کئی واقعات آرہے ہیں امام نووی نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہونچنے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہی مذہب حق ہے اور بعض لوگوں نے جو یہ لکھ دیا کہ میت کو اس کے مرنے کے بعد ثواب نہیں پہونچتا یہ قطعاً باطل ہے اور کھلی ہوئی خطا ہے یہ قرآن پاک کے خلاف ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے خلاف ہے یہ اجماع امت کے خلاف ہے اس لئے یہ قول ہرگز قابل التفات نہیں (بذل) شیخ تقی الدین فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ آدمی کو صرف اپنے ہی کئے کا ثواب ملتا ہے وہ اجماع امت کے خلاف کر رہا ہے اس لئے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ آدمی کو دوسروں کی دعا سے فائدہ پہونچتا ہے یہ دوسرے کے عمل سے نفع ہوا نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں شفاعت فرمادینگے نیز دوسرے انبیا اور صلحا سفارش فرمائیں گے یہ سب دوسروں کے عمل سے فائدہ ہوا نیز فرشتے مومنوں کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں (جیسا کہ سورہ مومن کے پہلے رکوع میں ہے) یہ دوسرے کے عمل سے فائدہ ہوا نیز حق تعالیٰ شانہ محض اپنی رحمت سے بہت سے لوگوں کے گناہ معاف فرمادیں گے یہ اپنی کوشش اور عمل کے علاوہ سے فائدہ ہوا نیز مومنوں کی اولاد اپنے والدین کے ساتھ جنت میں داخل کی جائے گی (جیسا کہ والطور کے پہلے رکوع میں ہے) یہ دوسرے کے عمل سے فائدہ ہوا نیز حج بدل

کرنے سے میت کے ذمہ سے حج فرض ادا ہو جاتا ہے یہ دوسرے کے عمل سے نفع ہوا غرض بہت سی چیزیں اس کے لئے دلیل اور حجت ہیں جن کا شمار بھی دشوار ہے (بذل) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ قبر میں رکھنے کے بعد تم پر کیا گذری وہ کہنے لگے کہ اس وقت میرے پاس ایک آگ کا شعلہ آیا مگر ساتھ ہی ایک شخص کی دعا مجھ تک پہونچی اگر وہ نہ ہوتی تو وہ شعلہ مجھ کو لگ جاتا علی بن موسیٰ حداد رح کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل رح کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھا محمد بن قدامہ جوہری بھی ہمارے ساتھ تھے جب اس نعش کو دفن کر چکے تو ایک نابینا شخص آئے اور وہ قبر کے پاس بیٹھکر قرآن شریف پڑھنے لگے حضرت امام احمد بن حنبل رح نے فرمایا کہ قبر کے پاس بیٹھکر قرآن شریف پڑھنا بدعت ہے جب ہم وہاں سے واپس ہونے لگے تو راستہ میں محمد بن قدامہ رح نے حضرت امام احمد رض سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک مبشر بن اسمٰعیل حلبی کیسے آدمی ہیں امام نے فرمایا کہ وہ معتبر آدمی ہیں۔ ابن قدامہ نے پوچھا کہ آپ نے بھی ان سے کچھ علم حاصل کیا ہے فرمایا ہاں میں نے بھی ان سے حدیثیں لی ہیں ابن قدامہ نے کہا کہ مبشر نے مجھ سے بیان کیا کہ عبد الرحمٰن بن علاء بن لجلاج نے اپنے والد رح سے یہ نقل کیا کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انھوں نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کا اول آخر پڑھا جائے اور یہ کہکر یہ فرمایا تھا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رض کو یہ وصیت کرتے ہوئے سُنا تھا حضرت امام نے یہ قصہ سنکر ابن قدامہ رح سے کہا کہ قبرستان میں واپس جاؤ اور ان نابینا سے کہو کہ وہ قرآن شریف پڑھ لیں محمد بن احمد مروزی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رح سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب تم قبرستان میں جایا کرو تو الحمد شریف قل ہو اللہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس پڑھکر قبرستان والوں کو بخشا کرو اس کا ثواب ان کو پہونچ جاتا ہے (احیاء) صاحب مغنی نے جو فقہ حنبلی کی بہت معتبر کتاب ہے اس قصہ کو نقل کیا ہے اور اس مضمون کی اور روایات بھی نقل کی ہیں بذل المجہود میں بحر سے نقل کیا ہے کہ جو شخص روزہ رکھے یا نماز پڑھے یا صدقہ کرے اور اس کا

ثواب دوسرے شخص کو بخشدے خواہ وہ شخص جس کو بخشتا ہے زندہ ہو یا مردہ اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس کو ثواب بخشتا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضؓ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ کوئی شخص ایسا ہے جو اس کا ذمہ لے کہ مسجد عشار (بصرہ کے قریب ہے) میں جاکر دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھ کر یہ کہے کہ یہ نماز (یعنی اس کا ثواب) ابوہریرہ رضؓ کیلئے ہے (ابوداؤد) اپنے عزیز مردوں کو ثواب پہنچانے کا بہت زیادہ اہتمام چاہیئے ان کے حقوق کے علاوہ عنقریب مرنے کے بعد ان سے ملنا ہوگا کیسی شرم آئے گی جب ان کے حقوق ان کے احسانات اور ان کے مالوں میں جو آدمی اپنے کام میں خرچ کرتا رہتا ہے ان کو یاد نہ رکھے۔

(۹) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ الا من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ قلت وابوداود والنسائی وغیرھما +

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنیکے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہونچتا ہو۔ تیسرے صالح اولاد جو اس کے لئے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے۔

ف۔ اللہ جل شانہٗ کا کس قدر زیادہ انعام و احسان ہے لطف و کرم ہے کہ آدمی اگر یہ چاہے کہ مرجانے کے بعد جب کہ اس کے اعمال کا وقت ختم ہوجائے وہ عمل کرنے سے بیکار ہوجائے وہ قبر میں میٹھی نیند پڑا سوتا رہے اور اس کے اعمال حسنہ میں اضافہ ہوتا رہے تو اس کا ذریعہ بھی اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل سے پیدا فرمادیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے تین چیزیں اس حدیث پاک میں ذکر فرمائی ہیں ایک

صدقہ جاریہ یعنی کوئی ایسی چیز صدقہ کر گیا جس کا نفع باقی رہنے والا ہو مثلاً کوئی مسجد بنا گیا جس میں لوگ نماز پڑھتے رہیں تو جب تک اس میں نماز ہوتی رہے گی اس کا ثواب خود بخود ملتا رہے گا۔ اسی طرح سے کوئی مسافر خانہ کوئی مکان کسی دینی کام کے لئے بنا کر وقف کر گیا جس سے مسلمانوں کو یا دینی کاموں کو نفع پہونچتا رہا تو اس کو اس نفع کا ثواب ملتا رہیگا کوئی کنواں رفاہ عام کے لئے بنوایا گیا تو جب تک اس سے لوگ پانی پیتے رہیں گے وضو وغیرہ کرتے رہیں گے اس کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب پہونچتا رہے گا۔

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب اس کو ملتا ہے ایک تو وہ علم ہے جو کسی کو سکھایا ہو اور اشاعت کی ہو اور وہ صالح اولاد ہے جس کو چھوڑ گیا ہو اور وہ قرآن شریف جو میراث میں چھوڑ گیا ہو اور وہ مسجد ہے اور مسافر خانہ ہے جن کو بنا گیا ہو اور نہر ہے جو جاری کر گیا ہو اور وہ صدقہ ہے جس کو اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے (مشکوٰۃ) ثواب ملتا رہے کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ جاریہ کے طور پر دے گیا مثلاً وقف کر گیا ہو اور علم کی اشاعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی مدرسہ میں چندہ دیا ہو یا کوئی دینی کتاب تالیف کی ہو یا پڑھنے والوں کو تقسیم کی ہو یا مسجدوں اور مدرسوں میں قرآن پاک یا کتابیں وقف کی ہوں ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد سات چیزوں کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے کسی کو علم پڑھا گیا ہو کوئی نہر جاری کر دی ہو کوئی کنواں بنا دیا ہو کوئی درخت لگا دیا ہو۔ کوئی مسجد بنا دی ہو قرآن پاک میراث میں چھوڑا ہو یا ایسی اولاد چھوڑی ہو جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے (ترغیب) اور ان سب چیزوں میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ساری تنہا خود ہی کی ہوں بلکہ اگر کسی چیز میں تھوڑی بہت شرکت بھی اپنی ہو گئی تو بقدر اپنے حصّہ کے اس کے ثواب میں سے حصّہ ملتا رہے گا۔ دوسری چیز اوپر کی حدیث میں وہ علم دین ہے جس سے لوگوں کو نفع پہونچتا رہے مثلاً کسی مدرسہ میں کوئی کتاب وقف کر گیا جب تک وہ کتاب باقی ہے اس سے لوگ نفع اٹھاتے رہیں گے اس کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا کسی طالب کو اپنے خرچ سے حافظ قرآن یا

عالم بنایا گیا جب تک اس کے علم وحفظ سے نفع پہونچا رہیگا چاہے وہ حافظ اور عالم خود زندہ رہے یا نہ رہے اس شخص کو اس کا ثواب ملتا رہے گا مثلاً کسی شخص کو حافظ بنایا تھا اس نے دس بیس لڑکوں کو قرآن پاک پڑھا دیا اور وہ حافظ اس کے بعد مرگیا تو جب تک یہ لڑکے قرآن پاک پڑھتے پڑھاتے رہیں گے اس حافظ کو مستقل ثواب ملتا رہے گا اور اس حافظ بنانے والے کو علیحدہ ثواب ہوتا رہے گا اور اسی طرح سے جب تک ان پڑھنے والے لڑکوں کا سلسلہ پڑھنے پڑھانے کا قیامت تک چلتا رہے گا اس اصل حافظ بنانے والے کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا چاہے یہ لوگ ثواب پہونچائیں یا نہ پہونچائیں یہی صورت بعینہٖ کسی شخص کو عالم بنانے کی ہے کہ جب تک بلا واسطہ یا بواسطہ اس کے علم سے لوگوں کو نفع کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ اس اوّل عالم بنانے والے کو ان سب کا ثواب ملتا رہیگا اور یہاں بھی وہی پہلی بات ہوگی کہ یہ ضروری نہیں کہ پورا حافظ یا پورا عالم خود تن تنہا بنائے اگر کسی حافظ کے حفظ میں اپنی طرف سے مدد ہوگئی کسی عالم کے علم حاصل کرنے میں اپنی طرف سے کوئی اعانت ہوگئی تو اس اعانت کی مقدار ثواب کا سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی کسی قسم کی جانی یا مالی کوشش علم کے پھیلانے میں دین کے بقا اور حفظ میں لگ جائے کہ دنیا کی زندگی خواب سے زیادہ نہیں نہ معلوم کب اس عالم سے ایک دم جانا ہوجائے جتنا ذخیرہ اپنے لئے چھوڑ جائے گا وہی دیرپا اور کار آمد ہے۔ عزیز قریب احباب رشتہ دار سب دو چار دن روکر یاد کرکے اپنے اپنے مشاغل میں لگ کر بھول جائیں گے کام آنے والی چیزیں یہی ہیں جن کو آدمی اپنی زندگی میں اپنے لئے کبھی فنا نہ ہونے والے بنک میں جمع کرجائے کہ سرمایہ محفوظ رہے اور نفع قیامت تک ملتا رہے۔ تیسری چیز جو اس حدیث پاک میں ذکر کی گئی ہے وہ اولاد صالح ہے جو مرنے کے بعد دعائے خیر بھی کرتی رہے اوّل تو اولاد کا صالح بنا جانا مستقل بھی صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک وہ کوئی بھی نیک کام کرتی رہے گی اپنے آپ کو اس کا ثواب ملتا رہے پھر اگر وہ نیک اولاد والدین کے لئے دعا بھی کرتی رہے اور جب وہ صالح ہے تو دعائیں کرتی ہی رہے گی یہ مستقل ذخیرہ والدین کے لئے ہے ایک نیک عورت کا قصہ روض میں لکھا ہے جس کو باصیتہ کہتے تھے بڑی کثرت سے عبادت کرنیوالی تھی جب اس کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنا سر آسمان

کی طرف اٹھایا اور کہا اے وہ ذات جو میرا توشہ اور میرا ذخیرہ ہے اور اسی پر میری زندگی اور موت میں بھروسہ
ہے مجھے مرتے وقت رسوانہ کیجیو اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھیو۔ جب وہ انتقال کر گئی تو اس
کے لڑکے نے یہ اہتمام شروع کر دیا کہ ہر جمعہ کو وہ ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر
اس کو ثواب بخشتا اور اس کے لئے اور سب قبرستان والوں کے لئے دعا کرتا ایک
دن اس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اماں تمہارا کیا حال ہے ماں
نے جواب دیا موت کی سختی بڑی سخت چیز ہے میں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت
سے ہوں ریحان میرے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ ریشم کے تکیئے لگے ہوئے ہیں۔ قیامت
تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا بیٹے نے پوچھا کہ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہو
اس نے کہا کہ تو ہر جمعہ کو میرے پاس آکر قرآن پاک پڑھتا ہے اس کو نہ چھوڑنا جب
تو آتا ہے سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوش خبری دینے آتے ہیں
کہ تیرا بیٹا آگیا مجھے بھی تیرے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے اور ان سب کو بھی بہت
خوشی ہوتی ہے وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں اسی طرح ہر جمعہ کو اہتمام سے جاتا تھا ایک دن میں نے
خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع مردوں اور عورتوں کا میرے پاس آیا میں نے پوچھا
تم کون لوگ ہو کیوں آئے ہو وہ کہنے لگے کہ ہم فلاں قبرستان کے آدمی ہیں ہم تمہارا
شکریہ ادا کرنے آئے ہیں تم جو ہر جمعہ کو ہمارے پاس آتے ہو اور ہمارے لئے دعائے مغفرت
کرتے ہو اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے اس کو جاری رکھنا اس کے بعد سے میں نے
اور بھی زیادہ اہتمام اس کا شروع کر دیا ایک اور عالم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب
میں دیکھا کہ ایک قبرستان کی سب قبریں ایک دم شق ہو گئیں اور مردے ان میں
سے باہر نکل کر زمین پر سے کوئی چیز جلدی جلدی چن رہے ہیں لیکن ایک شخص فارغ
بیٹھا ہے وہ کچھ نہیں چنتا میں نے اس کے پاس جاکر سلام کیا اور اس سے پوچھا کہ یہ لوگ
کیا چن رہے ہیں اس نے کہا کہ جو لوگ کچھ صدقہ دعا درود وغیرہ کر کے اس قبرستان والوں
کو بھیجتے ہیں اس کی برکات سمیٹ رہے ہیں میں نے کہا تم کیوں نہیں چنتے اس نے
کہا مجھے اس وجہ سے استغناء ہے کہ میرا ایک لڑکا ہے جو فلاں بازار میں زلابیہ

(حلوے کی ایک قسم ہے جو منہ کو چپک جاتی ہے) بیچا کرتا ہے وہ روزانہ مجھے ایک قرآن شریف پڑھکر بخشتا ہے میں صبح کو اٹھ کر اس بازار میں گیا میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ زلابیہ فروخت کر رہا ہے اور اُس کے ہونٹ ہل رہے ہیں میں نے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے ہو اس نے کہا میں روزانہ ایک قرآن پاک ختم کر کے اپنے والد کو ہدیہ پیش کیا کرتا ہوں اس قصّہ کے عرصہ کے بعد میں نے پھر ایک مرتبہ اس قبرستان کے آدمیوں کو اسی طرح چلتے دیکھا اور اس مرتبہ اس شخص کو بھی چلتے دیکھا جس سے پہلی مرتبہ بات ہوئی تھی پھر میری آنکھ کھل گئی مجھے اس پر تعجب تھا صبح اٹھ کر پھر میں اسی بازار میں گیا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس لڑکے کا انتقال ہو گیا (روض) حضرت صالح مری فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی شب میں اخیر رات میں جامع مسجد جا رہا تھا تاکہ صبح کی نماز وہاں پڑھوں صبح میں دیر تھی راستہ میں ایک قبرستان تھا میں وہاں ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ سب قبریں شق ہو گئیں اور اس میں سے مردے نکل کر آپس میں ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں ان میں ایک نوجوان بھی قبر سے نکلا جس کے کپڑے میلے اور وہ مغموم سا ایک طرف بیٹھ گیا تھوڑی دیر میں آسمان سے بہت سے فرشتے اترے جن کے ہاتھوں میں خوان تھے جن پر نور کے رومال ڈھکے ہوئے تھے وہ ہر شخص کو ایک خوان دیتے تھے اور جو خوان لے لیتا تھا وہ اپنی قبر میں چلا جاتا تھا جب سب لے چکے تو یہ جوان بھی خالی ہاتھ اپنی قبر میں جانے لگا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اس قدر غمگین کیوں ہو اور یہ خوان کیسے تھے اس نے کہا کہ یہ خوان ان ہدایا کے تھے جو زندہ لوگ اپنے اپنے مردوں کو بھیجتے ہیں میرے کوئی اور تو ہے نہیں جو بھیجے ایک والدہ ہے مگر وہ دنیا میں پھنس رہی ہے اس نے دوسری شادی کر لی وہ اپنے خاوند میں مشغول رہتی ہے مجھے کبھی بھی یاد نہیں کرتی میں نے اس سے اس کی والدہ کا پتہ پوچھا اور صبح کو اس پتہ پر جا کر اس کی والدہ کو پردہ کے پیچھے بلایا اور اس سے اس کے لڑکے کو پوچھا اور یہ خواب سنایا اس عورت نے کہا بیشک وہ میرا لڑکا تھا میرے جگر کا ٹکڑا تھا میری گود اس کا بستر تھا اس کے بعد

اس عورت نے مجھے ایک ہزار درم دیئے کہ میرے لڑکے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے اس کو صدقہ کردینا اور میں آئندہ ہمیشہ اس کو دعا اور صدقہ سے یاد رکھوں گی۔ کبھی نہ بھولوں گی حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا اور اس نوجوان کو بھی بڑی اچھی پوشاک میں بہت خوش دیکھا وہ میری طرف کو دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ صالح حق تعالیٰ شانہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تمہارا ہدیہ میرے پاس پہونچگیا (روض) اس قسم کے ہزاروں واقعات کتب میں موجود ہیں بعض اس سے پہلی حدیث میں بھی گذر چکے ہیں بس اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ میری اولاد مرنے کے بعد بھی میرے کام آئے تو اپنے مقدور کے موافق اس کو نیک اور صالح بنانے کی کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ حقیقۃ میں اولاد کے لئے بھی خیرخواہی ہے اور اپنے لئے بھی کارآمد ہے اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا (سورہ تحریم) اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اپنے اہل وعیال کو کس طرح آگ سے بچائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو ایسے کاموں کا حکم کرتے رہو جس سے اللہ جل شانہ راضی ہوں اور ایسی چیزوں سے روکتے رہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو خیر کی باتوں کی تعلیم اور تنبیہ کرتے رہو۔ (درمنثور) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہ اس باپ پر رحم کرے جو اولاد کی اس بات میں مدد کرے کہ وہ باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے یعنی ایسا برتاؤ اس سے نہ کرے جس سے وہ نافرمانی کرنے لگے (احیاء) اولاد کو نیک بنانا بھی اس میں داخل ہے اگر وہ نیک نہ ہوگی تو پھر والدین کے ساتھ جو کرے وہ برمحل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بچہ کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور جب چھ برس کا ہو اس کو آداب سکھائے جائیں اور جب نو برس کا ہو جائے

تو اس کا بستر علیحدہ کر دیا جائے (یعنی دوسروں کے پاس نہ سوئے) اور جب تیرہ برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے۔ اور جب سولہ برس کا ہو جائے تو نکاح کر دیا جائے پھر اس کا باپ ہاتھ پکڑ کر کہے کہ میں نے تجھے آداب سکھا دیئے تعلیم دیدی نکاح کر دیا اب میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں دنیا میں تیرے فتنہ سے اور آخرت میں تیری وجہ سے عذاب سے (احیاء) تیری وجہ سے عذاب کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ ارشاد نبوی وارد ہوا ہے کہ جو شخص کوئی برا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس کو اپنے فعل کا گناہ بھی ہوتا ہے اور جتنے لوگ اس کی وجہ سے اس پر عمل کریں گے تو ان سب کا گناہ بھی اس کو ہوگا اس طرح پر کہ کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی انکو اپنے فعل کا مستقل گناہ ہوگا اور اسکو ذریعہ اور سبب بننے کا مستقل گناہ ہوگا اس بنا پر جو اولاد اپنے بڑوں کی بری حرکات انکے اعمال کیوجہ سے اختیار کرتی ہے ان سب کا گناہ بڑوں کو بھی ہوتا ہے اسلئے اپنے چھوٹوں کے سامنے بُری حرکات کرنے سے خصوصیت سے احتراز کرنا چاہیے اس حدیث شریف میں تیرہ برس کی عمر میں نماز پر مارنے کا حکم ہے اور بہت سی احادیث میں یہ ہے کہ بچے کو جب سات برس کا ہو جائے نماز کا حکم کرو اور جب دس برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارو یہ روایات اپنی صحت اور کثرت کے لحاظ سے مقدم ہیں بہر حال بچہ کے نماز نہ پڑھنے پر باپ کو مارنے کا حکم ہے اور اس پر نماز میں تنبیہ نہ کرنا اپنا جرم ہے اور اس کے بالمقابل اگر اس کو نماز روزہ اور دینی احکام کا پابند اور عادی بنا دیا تو اس کے اعمال حسنہ کا ثواب اپنے آپکو بھی ملے گا اور اس کے ساتھ جب وہ صالح بن کر والدین کے لئے دعا بھی کریگا تو اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب ملتا رہیگا۔ ابن ملکؒ کہتے ہیں کہ حدیث بالا میں اولاد کو صالح کے ساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ ثواب غیر صالح اولاد کا نہیں پہونچتا اور اس کی دعا کا ذکر اولاد کو دعا کی ترغیب دینے کے لئے ہے۔ چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ والد کو صالح اولاد کے عمل کا ثواب خود پہونچتا رہتا ہے چاہے وہ دعا کرے یا نہ کرے جیسا کہ کوئی شخص رفاہ عام کے لئے کوئی درخت لگا دے اور لوگ اسکا پھل کھاتے رہیں تو اس کھانے

والوں کے کھانے کا ثواب اس کو ملتا رہے گا چاہے یہ لوگ درخت لگانے والے کے لئے دعا کریں یا نہ کریں علامہ مناوئیؒ کہتے ہیں کہ والد کو دعا کے ساتھ تنبیہ اور تحریض کے طور پر ذکر فرمایا کہ وہ دعا کرے ورنہ دعا ہر شخص کی نافع ہے چاہے وہ اولاد ہو یا نہ ہو۔ اس حدیث شریف میں تین چیزوں کا ذکر اہتمام کی وجہ سے کیا ہے ان کے علاوہ اور بھی بعض چیزیں احادیث میں ایسی آئی ہیں جن کے متعلق یہ وارد ہوا ہے کہ ان کا دائمی ثواب ملتا رہتا ہے۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جو شخص کوئی نیک طریقہ جاری کر دے اس کو اپنے عمل کا ثواب بھی ملے گا اور جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا ثواب اس کو ملتا رہے گا اور کرنے والوں کے اپنے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو شخص برا طریقہ جاری کر دے اس پر اپنے کئے کا بھی گناہ ہے اور جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا گناہ بھی اس کو ہوگا اور اس کی وجہ سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے عمل کا ثواب مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ مگر جو شخص اللہ کے راستہ میں سرحدوں کی حفاظت کرنیوالا ہے اس کا ثواب قیامت تک بڑھتا رہتا ہے (مرقاۃ) ان کے علاوہ احادیث میں اور بھی بعض اعمال کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ کوئی درخت لگا دینا یا نہر جاری کر دینا جن کو علامہ سیوطیؒ نے جمع کر کے گیارہ چیزیں بتائی ہیں اور ابن عمادؒ نے تیرہ چیزیں گنوائی ہیں لیکن ان میں سے اکثر انہی تین کی طرف راجع ہو جاتی ہیں جیسا کہ درخت لگانا یا نہر جاری کرنا صدقہ جاریہ میں داخل ہے (عون)

(۲۰) عن عائشۃ رضؓ انھم ذبحوا شاۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما بقی منھا الا کتفھا قال بقی کلھا الا کتفھا رواہ الترمذی وصححہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھر کے آدمیوں نے یا صحابہ کرامؓ نے ایک بکری ذبح کی اور اس میں سے تقسیم کر دیا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کتنا باقی رہا حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا کہ صرف ایک شانہ باقی رہ گیا ہے (باقی سب تقسیم ہو گیا) حضورؐ نے فرمایا کہ وہ سب باقی ہے اس شانہ کے سوا۔

ف: مقصد یہ ہے کہ جو اللہ کے لئے خرچ کردیا گیا وہ تو حقیقت میں باقی ہے کہ اس کا دائمی ثواب باقی ہے اور جو رہ گیا وہ فانی ہے نہ معلوم باقی رہنے والی جگہ خرچ ہو یا نہ ہو صاحب مظاہر کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے اللہ جل شانہ کے اس پاک ارشاد کی طرف ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق (نحل ع ۱۳) جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ایک دن ختم ہو جائے گا۔ (چاہے اس کے زوال سے ہو یا تمہاری موت سے) اور جو کچھ اللہ جل شانہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

ایک حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد وارد ہوا ہے کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال اس کے سوا دوسری بات نہیں ہے کہ اس کا مال وہ ہے جو کھا کر ختم کردیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا اللہ کے راستہ میں خرچ کر کے اپنے لئے ذخیرہ بنا لیا اور اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ جانے والی چیز ہے جس کو وہ لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائیگا (مسلم) ایک اور حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون شخص ایسا ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا تو کوئی بھی نہیں ہے ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہوتا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنا مال وہ ہے جس کو (ذخیرہ بنا کر) آگے بھیج دیا اور جو مال چھوڑ گیا وہ وارث کا مال ہے (مشکوٰۃ عن البخاری) ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے سورہ الھٰکم التکاثر تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال اور اے آدمی تیرے لئے اس کے سوا کچھ نہیں جو کھا کر ختم کر دے یا پہن کر پرانا کر دے یا صدقہ کر کے آگے چلتا کر دے (تاکہ اللہ جل شانہ کے خزانے میں محفوظ رہے) (مشکوٰۃ عن مسلم) متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس مضمون کی روایتیں نقل کی گئیں لوگوں کو دنیا کے بینک میں روپیہ جمع کرنے کا بڑا اہتمام ہوتا ہے لیکن وہ کیا ساتھ رہنے والا ہے اگر اپنی زندگی ہی میں اس پر کوئی آفت نہ بھی آئے تو مرنے کے بعد بہر حال وہ اپنے کام آنے والا نہیں ہے لیکن اللہ جل شانہ کے بینک میں جمع کیا ہوا روپیہ ہمیشہ کام آنے والا ہے نہ اس پر کوئی آفت ہے نہ زوال اور مزید

برائی کر کبھی ختم ہونے والا نہیں حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں بڑی کثرت سے خرچ کرتے تھے ان کی والدہ اور بھائیوں نے حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ سے اس کی شکایت کی یہ سب کچھ خرچ کرنا چاہتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ یہ چند روز میں فقیر ہو جائیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے حضرت سہل سے دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ آپ ہی بتائیں کہ اگر کوئی مدینہ طیبہ کا رہنے والا رستاق میں (جو ملک فارس کا ایک شہر ہے) زمین خریدے اور وہاں منتقل ہونا چاہے وہ مدینہ طیبہ میں اپنی کوئی چیز چھوڑے گا۔ انھوں نے فرمایا کہ نہیں کہنے لگے بس یہی بات ہے لوگوں کو ان کے جانب سے یہ خیال ہوگیا کہ وہ دوسری جگہ انتقال آبادی کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں (تنبیہ الغافلین) اور ان کی غرض دوسرے عالم کو انتقال تھی اور آج کل تو ہر شخص کو اس کا ذاتی تجربہ بھی ہے جو لوگ ہند سے پاکستان یا پاکستان سے ہند میں مستقل قیام کی نیت سے انتقال آبادی اپنے اختیار سے کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے جانے سے پہلے اپنی جائداد مکانات وغیرہ سب چیزوں کے تبادلہ کی کتنی کوشش کرتے ہیں اور اتنے تبادلہ مکمل نہیں ہو جاتا ساری تکالیف برداشت کرنے کے باوجود انتقال آبادی کا ارادہ نہیں کرتے اور جو بلا اختیار جبری طور پر ایک جگہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو گئے ہیں ان کی حسرت و افسوس کی نہ کوئی انتہا ہے نہ خاتمہ یہی صورت بعینہٖ ہر شخص کی اس عالم سے انتقال کی ہے ابھی تک ہر شخص کو اپنے سامان جائداد وغیرہ سب چیزوں کے انتقال کا اختیار ہے لیکن جب موت سے جبری انتقال ہو جائے گا سب کچھ اسی عالم میں رہ جائے گا اور گویا بحق سرکار ضبط ہو جائے گا۔ ابھی وقت ہے کہ سمجھ رکھنے والے اپنے سامان کو دوسرے عالم میں منتقل کرلیں۔

(۳) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہٗ ومن کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یوذ جارہٗ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ

ومن کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلیقل خیراً اولیصمت وفی روایۃ بدل الجار ومن کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلیصل رحمہ متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

کہ مہمان کا اکرام کرے اور اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور زبان سے کوئی بات نکالے تو بھلائی کی بات نکالے ورنہ چپ رہے اور دوسری روایت میں ہے کہ صلہ رحمی کرے ۔

ف - اس حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی امور پر تنبیہ فرمائی اور ہر مضمون کو حضور نے اس ارشاد کے ساتھ ذکر فرمایا کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے ۔ ترجمہ میں اختصار کی وجہ سے شروع ہی میں ذکر پر اکتفا کیا گیا ۔ ہر ہر جملہ کے ساتھ اس کو ذکر فرمانے سے مقصود ان امور کی اہمیت اور تاکید ہے جیسا کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی کو کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو فلاں کام کر دے مقصد اس تنبیہ سے یہ ہے کہ یہ چیزیں کامل ایمان کے افراد ہیں جو ان کا اہتمام نہ کرے اس کا ایمان بھی کامل نہیں (مظاہر) اور اللہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان کے ذکر میں خصوصیت غالباً اس وجہ سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ پر ایمان بغیر تو آخرت میں کسی نیکی کا کوئی ثواب ہی نہیں اور اللہ جل شانہ پر ایمان میں آخرت پر ایمان خود آگیا تھا پھر اس کو خصوصیت سے غالباً اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ تنبیہ اور ثواب کی نیت پر شوق دلانا ہے کہ ان امور کا حقیقی بدلہ اور ثواب آخرت کے دن ملے گا جس دن یہ معلوم ہو گا کہ دنیا کی ذرا ذرا سی چیز اور عمل پر اللہ جل شانہ کے یہاں کتنا کتنا اجر اور ثواب ہے ۔ اس کے بعد حضور ؐ نے اس حدیث پاک میں چار چیزوں پر تنبیہ فرمائی پہلی چیز مہمان کا اکرام ہے وہی اس جگہ بندہ کا اس روایت کے ذکر کرنے سے مقصود ہے اس کی توضیح آئندہ حدیث میں آئے گی دوسرا مضمون پڑوسی کو ایذا نہ دینے کے متعلق ہے اس حدیث شریف میں ادنیٰ درجہ کا حکم کیا گیا کہ پڑوسی کو ایذا نہ پہونچائے یہ بہت ہی ادنیٰ درجہ ہے ورنہ روایات میں پڑوسی کے حق کے

متعلق بہت زیادہ تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔ شیخین کی بعض روایات میں فلیکرم جارہ وارد ہوا ہے یعنی پڑوسی کا اکرام کرے اور شیخین کی بعض روایات میں فلیحسن الی جارہ آیا ہے کہ اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے یعنی جس چیز کا وہ محتاج ہو اس میں اس کی اعانت کرے اس سے برائی کو دفع کرے۔

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے۔ جلنتے ہو پڑوسی کا کیا حق ہے اگر وہ تجھ سے مدد چاہے اس کی مدد کر اگر قرض مانگے تو اس کو قرض دے اگر محتاج ہو تو اس کی اعانت کر اگر بیمار ہو تو عیادت کر اگر وہ مرجائے تو اسکے جنازہ کے ساتھ جا اگر اس کو خوشی حاصل ہو تو مبارکباد دے اگر مصیبت پہونچے تو تعزیت کر بغیر اس کی اجازت کے اسکے مکان کے پاس اپنا مکان اونچانہ کرجس سے اس کی ہوا رک جائے۔ اگر تو کوئی پھل خریدے تو اس کو بھی ہدیہ دے اور اگر یہ نہ ہوسکے تو اس پھل کو ایسی طرح پوشیدہ گھر میں لا کہ وہ نہ دیکھے اور اس کو تیری اولاد باہر لیکر نہ نکلے۔ تاکہ پڑوسی کے بچے اس کو دیکھکر رنجیدہ نہ ہوں اور اپنے گھر کے دھویں سے اس کو تکلیف نہ پہونچا مگر اس صورت میں کہ جو پکائے اس میں سے اس کا بھی حصہ لگالے تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کتنا حق ہے قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کے حق کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا جس پر اللہ رحم کرے روایت کیا اس کو غزالیؒ نے اربعین میں (مظاہر تبغیر) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (تین مرتبہ فرمایا) خدا کی قسم مومن نہیں ہے۔ خدا کی قسم مومن نہیں ہے۔ خدا کی قسم مومن نہیں ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کون شخص حضورؐ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں (اور بدیوں) سے مامون نہ ہو۔ (مشکوٰۃ عن الشیخین)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جنت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں سے مامون نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں حضراتؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے پڑوسی کے بارہ

نے اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے ان کی تاکید ول سے یہ گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنا کر رہیں گے۔ (مشکوٰۃ) حق سبحانہ و تقدس کا پاک ارشاد ہے واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل (نساء ع۶) تم اللہ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور دوسرے اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ اور غربا کے ساتھ اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور مسافر کے ساتھ بھی پاس والے پڑوسی سے مراد یہ ہو کہ اس کا مکان قریب ہو اور دور کے پڑوسی سے مراد یہ ہے کہ اس کا مکان دور ہو۔ حسن بصری رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ پڑوس کہاں تک ہے انھوں نے فرمایا کہ چالیس مکان آگے کی جانب اور چالیس پیچھے کی جانب اور چالیس دائیں اور چالیس بائیں جانب۔

حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا گیا کہ دور کے پڑوسی سے ابتدا نہ کی جائے بلکہ پاس کے پڑوسی سے ابتدا کی جائے۔ حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے دو پڑوسی ہیں کس سے ابتدا کروں حضورؐ نے فرمایا جس کا دروازہ تیرے دروازے سے قریب ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے مختلف طریقوں سے نقل کیا گیا کہ پاس کا پڑوسی وہ ہے جس سے قرابت ہو اور دور کا پڑوسی وہ ہے جس سے قرابت نہ ہو۔ نوف شامی سے نقل کیا گیا کہ پاس کا پڑوسی مسلمان پڑوسی ہے اور دور کا پڑوسی یہود و نصاریٰ (یعنی غیر مسلم درمنثور) مسند بزار وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ پڑوسی تین طرح کے ہیں ایک وہ پڑوسی جس کے تین حق ہوں پڑوس کا حق رشتہ داری کا حق اور اسلام کا حق۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے دو حق ہوں پڑوس کا حق اور اسلام کا حق تیسری قسم وہ ہے جس کا ایک ہی حق ہو وہ غیر مسلم پڑوسی ہے (جمل) گویا پڑوس کے تین درجے ترتیب وار ہو گئے۔ امام غزالی نے بھی اس حدیث شریف کو نقل فرمایا ہو اس کے بعد فرماتے ہیں کہ دیکھو اس حدیث شریف میں محض پڑوسی ہونے کی وجہ

ہے مشرک کا حق بھی مسلمان پر قائم فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسیوں میں فیصلہ کیا جائے گا ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور اپنے پڑوسی کی کثرت سے شکایت کرنے لگے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا جاؤ (اپنا کام کرو) اگر اس نے تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہ کی نافرمانی کی (کہ تم کو ستایا) تو تم تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہ کی نافرمانی نہ کرو۔

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت کا حال بیان کیا گیا کہ وہ روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے تہجد بھی پڑھتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو ستاتی ہے حضور نے فرمایا وہ جہنم میں داخل ہوگی۔ (چاہے پھر سزا بھگت کر نکل آئے) امام غزالی فرماتے ہیں کہ پڑوسی کا حق صرف یہی نہیں کہ اس کو تکلیف نہ دیجائے بلکہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تکلیف کو برداشت کیا جائے حضرت ابن المقفع اپنے پڑوسی کی دیوار کے سایہ میں اکثر بیٹھ جایا کرتے تھے ان کو معلوم ہوا کہ اس کے ذمہ قرض ہوگیا جس کی وجہ سے وہ اپنا گھر فروخت کرنا چاہتا ہے۔ فرمانے لگے کہ ہم اس کے گھر کی سایہ میں ہمیشہ بیٹھے اس کے سایہ کا حق ہم نے کچھ ادا نہ کیا یہ کہکر اس کے گھر کی قیمت اس کو نقد دی اور فرمایا کہ تمہیں قیمت وصول ہو گئی اب اس کو فروخت کرنیکا ارادہ نہ کرنا حضرت ابن عمرؓ کے غلام نے ایک بکری ذبح کی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب اس کی کھال نکال چکو تو سب سے پہلے اس کے گوشت میں سے میرے یہودی پڑوسی کو دینا کئی دفعہ یہی لفظ فرمایا غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی مرتبہ اس کو فرمائیں گے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت جبرئیلؑ بار بار پڑوسی کے متعلق تاکید فرماتے رہے (اس لئے میں بار بار کہہ رہا ہوں) حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ مکارم اخلاق دس چیزیں ہیں بسا اوقات یہ چیزیں بیٹے میں ہوجاتی ہیں باپ میں نہیں ہوتیں۔ غلام میں ہوجاتی ہیں آقا میں نہیں ہوتیں حق تعالیٰ شانہ کی عطا ہے جس کو چاہے کرے (۱) سچ بولنا (۲) لوگوں کے

ساتھ سچائی کا معاملہ کرنا (دھوکہ نہ دینا) (۳) سائل کو عطا کرنا (۴) احسان کا بدلہ دینا (۵) صلہ رحمی کرنا (۶) امانت کی حفاظت کرنا (۷) پڑوسی کا حق ادا کرنا (۸) ساتھی کا حق ادا کرنا (۹) مہمان کا حق ادا کرنا (۱۰) ان سب کی جڑ اور اصل اصول حیا ہے (احیاء)

تیسرا مضمون حدیث بالا میں یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ خیر کی بات زبان سے نکالے یا چپ رہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ پاک ارشاد جامع کلمہ ہے اس لئے کہ جو بات کہی جائے وہ یا خیر ہوگی یا شر اور خیر میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کا کہنا مطلوب ہے فرض ہو یا مستحب اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ شر ہے (فتح) یعنی اگر کوئی ایسی بات ہو جو بظاہر نہ خیر معلوم ہوتی ہو نہ شر وہ حافظ کے کلام کے موافق شر میں داخل ہو جائے گی اس لئے کہ جب کوئی فائدہ اس سے مقصود نہیں تو لغو ہی وہ خود شر ہے۔ حضرت ام حبیبہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا کہ آدمی کا ہر کلام اس پر وبال ہے کوئی نفع دینے والی چیز نہیں بجز اس کے کہ بھلائی کا حکم کرے یا برائی سے روکے یا اللہ جل شانہ کا ذکر کرے اس حدیث کو سن کر ایک شخص کہنے لگے یہ حدیث تو بڑی سخت ہے۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا اس میں حدیث کی سختی کی کیا بات ہے یہ تو خود اللہ جل جلالہ نے قرآن شریف میں فرمایا لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نوتیہ اجراً عظیما (نساء ع ۱۷) لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات یا کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے یہ کام کرے گا ہم اس کو عنقریب بہت زیادہ اجر عطا کریں گے حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اللہ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ تمہارے ہر کام کے لئے زینت ہے میں نے عرض کیا کچھ اور ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کہ جو آسمانوں میں تمہارے ذکر کا سبب ہے

اور زمین میں تمھارے لئے نور ہے میں نے اور زیادتی چاہی تو ارشاد فرمایا کہ سکوت بہت کثرت سے رکھا کرو یہ شیطان کے دور رہنے کا ذریعہ ہے اور دینی کاموں میں مدد کا سبب ہے میں نے اور زیادتی چاہی تو فرمایا کہ ہنسنے کی زیادتی سے احتراز کرو اس سے دل مرجاتا ہے اور منہ کی رونق کم ہوجاتی ہے میں نے عرض کیا اور کچھ، فرمایا حق بات کہو چاہے کڑوی ہی کیوں نہ ہو میں نے عرض کیا اور کچھ، فرمایا اللہ کے معاملہ میں کسی کا خوف نہ کرو میں نے عرض کیا اور کچھ فرمایا کہ تمہیں اپنے عیوب (کا فکر) لوگوں کے عیوب کو دیکھنے سے روکدے (درمنثور) امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ زبان اللہ جل شانہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اس کی غریب ولطیف صنعتوں میں سے ایک صنعت ہے اس کا جثہ چھوٹا ہے لیکن اس کی اطاعت اور گناہ بہت بڑے ہیں حتیٰ کہ کفر و اسلام جو گناہ اور طاعت میں دو آخری کناروں پر ہیں اسی سے ظاہر ہوتے ہیں اس کے بعد اس کی بہت سی آفتیں شمار کی ہیں بیکار گفتگو بیہودہ باتیں جنگ وجدل منہ پھیلا کر باتیں کرنا مقفیٰ عبارتوں اور فصاحت میں تکلف کرنا۔ فحش بات کرنا گالی دینا لعنت کرنا۔ شعر شاعری میں انہماک کسی کے ساتھ تمسخر کرنا کسی کا راز ظاہر کرنا جھوٹا وعدہ کرنا جھوٹ بولنا جھوٹی قسم کھانا کسی پر تعریض کرنا تعریض کے طور پر جھوٹ بولنا غیبت کرنا چغل خوری کرنا دورنگی باتیں کرنا بے محل کسی کی تعریف کرنا بے محل سوال کرنا وغیرہ وغیرہ اتنی کثیر آفتیں اس چھوٹی سی چیز کے ساتھ وابستہ ہیں کہ ان کا مسئلہ نہایت خطرناک ہے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چپ رہنے کی بہت ترغیب فرمائی ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص چپ رہا وہ نجات پاگیا ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ مجھے اسلام کے بارہ میں ایسی چیز بتادیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے پوچھنا نہ پڑے حضورؐ نے فرمایا اللہ جل شانہ پر ایمان لاؤ اور اس پر استقامت رکھو انھوں نے عرض کیا حضورؐ میں کس چیز سے بچوں حضورؐ نے فرمایا اپنی زبان سے ایک اور صحابی نے عرض کیا یارسول اللہؐ نجات کی کیا صورت ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو اپنے گھر میں رہو (فضول باہر نہ پھرو) اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ ایک حدیث میں حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا گیا جو شخص دو چیزوں کا ذمہ لے میں اس کے لئے جنّت کا ذمہ دار ہوں ایک زبان دوسری شرمگاہ؛

ایک حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو چیزیں جنت میں داخل کرنے والی ہیں ان میں سب سے اہم کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کا خوف اور اچھی عادتیں، پھر عرض کیا گیا کہ جہنم میں جو چیزیں داخل کرنیوالی ہیں ان میں اہم چیز کیا ہے حضورؐ نے فرمایا منہ اور شرم گاہ، حضرت عبداللہ بن مسعودرضؓ صفامروہ کی سعی کر رہے تھے اور اپنی زبان کو خطاب کر کے فرماتے تھے۔ اے زبان اچھی بات کہہ نفع کمائے گی اور شر سے سکوت کر سلامت رہیگی اس سے پہلے کہ شرمندہ ہو۔ کسی نے پوچھا کہ یہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا آپ نے اس بارہ میں کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ آدمی کی خطاؤں کا اکثر حصّہ اس کی زبان میں ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن عمررضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی زبان کو روکے رہے۔ اللہ جل شانہ اس کی عیب پوشی کرتے ہیں اور جو شخص اپنے غصّہ پر قابو رکھے اللہ جل شانہ اس کو اپنے عذاب سے محفوظ فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہے حق تعالےٰ شانہ اُس کے عذر کو قبول فرماتے ہیں۔ حضرت معاذرضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے کچھ وصیت فرمائیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانٗہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور اگر تم کہو تو میں وہ چیز بتاؤں جس سے ان چیزوں پر سب سے زیادہ قدرت حاصل ہو جائے اور یہ فرما کر اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا (احیاء) حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السّلام سے نقل کیا گیا کہ اگر کلام چاندی ہے تو سکوت سونا ہے حضرت لقمان حکیم جو اپنی حکمت اور دانائی کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہیں ایک حبشی غلام نہایت بدصورت تھے مگر اپنی حکمتوں کی وجہ سے مقتدائے عالم تھے کسی نے ان سے پوچھا کہ تو فلاں شخص کا غلام نہیں ہے انھوں نے فرمایا بیشک ہوں پھر اس نے کہا کہ تو فلاں پہاڑ کے نیچے بکریاں نہ

جاتا تھا۔ انھوں نے فرمایا صحیح ہے پھر اس نے کہا کہ پھر یہ مرتبہ کس بات سے ملا انھوں نے فرمایا (چار چیزوں سے) اللہ کا خوف، بات میں سچائی امانت کا پورا پورا ادا کرنا اور بے فائدہ بات سے سکوت اور بھی متعدد روایات میں ان کی خصوصی عادت کثرت سکوت ذکر کی گئی (درمنثور) حضرت براء فرماتے ہیں کہ ایک بدو نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو جنت میں لے جانے والا ہو حضور نے فرمایا بھوکے کو کھانا کھلاؤ پیاسے کو پانی پلاؤ اچھی باتوں کا لوگوں کو حکم کرو اور بُری باتوں سے روکو اور یہ نہ ہو سکے تو اپنی زبان کو بھلی بات کے علاوہ بولنے سے روکے رکھو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اپنی زبان کو خیر کے علاوہ سے محفوظ رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم شیطان پر غالب رہوگے یہ چند روایات مختصراً ذکر کی ہیں انکے علاوہ بہت سی روایات اور آثار ہیں جن کو امام غزالی نے ذکر کیا اور علامہ زبیدی اور حافظ عراقی نے ان کی تخریج کی ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کا مسئلہ اہم مسئلہ ہے جس سے ہم لوگ بالکل غافل ہیں جو چاہا زبان سے کہدیا حالانکہ اللہ جل شانہ کے دو نگہبان ہر وقت دن اور رات دائیں اور بائیں مونڈھوں پر موجود رہتے ہیں جو ہر بھلائی اور برائی کو لکھتے ہیں اس کے بعد اللہ جل شانہ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کیا احسان ذکر کیا جائے آدمی سے بے التفاتی میں فضول بات نکل ہی جاتی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کفارہ مجلس کا یہ ہے کہ اٹھنے سے قبل تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ (حصن حصین)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اخیر میں ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پہلے تو ان کلمات کو نہیں پڑھتے تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں ایک اور حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا چند کلمے ایسے ہیں کہ جو شخص مجلس سے اٹھنے کے وقت تین مرتبہ ان کو پڑھے تو وہ مجلس کی گفتگو کے لئے کفارہ ہو جاتے ہیں اور اگر مجلس خیر میں پڑھے جائیں تو اس مجلس (کے خیر ہونے) پر ان سے مہر لگ جاتی ہے جیسا کہ خط پر مہر لگائی جاتی ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ (ابوداؤد)

چوتھا مضمون حدیث بالا میں صلہ رحمی کے متعلق ہے اس کا مفصل بیان آئندہ فصلوں میں آرہا ہے:۔

(۲۲) عن ابی شریح الکعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ یوم ولیلۃ والضیافۃ ثلثۃ ایام فما بعد ذلک فھو صدقۃ ولا یحل لہ ان یثوی عندہ حتی یحرجہ متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ جل شانہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے مہمان کا جائزہ ایک دن رات ہے اور مہمانی تین دن رات اور مہمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اتنا طویل قیام کرے جس سے میزبان مشقت میں پڑ جائے۔

ف:۔ اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ادب ارشاد فرمائے ایک میزبان کے متعلق دوسرا مہمان کے متعلق میزبان کا ادب یہ ہے کہ اگر وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے جیسا کہ پہلی حدیث میں گذر چکا ہے تو اس کو چاہیئے کہ مہمان کا اکرام کرے اور مہمان کا اکرام یہ ہے کہ کشادہ روئی اور خوش خلقی سے پیش آئے نرمی سے گفتگو کرے (مظاہر) ایک حدیث میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ آدمی مہمان کے ساتھ گھر کے دروازہ تک مشایعت کے لئے جائے (مشکوٰۃ) حضرت عقبہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مہمانی نہ کرے اس میں کوئی خیر نہیں حضرت سمرۃ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کی ضیافت کا حکم فرمایا کرتے تھے (مجمع الزوائد) ایک شخص نے دیکھا کہ حضرت علیؓ رو رہے ہیں اس نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سات دن سے کوئی مہمان نہیں آیا مجھے اس کا ڈر ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہ نے میری اہانت کا ارادہ تو نہیں کر لیا (احیاء) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں

مہمان کے اکرام کا حکم فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ اس کا جائزہ ایک دن رات ہے اس کی تفسیر میں علماء کے چند قول ہیں حضرت امام مالکؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد اکرام و اعزاز اور خصوصی تحفے ہیں یعنی ایک دن رات تو اس کے اعزاز میں اچھا کھانا تیار کرے اور باقی ایام میں معمولی مہمانی اس کے بعد پھر علماء کے اس میں دو قول ہیں کہ تین دن کی مہمانی جو حضورؐ کے پاک ارشاد میں وارد ہوئی ہے وہ اس ایک دن کے بعد ہے یعنی مہمان کا حق کل چار دن ہو گئے یا وہ ایک دن خصوصی اعزاز کا بھی ان ہی تین دن میں داخل ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ جائزہ سے مراد ناشتہ ہے راستہ کا اور حاصل یہ ہے کہ اگر مہمان قیام کرے تو تین دن کی مہمانی ہے اور قیام نہ کر سکے تو ایک دن ناشتہ (فتح الباری) تیسرا مطلب یہ ہے کہ جائزہ سے مراد تو ناشتہ ہی ہے۔ لیکن مطلب علماء نے لکھا ہے کہ تین دن کی مہمانی اور چوتھے دن رخصت کے وقت ایک دن کا ناشتہ۔ چوتھا مطلب یہ ہے کہ جائزہ سے مراد گذر ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص مستقل ملاقات کے لئے آئے اس کا حق تین دن قیام کا ہے اور جو راستہ میں گذرتے ہوئے ٹھہر جائے کہ اصل مقصود آگے جانا تھا یہ جگہ راستہ میں پڑ گئی اس لئے یہاں بھی قیام کر لیا تو اس کے قیام کا حق صرف ایک دن ہے (منذری) اور ان سب اقوال کا خلاصہ مختلف حیثیات سے مہمان کے اکرام کا اہتمام ہی ہے۔ کہ ایک دن کا اس کا خصوصی اہتمام کھانے کا کرے اور روانگی کے وقت ناشتہ کا بھی بالخصوص ایسے راستوں میں جہاں راستہ میں کھانا نہ مل سکتا ہو۔

دوسرا ادب حدیث بالا میں مہمان کے لئے ہے کہ کہیں جا کر اتنا طویل قیام نہ کرے جس سے میزبان کو تنگی اور دقت پیش آئے ایک اور حدیث میں اس لفظ کی جگہ یہ ارشاد ہے کہ اتنا نہ ٹھہرے کہ میزبان کو گنہگار بنا دے یعنی یہ کہ اس کے طویل قیام کی وجہ سے میزبان اس کی غیبت کرنے لگے، یا کوئی ایسی حرکت کرے جس سے مہمان کو اذیت ہو یا مہمان کے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی کرنے لگے کہ یہ سب امور میزبان کو گنہگار بنانے والے ہیں لیکن یہ سب کچھ اس صورت میں ہے کہ میزبان کی طرف سے

مہمان کے قیام پر اصرار اور تقاضا نہ ہو یا اس کے انداز سے غالب گمان یہ ہو کہ زیادہ قیام اس پر گراں نہیں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا چیز ہے جو اس کو گناہ میں ڈالے حضورؐ نے فرمایا اس کے پاس اتنا قیام کرے کہ میزبان کے پاس اس کے کھلانے کو کچھ نہ ہو۔ حافظ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت سلمانؓ کا اپنے مہمان کے ساتھ ایک قصہ پیش آیا۔ (فتح)

جس قصہ کی طرف حافظ نے اشارہ کیا ہے امام غزالی نے اس کو نقل کیا ہے حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حضرت سلمانؓ کی زیارت کے لئے گئے انھوں نے جَو کی روٹی اور نیم کوفتہ نمک ہمارے سامنے رکھا میرا ساتھی کہنے لگا کہ اگر اس کے ساتھ سعتر (پودینہ کی ایک قسم ہے) ہوتا تو بڑا لذیذ ہوتا حضرت سلمانؓ تشریف لے گئے اور وضو کا لوٹا رہن رکھ کر سعتر خرید کر لائے جب ہم کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَنَّعَنَا بِمَا رَزَقَنَا سب تعریف اللہ جل شانہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ماحضر پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی حضرت سلمانؓ نے فرمایا اگر تمہیں ماحضر پر قناعت ہوتی تو میرا لوٹا گروی نہ رکھا جاتا (احیاء) حاصل یہ ہے کہ میزبان پر ایسی فرمائشیں کرنا جس سے اس کو دقت ہو یہ بھی حرجہ (میزبان کو تنگی میں ڈالنے) میں داخل ہے۔ دوسرے کے گھر جا کر چناں چنیں کرنا یہ چاہیئے وہ چاہیئے ہرگز مناسب نہیں ہے۔ جو وہ حاضر کر رہا ہے اس کو صبر و شکر سے بشاشت کے ساتھ کھا لینا چاہیئے۔ فرمائشیں کرنا بسا اوقات میزبان کی دقت اور تنگی کا سبب ہوتا ہے البتہ اگر میزبان کے حال سے یہ اندازہ ہو کہ وہ فرمائش سے خوش ہوتا ہے مثلاً فرمائش کرنے والا کوئی محبوب ہو اور جس سے فرمائش کی جائے وہ جاں نثار ہو۔ تو جو چاہے فرمائش کرے حضرت امام شافعیؒ بغداد میں زعفرانی کے مہمان تھے اور وہ حضرت امام کی خاطر میں روزانہ اپنی باندی کو ایک پرچہ لکھا کرتا تھا جس میں اس وقت کے کھانے کی تفصیل ہوتی تھی حضرت امام شافعی رضؓ نے ایک وقت باندی سے پرچہ لے کر دیکھا اور اس میں اپنے قلم سے ایک چیز کا اضافہ فرما دیا۔ دستر خوان پر جب زعفرانی نے وہ چیز دیکھی تو باندی پر اعتراض کیا کہ میں نے اس کے پکانے کو نہیں لکھا تھا۔ وہ پرچہ لے کر

آنا کے پاس آئی اور پرچہ دکھا کر کہا کہ یہ چیز حضرت امام نے خود اپنے قلم سے اضافہ کی تھی زعفرانی نے جب اس کو دیکھا اور حضرت کے قلم سے اس میں اضافہ پر نظر پڑی تو خوشی سے باغ باغ ہوگیا اور اس خوشی میں اس باندی کو آزاد کر دیا (احیاء) اگر ایسا کوئی مہمان ہو اور ایسا میزبان ہو تو یقیناً فرمائش بھی لطف کی چیز ہے۔

(۲۳) عن ابی سعید رضؓ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تصاحب الا مومنا و لا یاکل طعامک الا تقی رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی کذا فی المشکوٰۃ وبسط فی تخریجہ صاحب الاتحاف۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ مسلمان کے علاوہ کسی کے ساتھ مصاحبت اور ہم نشینی نہ رکھو اور تیرا کھانا غیر متقی نہ کھائے۔

ف:- اس حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آداب ارشاد فرمائے اول یہ کہ ہم نشینی اور نشست و برخاست غیر مسلم کے ساتھ نہ رکھو اگر اس سے کامل مسلمان مراد ہے تب تو مطلب یہ ہے کہ فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ مجالست اختیار نہ کرو دوسرے جملہ میں چونکہ متقی کا ذکر ہے اس سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے نیز اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ نہ داخل ہوں تیرے گھر میں مگر متقی لوگ (کنز) اور اگر اس سے مطلقاً مسلمان مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ بلا ضرورت مجالست اختیار نہ کی جائے۔ اور ہر صورت میں تنبیہ مقصود ہے اچھی صحبت اختیار کرنے پر اس لئے کہ آدمی جس قسم کے لوگوں میں کثرت سے نشست برخاست رکھا کرتا ہے اسی قسم کے آثار آدمی میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اسی بنا پر حضورؐ کا وہ ارشاد ہے جو ابھی گذرا کہ تیرے گھر میں متقیوں کے علاوہ

داخل نہ ہوں یعنی ان سے میل جول ہوگا تو ان کے اثرات پیدا ہوں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ صالح ہمنشین کی مثال مشک بیچنے والے کی ہے کہ اگر اس کے پاس بیٹھا جائے تو وہ تجھے تھوڑا سا مشک کا ہدیہ بھی دیدے گا تو اس سے خرید بھی لے گا۔ اور دونوں باتیں نہ ہوں تو پاس بیٹھنے کی وجہ سے مشک کی خوشبو سے دماغ معطر رہے گا (اور فرحت پہونچتی رہے گی) اور بُرے ساتھی کی مثال لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے والے کی ہے کہ اگر اس کی بھٹی سے کوئی چنگاری اڑکر لگ گئی تو کپڑے جلادے گی اور یہ بھی نہ ہو تو بدبو اور دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوا کرتا ہے پس اچھی طرح غور کرلے کہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ (مشکوٰۃ) مطلب یہ ہے کہ پاس بیٹھنے کا اور صحبت کا اثر بے ارادہ رفتہ رفتہ آدمی میں سرایت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ آدمی اسی کا مذہب بھی اختیار کرلیا کرتا ہے اس لئے پاس بیٹھنے والوں کی دینی حالت میں اچھی طرح سے غور کرلینا چاہیئے۔ بددینوں کے پاس کثرت سے بیٹھنے سے بددینی آدمی میں پیدا ہوا کرتی ہے روزمرہ کا تجربہ ہے کہ شراب پینے والوں کے شطرنج کھیلنے والوں کے پاس تھوڑے دن کثرت سے اٹھنا بیٹھنا ہو تو یہ مرض آدمی میں لگ جاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو رزین رضؓ سے فرمایا کہ میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس سے اس چیز پر قدرت ہو جائے جو دارین کی خیر کا سبب ہو اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلس اختیار کر اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جس قدر بھی تو کر سکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دیتا رہا کر۔ اور اللہ کے لئے دوستی کر اور اسی کے لئے دشمنی کر (مشکوٰۃ) یعنی جس سے دوستی یا دشمنی ہو وہ اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو اپنے نفس کے واسطے نہ ہو امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی مصاحبت اختیار کرے اس میں پانچ چیزیں ہونا چاہئیں اوّل صاحب عقل ہو اس لئے کہ عقل اصل راس المال ہے بے وقوف کی مصاحبت میں کوئی فائدہ نہیں ہے اس کا مآلِ کار وحشت اور قطع رحمی ہے حضرت سفیان ثوریؒ سے تو یہ بھی نقل کیا گیا کہ احمق کی صورت کو دیکھنا

بھی خطا ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اس کے اخلاق اچھے ہوں کہ جب آدمی کے اخلاق خراب ہوں تو وہ عقل پر بسا اوقات غالب آجاتے ہیں۔ ایک آدمی سمجھدار ہے بات کو خوب سمجھتا ہے لیکن غصہ شہوت بخل وغیرہ اس کو اکثر عقل کا کام نہیں کرنے دیتے تیسری چیز یہ ہے کہ وہ فاسق نہ ہو اس لئے کہ جو شخص اللہ جل شانہ سے بھی نہ ڈرتا ہو اس کی دوستی کا کوئی اعتبار نہیں نہ معلوم کس جگہ کس مصیبت میں پھنسا دے۔ چوتھی چیز یہ ہے کہ وہ بدعتی نہ ہو کہ اس کے تعلقات سے بدعت کے ساتھ متاثر ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس کی نحوست کے متعدی ہونیکا خوف ہے بدعتی اس کا مستحق ہے کہ اس سے تعلقات اگر ہوں تو منقطع کر لئے جائیں نہ یہ کہ تعلقات پیدا کئے جائیں۔ پانچویں چیز یہ ہے کہ وہ دنیا کمانے پر حریص نہ ہو کہ اس کی صحبت سم قاتل ہے اسلئے کہ طبیعت تشبہ اور اقتدار پر مجبور ہوا کرتی ہے اور مخفی طور پر دوسرے کے اثرات لیا کرتی ہے۔ (احیاء) حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت زین العابدینؒ نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ نہ رہنا ان سے بات بھی نہ کرنا حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے ان کے ساتھ راستہ بھی نہ چلنا ایک فاسق شخص کہ وہ تجھے ایک لقمہ بلکہ ایک لقمہ سے کم میں بھی فروخت کر دے گا میں نے پوچھا کہ ایک لقمہ میں سے کم میں فروخت کرنے کا کیا مطلب فرمایا کہ ایک لقمہ کی امید پر وہ تجھے فروخت کر دے پھر اس کو وہ لقمہ بھی جس کی امید تھی نہ ملے محض امید پر فروخت کر دے (۲) بخیل کے پاس نہ جائیو کہ وہ تجھ سے ایسے وقت میں تعلق توڑ دے گا جب تو اسکا سخت محتاج ہو (۳) جھوٹے کے پاس نہ جائیو کہ وہ بالو (دھوکہ) کی طرح سے قریب کو دور اور دور کو قریب ظاہر کریگا (۴) احمق کے پاس کو نہ گذرنا کہ وہ تجھے نفع پہونچانا چاہیگا اور نقصان پہونچا دے گا (۵) قطع رحمی کرنے والے کے پاس کو نہ گذریو کہ میں نے اس پر قرآن پاک میں تین جگہ لعنت پائی ہے (روض) اثرات کا لینا آدمیوں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جس چیز کے ساتھ آدمی کا تلبس زیادہ ہوا کرتا ہے اس کے اثرات مخفی طور پر آدمی کے اندر آجایا کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا کہ بکریوں والوں

میں مسکنت ہوتی ہے اور فخر و تکبر گھوڑے والوں میں ہوتا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان
دونوں جانوروں میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اونٹ اور بیل والوں میں شدت اور
سخت دلی بھی وارد ہوئی ہے۔ متعدد روایات میں چیتے کی کھال پر سواری کی ممانعت آئی
ہے علمائے منجملہ دوسری وجوہ کے اس کی ایک وجہ یہ بھی فرمائی ہے کہ ملابست کی وجہ سے
اس میں درندگی کی خصلت پیدا ہوتی ہے (کوکب) دوسرا ادب حدیث بالا میں یہ ہے کہ
تیرا کھانا متقی لوگ ہی کھائیں یہ مضمون بھی متعدد روایات میں آیا ہے ایک حدیث میں
آیا ہے کہ اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلاؤ اور اپنے احسان کا مومنوں کو مورد بناؤ (اتحاف)
علمائے نے لکھا ہے کہ اس سے مراد دعوت کا کھانا ہے حاجت کا کھانا نہیں ہے چنانچہ
ایک حدیث میں ہے کہ اپنے کھانے سے اس شخص کی ضیافت کرو جس سے اللہ کی وجہ سے
محبت ہو (اتحاف) دفع حاجت کے کھانے میں حق تعالیٰ شانہ نے قیدیوں کے کھلانے
کی بھی مدح فرمائی ہے اور قیدی اس زمانہ کے کافر تھے (مظاہر) جیسا کہ آیات کے
سلسلہ میں ۳۲ پر یہ مضمون گذر چکا ہے اور احادیث کے سلسلہ میں ۸ پر گذر چکا ہے کہ
ایک فاحشہ عورت کی محض اس وجہ سے مغفرت ہوئی کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی
پلایا تھا اور بھی متعدد روایات میں مختلف مضامین سے اس کی تائید ہوتی ہے حضورؐ نے تو
قاعدہ اور ضابطہ فرمادیا کہ ہر جاندار میں اجر ہے اس میں متقی غیر متقی مسلم، کافر، آدمی، حیوان
سب ہی داخل ہیں لہٰذا احتیاج اور ضرورت کے کھانے میں یہ چیزیں نہیں دیکھی جاتیں وہاں
تو احتیاج کی شدت اور قلت دیکھی جاتی ہے جتنی زیادہ احتیاج ہو اتنا ہی زیادہ ثواب
ہوگا یہ کھانا دعوت اور تعلقات کا ہے اس میں بھی اگر کوئی دینی مصلحت ہو تو جس درجہ کی ذ
خیر اور مصلحت ہوگی اسی درجہ کا اجر ہوگا البتہ اگر کوئی دینی مصلحت نہ ہو پھر کھلانے والا جتنا
زیادہ متقی ہوگا اتنا ہی زیادہ اجر کا سبب ہوگا۔

صاحب مظاہر اور امام غزالی نے لکھا ہے کہ متقیوں کو کھلانا طاعت اور نیکیوں پر اعانت
ہے اور فاسقوں کو کھلانا فسق و فجور پر اعانت ہے اور ظاہر چیز ہے کہ متقی اور نیک آدمی
میں جتنی زیادہ طاقت اور قوت آئے گی عبادت میں زیادہ مصروف ہوگا

اور فاسق فاجر میں اچھے کھانوں سے جتنی زیادہ قوت ہوگی لہو ولعب فسق وفجور میں بڑھیگا جس میں اس کی اعانت ہوئی۔

ایک بزرگ اپنے کھانیکو فقراء صوفیہ ہی کو کھلاتے تھے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ عام فقراء کو بھی کھلائیں تو بہتر ہو انھوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جب ان کو فاقہ ہوتا ہے تو اس سے توجہ میں انتشار ہوتا ہے میں ایک شخص کی توجہ کو اللہ جل شانہ تک لگائے رکھوں یہ اس سے بہتر ہے کہ ایسے ہزار آدمیوں کی اعانت کروں جنکی ساری توجہ دنیا کی طرف ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے جب یہ بات سُنی تو بہت پسند فرمایا (احیاء اتحاف) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک درزی نے دریافت کیا کہ میں ظالم بادشاہوں کے کپڑے سیتا ہوں کیا آپ کا خیال ہے کہ میں بھی ظالموں کی اعانت کر رہا ہوں انھوں نے ارشاد فرمایا نہیں تو اعانت کرنیوالوں میں نہیں ہے تو تو خود ظالم ہے ظالم کی اعانت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگہ فروخت کریں (احیاء) ایک حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص کریم پر احسان کرتا ہے اس کو غلام بنالیتا ہے اور جو ذلیل (لئیم) شخص پر احسان کرتا ہے اس کی دشمنی اپنی طرف کھینچتا ہے۔ (کنز)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلاؤ اور اپنا احسان مومنین پر کرو (مشکوٰۃ) اور اس میں علاوہ بالائی مصالح کے متقی اور مومنین کا اعزاز واکرام بھی ہے اور یہ خود مستقل طور پر مندوب اور مامور بہ ہے اسی وجہ سے علماء نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی جس میں آپ نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے (مشکوٰۃ) منجملہ دوسری وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ فاسق کی دعوت قبول کرنے میں اس کا اعزاز واکرام ہے۔

(۲۴) عن ابی هریرة رضـ قال یا رسول الله ای الصدقة افضل قال جهد المقل	حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے افضل صدقہ کیا ہے حضور نے ارشاد فرمایا

وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ رواہ ابوداؤد وغیرہ (مشکوٰۃ)

کر نادار کی انتہائی کوشش اور ابتدا اس سے کرو جس کی پرورش تمہارے ذمہ ہے

ف: یعنی جو شخص خود ضرورتمند ہو فقیر ہو نادار ہو وہ اپنی کوشش سے اپنے کو مشقت میں ڈالکر جو صدقہ کرے وہ افضل ہے حضرت بشر فرماتے ہیں کہ تین عمل بہت سخت ہیں یعنی ان میں ہمت کا کام ہے ایک تنگدستی کی حالت میں سخاوت دوسرے تنہائی میں تقویٰ اور اللہ کا خوف تیسرے ایسے شخص کے سامنے حق بات کا کہنا جس سے خوف ہو یا امید ہو (اتحاف) یعنی اس سے اغراض وابستہ ہیں اور یہ اندیشہ ہو کہ وہ حق بات کہنے سے میری اغراض پوری نہ کریگا یا کسی قسم کی مضرت پہونچائیگا حق تعالیٰ شانہ کے پاک کلام میں بھی اسکی طرف اشارہ گذر چکا ہے جیسا کہ آیات کے سلسلہ میں ۲۳ پر گذرا کہ وہ حضرات باوجود اپنی حاجت اور فقر کے دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کے ذیل میں اسکی کچھ تفصیل بھی گذر چکی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں تین شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس سو دینار (اشرفیاں) تھے میں نے ان میں سے دس دینار اللہ واسطے صدقہ کردیئے دوسرے صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس دس دینار تھے میں نے ایک دینار صدقہ کردیا تیسرے صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک ہی دینار تھا میں نے اس کا دسواں حصہ صدقہ کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تم تینوں کا ثواب برابر ہے اس لئے کہ ہر شخص نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ وارد ہوا ہے اس میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد جواب میں ہے کہ تم سب ثواب میں برابر ہو کہ ہر شخص نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کردیا اس حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ پڑھی لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ (کنز) یہ آیت شریفہ سورہ طلاق کے پہلے رکوع کے ختم پر ہے پوری آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ وسعت والے کو اپنے وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیئے۔ جس کی آمدنی کم ہو اُس کو چاہیئے کہ اللہ جل شانہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ

کرے (یعنی امیر آدمی اپنی حیثیت کے موافق خرچ کرے اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے موافق کیونکہ) خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اسکو دیا ہے (اور غریب آدمی خرچ کرتا ہوا اس سے نہ ڈرے کہ پھر بالکل ہی نہیں رہے گا) خدا تعالیٰ تنگی کے بعد جلدی ہی فراغت دے دیگا۔

علامہ سیوطیؒ نے درمنثور میں اس آیت شریفہ کے ذیل میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی روایت کے ہم معنی دوسرے بعض صحابہ سے بھی روایات نقل کی ہیں۔ اور ان سے بڑھ کر ایک صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ ایک درم ایک لاکھ درم سے بھی ثواب میں بڑھ جاتا ہے اس طرح کہ ایک آدمی کے پاس دو ہی درم فقط ہیں اس نے ان میں سے ایک صدقہ کر دیا۔ دوسرا شخص ایسا ہے کہ اسکے پاس بہت بڑی مقدار میں مال ہے اس نے اپنے کثیر مال میں سے ایک لاکھ درم صدقہ کئے تو یہ ایک درم ثواب میں بڑھ جائے گا۔ علامہ سیوطیؒ نے جامع الصغیر میں حضرت ابوذر رضؓ اور حضرت ابو ہریرۃ رضؓ کی روایات سے اسکو نقل کیا ہے اور صحیح کی علامت لکھی ہے نادار کی کوشش ہے کہ ایک شخص کے پاس صرف دو درم ہیں یعنی ، رکہ ایک درم تقریباً ۳۰ رکا ہوتا ہے ان میں سے ایک صدقہ کر دے اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے جسکو امام بخاری نے روایت کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم لوگوں کو صدقہ کا حکم فرمایا کرتے تھے تو ہم میں سے بعض آدمی بازار جاتے اور اپنے اوپر بوجھ لاد کر مزدوری میں ایک مُدّ (جو حنفیہ کے نزدیک ایک سیر وزن ہے اور دوسرے حضرات کے نزدیک تین پاؤ سے بھی کچھ کم ہے) کماتے اور اس کو صدقہ کر دیتے (فتح) بعض روایات میں ہے کہ ہم میں سے بعض آدمی جن کے پاس ایک درم بھی نہ ہوتا تھا بازار جاتے اور لوگوں سے اس کی خواہش کرتے کہ کوئی مزدوری پر کام کرا لے اور اپنی کمر پر بوجھ لاد کر ایک مُدّ مزدوری حاصل کرتے۔ راوی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں جہانتک خیال ہے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے یہ اپنا ہی حال بتایا ہے حضرت امام بخاری نے اس پر یہ باب ذکر کیا ہے بیان اس شخص کا جو اس لئے مزدوری کرے کہ اپنی کمر پر بوجھ لادے اور پھر

اس مزدوری کو صدقہ کرے (فتح) آج ہم میں سے بھی کوئی اس امنگ کا آدمی ہے کہ اسٹیشن پر جا کر صرف اس لئے بوجھ اٹھائے کہ دو چار آنے جو مل جائیں گے وہ ان کو صدقہ کر دے گا ان حضرات کو آخرت کے کھانے کا ہر وقت اتنا ہی فکر رہتا تھا جتنا ہمیں دنیا کے کھانے کا ہم اس لئے مزدوری کر سکتے ہیں کہ آج کھانے کو کچھ نہیں لیکن یہ اس لئے مزدوری کرتے تھے کہ آج آخرت میں جمع کرنے کو کچھ نہیں ہے ابتدار اسلام میں بعض منافق ایسے لوگوں پر طعن کرتے تھے جو مشقت اٹھا کر تھوڑا تھوڑا صدقہ کرتے تھے حق تعالیٰ شانہ نے ان پر عتاب فرمایا چنانچہ ارشاد ہے الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الاجھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم (توبہ ع ۱۰) یہ (منافق) ایسے لوگ ہیں کہ نفل صدقہ کرنے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارہ میں طعن کرتے ہیں اور (بالخصوص) ان لوگوں پر (اور بھی زیادہ) طعن کرتے ہیں جن کو بجز محنت اور مزدوری کے کچھ میسر نہیں ہوتا یہ (منافق) ان کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ جل شانہ ان کے مذاق اڑانے کا بدلہ (اسی نوع سے) دیگا (کہ آخرت میں ان احمقوں کا بھی اوّل مذاق اڑایا جائے گا) اور دکھ دینے والا عذاب تو ان کے لئے ہے ہی (وہ تو ٹلتا نہیں) مفسرین نے اس آیت شریفہ کے ذیل میں بہت سی روایات اس قسم کی ذکر کی ہیں کہ یہ حضرات رات بھر حمالی کر کے مزدوری کماتے اور صدقہ کرتے اور جو کچھ تھوڑا بہت گھر میں ہوتا وہ تو ان کی نگاہ میں صدقہ ہی کے واسطے ہوتا تھا۔ مجبوری کے درجہ میں کچھ خود بھی استعمال کر لیا۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضؓ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اپنی والدہ (حضرت فاطمہؓ) سے کہو کہ میں نے جو چھ درم تمھارے پاس رکھے ہیں ان میں سے ایک دیدو صاحبزادے گئے اور یہ جواب لائے کہ وہ آپ نے آٹے کے واسطے رکھوائے تھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آدمی اپنے ایمان میں اس وقت تک سچا نہیں ہوتا۔ جب تک اپنے پاس کی موجود چیز سے اس چیز پر زیادہ اعتماد نہ ہو جو اللہ جل شانہ کے پاس ہے اپنی والدہ سے کہو کہ

وہ چھ درم سب کے سب دیدو حضرت فاطمہ رضؓ نے تو یاد دہانی کے طور پر فرمایا تھا ان کو اس میں کیا تامل ہو سکتا تھا اس لئے حضرت فاطمہ رضؓ نے دیدیئے حضرت علی رضؓ نے وہ سب سائل کو دیدیئے حضرت علی رضؓ ابھی اس جگہ سے اٹھے بھی نہیں تھے کہ ایک شخص اونٹ فروخت کرتا ہوا آیا آپ نے اس کی قیمت پوچھی اس نے ایکسو چالیس درم بتائے آپ نے وہ قرض خرید لیا اور قیمت کی ادائیگی کا بعد کا وعدہ کر لیا تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اونٹ کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ کس کا ہے حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ میرا ہے اس نے دریافت کیا کہ فروخت کرتے ہو حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہاں اس نے قیمت دریافت کی حضرت علی رضؓ نے دو سو درم بتلائے وہ خرید کر لے گیا حضرت علی رضؓ نے ایکسو چالیس درم اپنے قرض خواہ یعنی پہلے مالک کو دیکر ساٹھ درم حضرت فاطمہ رضؓ کو لاکر دیدیئے حضرت فاطمہ رضؓ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کے واسطے) سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص نیکی کرتا ہے اس کو دس گنا بدلہ ملتا ہے (کنز العمال)
یہ بھی جہد والے کی مشقت تھی کہ صرف چھ درم تقریباً عہ کل موجود تھے جو آٹے کے لئے رکھے ہوئے تھے اللہ جل شانہ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے انکو خرچ فرما دیا اور دہ در دنیا کا بدلہ وصول کر لیا اور بھی بہت سے واقعات ان حضرات کے اللہ جل شانہ پر اعتماد کامل کرکے سب کچھ خرچ کر ڈالنے کے وارد ہوئے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا قصہ غزوہ تبوک کا مشہور و معروف ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم فرمایا تو جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لاکر پیش کر دیا اور حضور کے دریافت فرمانے پر کہ گھر میں کیا چھوڑا عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو یعنی ان کی رضا کو۔ حالانکہ علماء نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضؓ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار اشرفیاں تھیں (تاریخ الخلفاء) محمد بن عباد مہلبی کہتے ہیں کہ میرے والد مامون رشید بادشاہ کے پاس گئے بادشاہ نے ایک لاکھ درم ہدیہ دیا۔ والد صاحب جب وہاں سے اٹھکر آئے تو سب کے سب صدقہ کر دیئے مامون کو اس کی اطلاع ہو گئی جب دوبارہ والد صاحب کی ملاقات ہوئی تو مامون نے ناراضی کا اظہار کیا والد صاحب نے کہا اے امیر المومنین

موجود کا روکنا معبود کے ساتھ بدگمانی ہے (احیار) یعنی جو چیز موجود ہے اس کو خرچ نہ کرنا اسی خوف سے تو ہوتا ہے کہ یہ نہ رہیگی تو کہاں سے آئے گی تو گویا جس مالک نے اس وقت دیا ہے اس کو دوبارہ دینا مشکل پڑجائے گا بہت سے واقعات اسلاف و اکابر کے ایسے گذرے ہیں کہ ناداری کی حالت میں بھی جو کچھ تھا سب دے دیا لیکن ان سب روایات اور واقعات کے خلاف احادیث میں ایک مضمون اور بھی آیا ہے اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور مشہور ارشاد خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی ہے۔ بہترین صدقہ وہ ہی ہے جو غنی سے ہو یہ مضمون بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ ابوداؤد شریف میں ایک قصہ وارد ہوا ہے حضرت جابر رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص حاضر ہوئے اور ایک بیضہ کی بقدر سونا پیش کرکے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مجھے ایک معدن سے مل گیا ہے اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے حضور نے اس جانب سے اعراض فرمالیا وہ صاحب دوسری جانب سے حاضر ہوئے اور یہی درخواست مکرر پیش کی حضورؐ نے اس طرف سے بھی منہ پھیر لیا اسی طرح متعدد مرتبہ ہوا حضور نے اس ڈلی کو لیکر ایسے زور سے پھینکا کہ اگر وہ ان کے لگ جاتی تو زخمی کردیتی اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا بعض لوگ اپنا سارا مال صدقہ میں پیش کردیتے ہیں پھر وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی سے ہو حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی بدحالی دیکھ کر) لوگوں سے کپڑا صدقہ کرنے کی ترغیب دی لوگوں نے کچھ کپڑے پیش کئے جن میں دو کپڑے حضورؐ نے بھی ان کو مرحمت فرمائے۔ جو اس وقت مسجد میں داخل ہوئے تھے اس کے بعد دوسرے موقعہ پر حضورؐ نے پھر لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی تو انھوں نے بھی اپنے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا صدقہ کردیا۔ حضورؐ نے ان کو تنبیہ فرمائی اور ان کا کپڑا واپس فرمادیا۔ (ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں اس قصہ میں حضور کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے کہ یہ صاحب

نہایت بری ہیئت سے مسجد میں آئے تھے مجھے یہ امید تھی کہ تم ان کی حالت دیکھ کر خود ہی خیال کروگے مگر تم نے خیال نہ کیا تو مجھے کہنا پڑا کہ صدقہ لاؤ تم صدقہ لائے اور ان کو دو کپڑے دیدیئے پھر میں نے دوسری مرتبہ جب صدقہ کی ترغیب دی تو یہ بھی اپنے دو کپڑوں میں سے ایک صدقہ کرنے لگے لو اپنا کپڑا واپس لو۔ (کنز العمال)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ بعض آدمی اپنا سارا مال صدقہ کر دیتے ہیں پھر بیٹھ کر لوگوں کے ہاتھوں کو دیکھتے ہیں۔ بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی سے ہو ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ بغیر غنی کے صدقہ ہوتا ہی نہیں۔ (کنز) یہ روایات بظاہر پہلی روایات کے خلاف ہیں گو حقیقت میں کچھ خلاف نہیں ہے اس لئے کہ ان روایات میں ممانعت کی وجہ کی طرف حضور نے خود ہی اشارہ فرما دیا کہ سارا مال صدقہ کر کے پھر لوگوں کے ہاتھوں کو تکتے ہیں ایسے آدمیوں کے لئے یقیناً تمام مال صدقہ کرنا مناسب نہیں بلکہ نہایت بیجا ہے لیکن جو حضرات ایسے ہیں کہ انکو اپنے پاس جو مال موجود ہو اس سے زیادہ اعتماد اس مال پر ہو جو اللہ کے قبضہ میں ہے جیسا کہ حضرت علی رضؓ کے قصہ میں ابھی گذرا اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے احوال تو اس سے بھی بالاتر ہیں ایسے حضرات کو سارا مال صدقہ کر دینے میں مضائقہ نہیں البتہ اس کی کوشش ضرور کرتے رہنا چاہیئے کہ اپنا حال بھی ان حضرات جیسا بنجائے اور دنیا سے ایسی ہی بے رغبتی اور حق تعالیٰ شانہ پر ایسا ہی اعتماد پیدا ہو جائے جیسا ان حضرات کو تھا اور جب آدمی کسی کام کی کوشش کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ چیز عطا فرماتے ہیں مَنْ جَدَّ وَجَدَ ضرب المثل ہے کہ جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے ایک بزرگ سے کسی نے دریافت کیا کہ کتنے مال میں کتنی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے انھوں نے فرمایا کہ عوام کے لئے دو سو درم میں پانچ درم یعنی چالیسواں حصہ شریعت کا حکم ہے لیکن ہم لوگوں پر سارا مال صدقہ کر دینا واجب ہے (احیاء اول) اسی ذیل میں حضور کے وہ ارشادات ہیں جو احادیث کے سلسلہ ۱۲ پر گذرے کہ اگر احد کا پہاڑ سارے کا سارا سونا بن جائے تو مجھے یہ گوارا نہیں کہ اس میں سے ایک درم بھی باقی رکھوں بجز اس کے جو قرض کی ادائیگی کے لئے ہو۔ اسی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کے بعد نہایت عجلت سے مکان تشریف لے گئے

اور سونے کا ٹکڑا جو گھر میں اتفاق سے رہ گیا تھا اس کو صدقہ کا حکم فرما کر واپس تشریف لائے اور چند داموں کی موجودگی کی وجہ سے اپنی علالت میں بیچین ہو گئے جیسا کہ سلسلۂ احادیث میں ۱۵۶ پر گذرا حضرت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری شریف میں فرمایا کہ صدقہ بغیر غنیٰ کے نہیں ہے اور جو شخص ایسی حالت میں صدقہ کرے کہ وہ خود محتاج ہو یا اس کے اہل و عیال محتاج ہوں یا اس پر قرض ہو تو قرض کا ادا کرنا مقدم ہے ایسے شخص کا صدقہ اس پر لوٹا دیا جائے گا البتہ اگر کوئی شخص صبر کرنے میں معروف ہو اور اپنے نفس پر باوجود اپنی احتیاج کے ترجیح دے جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا فعل تھا یا انصار نے مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دی (تو اس میں مضائقہ نہیں) علامہ طبری کہتے ہیں جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص اپنا سارا مال صدقہ کر دے بشرطیکہ اس پر قرض نہ ہو اور تنگی کی اس میں برداشت ہو اور اس کے عیال نہ ہوں یا اگر ہوں تو وہ بھی اس کی طرح سے صابر ہوں تو سارا مال صدقہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو سارا مال صدقہ کرنا مکروہ ہے (فتح) ہمارے حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور کے پاک ارشاد (بہترین صدقہ وہ ہے جو غنیٰ سے ہو) میں غنیٰ سے مراد دل کا غنیٰ ہے (حجۃ اللہ) اس صورت میں یہ احادیث پہلی احادیث کے خلاف بھی نہیں ہیں خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد بھی احادیث میں آیا ہے کہ غنیٰ مال کی کثرت سے نہیں ہوتا بلکہ اصل غنیٰ دل کا غنیٰ ہوتا ہے (مشکوٰۃ) اور یہ جو قصہ سونے کی ڈلی کا گذرا اس میں بھی اشارۃً یہ مضمون ملتا ہے کہ ان صاحب کا بار بار یہ عرض کرنا کہ یہ سارا صدقہ ہے اور میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ دل کو اس سے وابستگی ہے. صاحب مظاہر فرماتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ صدقہ غنا سے دیا جائے چاہے غنا نفس ہو یعنی اللہ جل شانہ پر اعتماد کامل ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب تمام مال اللہ کے لئے دے دیا اور حضور کے اس ارشاد پر کہ اپنے عیال کے لئے کیا چھوڑا انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو حضور نے ان کی تعریف فرمائی

اور یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر مال کا غنا باقی رہے حاصل یہ ہے کہ توکل کامل ہو تو جو چاہے خرچ کردے اور یہ کامل نہ ہو تو اہل وعیال کی رعایت کو مقدم کرے (مظاہر) مگر اپنے دل کو اپنی اس کوتاہی پر تنبیہ کرتا رہے اور غیرت دلاتا رہے کہ تجھے اس ناپاک دنیا پر جتنا اعتماد ہے اللہ جل شانہ پر اس کا آدھا تہائی بھی نہیں ہے انشاء اللہ اس کے بار بار تنبیہ سے ضرور اثر ہوگا کاش حق تعالیٰ شانہ ان اکابر کے توکل اور اعتماد کا کچھ حصہ اس کمینہ کو بھی عطا فرما دیتا۔

(۲۵) عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا انفقت المرأۃ من طعام بیتھا غیر مفسدۃ کان لھا اجرھا بما انفقت ولزوجھا اجرہٗ بما کسب وللخازن مثل ذالک لاینقص بعضھم اجر بعض شیئًا متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے اسی طرح صدقہ کرے کہ (اسراف وغیرہ سے) اسکو خراب کرے تو اسکو خرچ کرنیکا ثواب ہے اور خاوند کو اس لئے ثواب ہو کہ اُس نے کمایا تھا اور کھانیکا انتظام کرنیوالے کو (مرد ہو یا عورت) ایسا ہی ثواب ہے اور ان تینوں میں سے ایک کے ثواب کی وجہ سے دوسرے کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

ف۔ اس حدیث شریف میں دو مضمون وارد ہوئے ہیں ایک بیوی کے خرچ کرنیکے متعلق ہے دوسرا سامان کے محافظ خزانچی اور منتظم کے متعلق ہے۔ اور دونوں مضامین میں روایات بکثرت وارد ہوئی ہیں شیخین کی ایک اور روایت میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جب عورت خاوند کی کمائی میں سے اس کے بغیر حکم کے خرچ کرے تو اس عورت کو آدھا ثواب ہو (مشکوٰۃ) حضرت سعد فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعت کو بیعت کیا تو ایک عورت کھڑی ہوئیں جو بڑے قد کی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ قبیلہ مضر کی ہوں کہ انکے قد لانبے ہوتے ہوں گے اور عرض کیا

یارسول اللہ ہم عورتیں اپنے والدوں پر بھی بوجھ ہیں اپنی اولاد پر بھی اور اپنے خاوندوں پر بھی بوجھ ہیں ہمیں ان کے مال میں سے کیا چیز لینے کا حق ہے حضور نے فرمایا تر و تازہ چیزیں (جن کے روکنے میں خراب ہونے کا اندیشہ ہو) کھا بھی سکتی ہو اور دوسروں کو دے بھی سکتی ہو۔ (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ جل شانہ روٹی کے ایک لقمہ اور کھجور کی ایک مٹھی کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں ایک گھر کے مالک کو یعنی خاوند کو دوسرے بیوی کو جس نے یہ کھانا پکایا تیسرے اس خادم کو جو دروازہ تک مسکین کو دے کر آیا۔ (کنز) حضرت عائشہ رضؓ کی ہمشیرہ حضرت اسمار رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے بجز اس کے جو (میرے خاوند) حضرت زبیر مجھے دیدیں کیا میں اس میں سے خرچ کرلیا کروں حضور نے فرمایا خوب خرچ کیا کرو باندھ کر نہ رکھو کہ تم پر بھی بندش کر دیجائیگی (کنز) یہ روایت اور اسکے ہم معنی کئی روایتیں ابھی گذری ہیں ایک اور روایت میں حضور کا ارشاد ہے کہ جب عورت خاوند کی کمائی میں سے اسکے بغیر حکم کے خرچ کرے تو خاوند کو آدھا ثواب ہے (عینی عن مسلم) ابھی ایک روایت میں اس کا عکس گذر چکا کہ ایسی صورت میں عورت کے لئے آدھا ثواب ہے لیکن غور سے معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کی کمائی سے خرچ کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ خاوند نے کما کر مال کا کچھ حصہ عورت کو بالکل دے دیا اسکو مالک بنا دیا ایسے مال میں سے اگر عورت خرچ کرے تو اس کو پورا ثواب اور خاوند کو نصف ثواب ظاہر ہے کہ خاوند تو بہرحال عورت کو دے چکا ہے اب اگر وہ خرچ کرتی ہے تو حقیقت میں خاوند کے مال میں سے خرچ نہیں کرتی بلکہ اپنے مال میں سے خرچ کرتی ہے لیکن کمائی چونکہ خاوند کی ہے اس لئے اسکو بھی اللہ کے لطف و کرم سے اسکی کمائی کیوجہ سے اسکے صدقہ کرنے کا آدھا ثواب ہے اور بیوی کو دیدینے کا مستقل ثواب پہلے علیحدہ ہو چکا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خاوند نے کمانے کے بعد عورت کو مالک نہیں بنایا بلکہ گھر کے اخراجات کے لئے اس کو دیا ہے اس مال میں سے صدقہ

کرنیکا خاوند کو پورا ثواب ہو کہ وہ اصل مالک ہے اور عورت کو آدھا کہ اخراجات میں تنگی تو اسکو بھی پیش آئیگی ان کے علاوہ اور بھی متعدد روایات میں مختلف عنوانات سے عورتوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ کھانے کی چیزوں میں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کریں ذرا ذرا سی چیزوں میں یہ بہانہ تلاش نہ کیا کریں کہ خاوند کی اجازت تو لی نہیں لیکن ان سب روایات کے خلاف بعض روایات میں اسکی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے حضرت ابو امامہ رضہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں منجملہ اور ارشادات کے یہ بھی فرمایا کہ کوئی عورت خاوند کے گھر سے (یعنی اس کے مال میں سے) بغیر اس کی اجازت کے خرچ نہ کرے کسی نے دریافت کیا حضور کھانا بھی بغیر اجازت خرچ نہ کرے حضور نے فرمایا کھانا تو بہترین مال ہے۔ (ترغیب عن الترمذی) یعنی اسکو بھی بغیر اجازت خرچ نہ کرے اس روایت کو پہلی روایات سے کوئی حقیقت میں مخالفت نہیں ہے پہلی سب روایات عام حالات اور معروف عادات کی بنا پر ہیں۔ گھروں کا عام عرف سب جگہ یہی ہے اور یہی ہوتا ہے کہ جو چیزیں سامان یا روپیہ پیسہ گھر میں اخراجات کیواسطے دے دیا جاتا ہے اس میں خاوندوں کو اس سے خلاف نہیں ہوتا کہ عورتیں اسمیں سے کچھ صدقہ کر دیں یا غربا کو کچھ کھانے کو دیدیں بلکہ خاوندوں کا ایسی چیزوں میں کنج کاؤ اور پوچھنا تحقیق کرنا کنجوسی اور چھچھورپن شمار ہوتا ہے لیکن اس عرف عام کے باوجود اگر کوئی بخیل اس کی اجازت نہ دے کہ اس میں سے کسی کو دیا جائے تو پھر عورت کو جائز نہیں کہ اس کے مال میں سے کچھ صدقہ کرے یا ہدیہ دے البتہ اپنے مال میں سے جو چاہے خرچ کرے ایک شخص نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیوی میرے مال میں سے میری بغیر اجازت خرچ کرتی ہے حضور نے فرمایا تم دونوں کو اس کا ثواب ہوگا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں اسکو منع کر دیتا ہوں حضور نے فرمایا تجھے تیرے بخل کا بدلہ ملیگا اسکو اسکے احسان کا اجر ہوگا (کنز) معلوم ہوا کہ خاوندں کا ایسی معمولی چیز سے روکنا بخل ہے اور اسکے روکنے کے بعد اسکے مال میں سے عورت کو خرچ کرنا جائز نہیں البتہ عورت کا اگر دل خرچ کرنے کو چاہتا ہے اور خاوند کی مجبوری سے رکی ہوئی ہے تو اسکو اسکی نیت کی وجہ سے

صدقہ کا ثواب ملتا ہی رہیگا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں حقیقت میں ان چیزوں میں ہر شہر کا عرف اور عادات مختلف ہوتی ہیں اور خاوندوں کے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں بعض پسند کرتے ہیں بعض پسند نہیں کرتے اسی طرح جو چیز خرچ کی جائے اس کے اعتبار سے بھی مختلف احوال ہوتے ہیں ایک تو معمولی چیز قابل تسامح ہوتی ہے اور کوئی چیز ایسی ہوتی ہے جس کی خاوند کو اہمیت ہو اسی طرح سے کوئی تو ایسی چیز ہوتی ہے جس کے رکھنے میں اس کے خراب ہو جانیکا اندیشہ ہو اور کوئی ایسی چیز ہوتی جس کو روکنے میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ یہ شرط تو متفق علیہ ہے کہ وہ عورت خرچ کرنے میں فساد کرنے والی نہ ہو۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ خرچ کرنے کی ترغیبیں حجاز کے عرف کے موافق وارد ہوئی ہیں کہ وہاں بیویوں کو اس قسم کے تصرفات کی عام اجازت ہوتی تھی کہ وہ مساکین کو مہمانوں کو پڑوس کی عورتوں کو سوال کرنیوالوں کو کھانے وغیرہ کی چیزیں دیدیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان روایات سے اپنی امت کو ترغیب دینا ہے کہ عرب کی یہ نیک خصلت اختیار کریں (مظاہر) چنانچہ ہمارے دیار میں بھی بہت سے گھروں میں یہ عرف ہے کہ اگر سائل کو یا کسی عزیز یا ضرورت مند کو بھوکے کو کھانے پینے کی چیزیں دے دی جائیں تو خاوندوں کے نزدیک یہ چیز نہ ان سے قابل اجازت ہے نہ یہ ان کے لئے موجب تکدر ہے دوسرا مضمون حدیث بالا میں محافظ اور خزانچی کے متعلق وارد ہوا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اصل مالک کسی شخص کو ہدیہ دینے کی صدقہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے مگر یہ خزانچی اور محافظ کارکن اس میں رخنہ پیدا کیا کرتے ہیں بالخصوص امراء اور سلاطین کے یہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مالک کی طرف سے صدقات کے پروانے جاری ہوتے ہیں اور یہ میر منشی ہمیشہ عدم گنجائش کا عذر گھڑا کرتے ہیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد روایات میں اس کی ترغیب دی ہے کہ یہ کارکن حضرات اگر نہایت طیب خاطر اور خندہ پیشانی سے مالک کے حکم کی تعمیل کریں تو ان کو محض ذریعہ اور واسطہ ہونے کی وجہ سے اللہ کے فضل وانعام سے مستقل ثواب ملے جیسا کہ اوپر کے مضمون میں متعدد روایات اس کی

گذر چکی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر مسلمان خزانچی امانت دار مالک کے حکم کی تعمیل پوری پوری خندہ پیشانی اور خوش دلی کے ساتھ کرے اور جتنا دینے کا اس کو حکم ہے اتنا ہی دیدے تو وہ بھی صدقہ کرنیوالوں میں ہے (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ہے کہ اگر صدقہ (بالفرض) سات کروڑ آدمیوں کے ہاتھ میں کو نکل کر آئے تو آخر والے کو بھی ایسا ہی ثواب ہوگا جیسا کہ اوّل والے کو (کنز) مثلاً کسی بادشاہ نے صدقہ کا حکم دیا اور اسکے عملہ کے اتنے آدمیوں کو اس میں واسطہ بننا پڑا تو سب کو ثواب ہوگا یعنی اجر و ثواب کے اعتبار سے وہ بھی سب ایسے ہی ہیں جیسا کہ صدقہ کرنے والا ثواب کا مستحق ہے گو دونوں کے ثواب میں فرق مراتب ہو اور فرق مراتب کیلئے یہ ضروری نہیں کہ مالک ہی کا ثواب زیادہ ہو کہیں مالک کا ثواب زیادہ ہوگا مثلاً سو روپیہ ملازم کو دیئے یا خزانچی کو حکم کرے کہ فلاں شخص کو جو دروازہ پر یا اپنے پاس موجود ہے دیدے اس صورت میں یقیناً مالک کو ثواب زیادہ ہوگا۔ اور ایک انار کسی کو دے کہ فلاں محلہ میں جو بیمار ہے اس کو دے آؤ کہ اتنی دور جانا انار کی قیمت سے بھی مشقّت کے اعتبار سے بڑھ جائے تو اس صورت میں اس واسطہ کا ثواب اصل مالک سے بھی بڑھ جائیگا (عینی) اسی طرح سے اس خازن کو مال کی تحصیل میں مشقت زیادہ اٹھانا پڑتی ہو اور مالک کو بے محنت مفت میں مل جائے تو ایسے مال کے صدقہ کرنے میں یقیناً خازن کا ثواب زیادہ ہو جائیگا کہ الاجر علیٰ قدر النصب ثواب مشقت کی بقدر ہوا کرتا ہے یہ شریعت مطہرہ کا مستقل ضابطہ ہے لیکن جیسا کہ بیوی کے لئے بغیر اذن خاوند کے تصرّف کرنیکا فی الجملہ حق ہے۔ خازن کے لئے یہ جائز نہیں کہ بغیر اذن مالک کے کوئی تصرّف اس کے مال میں کرے البتہ اگر مالک کی طرف سے تصرّف کی اجازت ہو تو مضائقہ نہیں۔

(۲۶) عن ابن عباس مرفوعاً فی حدیث لفظہ کل معروف صدقۃ والدال علی الخیر کفاعلہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور کسی کار خیر پر دوسرے کو ترغیب دینے کا ثواب ایسا ہی ہے

کفاعلہ واللہ یحب اغاثۃ اللھفان کذا فی المقاصد الحسنۃ وبسط فی تخریجہ وطرقہ وذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر حدیث الدال علی الخیر کفاعلہ من روایۃ ابن مسعود وابی مسعود وسھل بن سعد وبریدۃ وانس۔

جیسا کہ خود کرنے کا ثواب ہے اور اللہ جل شانہٗ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کو محبوب رکھتا ہے۔

ف - اس حدیث پاک میں تین مضمون ہیں۔ اوّل یہ کہ ہر بھلائی صدقہ ہے یعنی صدقہ کے لئے مال ہی دینا ضروری نہیں ہے اور صدقہ اسی میں منحصر نہیں بلکہ جو بھلائی کسی کے ساتھ کیجائے وہ ثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اسکے لئے ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ ایک صدقہ کیا کرے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی طاقت کس کو ہے (کہ تین سو ساٹھ صدقے روزانہ کیا کرے) حضور نے فرمایا مسجد میں تھوک پڑا ہو اسکو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو اس کو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے اور کچھ نہ ملے تو چاشت کی دو رکعت نفل سب کے قائم مقام ہو جاتی ہیں (مشکوٰۃ) اس لئے کہ نماز میں ہر جوڑ کو اللہ کی عبادت میں حرکت کرنا پڑتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو آدمی پر ہر جوڑ کے بدلہ میں ایک صدقہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دو یہ بھی صدقہ ہے کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کر دو یہ بھی صدقہ ہے اس کا سامان اٹھا کر دیدو یہ بھی صدقہ ہے کلمہ طیبہ (یعنی لاالٰہ الا اللہ پڑھنا) بھی صدقہ ہے ہر وہ قدم جو نماز کے لئے چلے صدقہ ہے کسی کو راستہ بتا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹا دو یہ بھی صدقہ

ہے (جامع الصغیر) ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ آدمی کے ہر جوڑ کے بدلہ میں اس پر صدقہ ضروری ہے ہر نماز صدقہ ہے روزہ صدقہ ہے حج صدقہ ہے سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے الحمد للہ کہنا صدقہ ہے اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی راستہ میں مل جائے اسکو سلام کرنا بھی صدقہ ہے نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے برائی سے منع کرنا صدقہ ہے (ابوداؤد) اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بھلائی ہر نیکی ہر احسان صدقہ ہے بشرطیکہ اللہ کے واسطے ہو۔

دوسری چیز حدیث بالا میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ جو شخص کسی کار خیر پر کسی کو ترغیب دے اسکو بھی ایسا ہی ثواب ہے جیسا کرنیوالے کو یہ حدیث مشہور ہے بہت سی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے حضور کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ بھلائی کا راستہ بتانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کو کرنیوالا ہو حق تعالیٰ شانہ عم نوالہ کی عطا اور احسان بخشش اور انعام کا کیا ٹھکانہ ہے اس کی عطائیں اس کے الطاف بے محنت ملتے ہیں مگر ہم لینا ہی نہ چاہیں تو اس کا کیا علاج ہے ایک شخص خود نفلیں کثرت سے نہیں پڑھ سکتا وہ دوسروں کو ترغیب دے کر نفلیں پڑھوائے اس کو بھی ان کا ثواب ہو خود نادار ہو نیکی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مال کثرت سے خرچ نہیں کر سکتا دوسروں کو ترغیب دیکر خرچ کرائے اور خرچ کرنے والوں کے ساتھ خود بھی ثواب کا شریک بنے ایک شخص خود روزے نہیں رکھ سکتا حج نہیں کر سکتا جہاد نہیں کر سکتا اور کوئی عبادت نہیں کر سکتا لیکن ان چیزوں کی دوسروں کو ترغیب دیتا ہے اور خود ان سب کا شریک بنتا ہے بہت غور سے سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ اگر آدمی اپنے آپ ہی ان سب عبادتوں کو کرنے والا ہو تو ایک ہی کے کرنے کا ثواب تو ملے گا لیکن ان چیزوں پر سو آدمیوں کو ترغیب دیکر کھڑا کر دے تو سو کا ثواب ملے گا اور ہزار دو ہزار کو اور ان سے زیادہ کو لگا دے تو جتنے لوگوں کو آمادہ کر دیگا سب کا ثواب ملتا رہے گا اور لطف یہ ہے کہ خود اگر مر بھی جائے گا تو ان اعمال کے کرنیوالوں کے اعمال کا ثواب بعد میں بھی پہونچتا رہیگا کیا اللہ جل شانہ کے احسانات کی کوئی حد ہے اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو لاکھوں کو اپنی زندگی میں دینی کاموں پر لگا گئے اور اب مرنیکے

بعد وہ ان اعمال کے کرنیوالوں کے ثواب میں شریک ہیں میرے چچا جان مولانا مولوی محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے اور حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے بعد آدمیوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں میں ملک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ۔ مطلب یہ تھا کہ میوات کا خطہ جہاں لاکھوں آدمی ان کی کوشش سے نمازی بنے ہزاروں تہجد گذار بنے ہزاروں حافظ قرآن بنے ان سب کا ثواب انشاء اللہ انکو ملتا رہیگا اور اب یہ خوش قسمت جماعت عرب اور عجم میں تبلیغ کر رہی ہے ان کی کوشش سے جتنے آدمی کسی دینی کام میں لگ جائیں گے نماز قرآن پڑھنے لگیں گے اس سب کا ثواب ان کوشش کرنیوالوں کو بھی ہوگا اور انکو بھی ہوگا جن کو یہ حسرت تھی کہ میں ملک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ۔ زندگی بہر حال ختم ہونیوالی چیز ہے اور مرنے کے بعد وہی کام آتا ہے جو اپنی زندگی میں آدمی کرلے زندگی کے ان لمحات کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے اور جو چیز ذخیرہ بنائی جا سکتی ہو اسمیں کسر نہ چھوڑنی چاہیئے اور بہترین چیزیں وہ ہیں جن کا ثواب مرنیکے بعد بھی ملتا رہے ۔

میرے بزرگو اور دوستو ۔ وقت کو بہت غنیمت سمجھو اور جو ساتھ لیجانا ہے لیجاؤ بعد میں نہ کوئی باپ پوچھتا ہے نہ بیٹا سب چند روز رو کر چپ ہو جائیں گے اور بہترین چیز صدقہ جاریہ ہے ۔

تیسری چیز حدیث بالا میں یہ ذکر فرمائی ہو کہ اللہ جل شانہ مصیبت زدہ لوگوں کی فریادرسی کو پسند کرتے ہیں ایک حدیث میں ہو کہ اللہ جل شانہ اس پر رحم نہیں فرماتے جو آدمیوں پر رحم نہیں کرتا ایک حدیث میں ہو کہ جو شخص مصیبت زدہ عورتوں کی مدد کرتا ہو یا غریب کی مدد کرتا ہے وہ ایسا ہی جیسا کہ جہاد میں کوشش کرنے والا ہو ۔ اور غالباً یہ بھی فرمایا کہ وہ ایسا ہے جیسا کہ تمام راتیں نفلیں پڑھنے والا ہو کہ ذرا بھی سستی نہیں کرتا اور وہ ایسا ہی جیسا کہ ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی افطار نہ کرتا ہو (مشکوٰۃ) ایک حدیث میں ہو کہ جو شخص کسی مومن سے دنیا کی کسی مصیبت کو زائل کرتا ہو اللہ جل شانہٗ اس سے قیامت کے دن کی مصیبت کو زائل کرتا ہو اور جو شخص کسی مشکل میں پھنسے ہوئے کو سہولت پہونچاتا ہے اللہ جل شانہ اس کو دنیا اور آخرت کی سہولت عطا فرماتا ہو

جو شخص کسی مسلمان کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہ دنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی کرتا ہے (مشکوٰۃ) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے اس کو ایسا ثواب ہے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کی تمام عمر خدمت (عبادت) کی ہو ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت کو حاکم تک پہنچائے تو اس کی پلصراط پر چلنے میں مدد کی جائے گی جس دن کہ اس پر پاؤں پھسل رہے ہونگے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنکو حق تعالیٰ شانہ نے اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ لوگوں کی حاجتیں پوری کیا کریں انکے کاموں میں مدد دیا کریں یہ لوگ قیامت کے سخت دن میں بےفکر ہونگے۔ ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے حق تعالیٰ شانہ اس کو اس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ ٹھہر سکیں گے (یعنی قیامت کے دن) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی کسی کلمہ سے اعانت کرے یا اس کی مدد میں قدم چلائے حق تعالیٰ شانہ اس پر تہتر ۷۳ رحمتیں نازل فرماتے ہیں جن میں سے ایک میں اس کی دنیا اور آخرت کی درستگی ہے اور بہتر آخرت میں رفع درجات کے لئے ذخیرہ ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اس قسم کے مضامین کی صاحب کنز العمال نے نقل کی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلق میں ایک کی دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب ان کا کوئی عضو ماؤف ہو جاتا ہے تو سارے اعضا جاگنے میں بخار میں اسکا ساتھ دیتے ہیں (مشکوٰۃ) یعنی جیسا کہ ایک عضو کی تکلیف سے سارے اعضا بےچین ہو جاتے ہیں مثلاً ہاتھ میں زخم ہو جاتا ہے تو پھر کسی عضو کو بھی نیند نہیں آتی سب کو جاگنا پڑتا ہے اس سے بڑھکر یہ کہ اسکے اکڑاہٹ سے سارے بدن کو بخار ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کی تکلیف سے سب کو بےچین ہو جانا چاہئے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رحم کرنیوالے آدمیوں پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے تم ان لوگوں پر رحم کرو جو دنیا میں ہیں تم پر وہ رحم کریں گے جو آسمان میں ہیں اس سے

حق تعالیٰ شانہ بھی مراد ہو سکتے ہیں اور فرشتے بھی ایک حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا برتاؤ کیا جاتا ہو (مشکوٰۃ) ایک حدیث میں ہے جو شخص میری اُمت میں کسی شخص کی حاجت پوری کرے تاکہ اس کو خوشی ہو اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ جل شانہ کو خوش کیا اور جو شخص حق تعالیٰ شانہ کو خوش کرتا ہے وہ اس کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مصیبت زدہ آدمی کی مدد کرتا ہے اس کے لئے تہتّر درجے مغفرت کے لکھے جاتے ہیں جن میں سے ایک درجے سے تو اس کی درستگی ہوتی ہے (یعنی لغزشوں کا بدلہ ہو جاتا ہے) باقی بہتر درجے رفع درجات کا سبب ہوتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ آدمیوں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ جل شانہ کے نزدیک وہ ہے جو اس کی عیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے (مشکوٰۃ) مخلوق ساری کی ساری اللہ کی عیال ہے مشہور حدیث ہے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل کی گئی علماء نے لکھا ہے کہ جیسا آدمی اپنے عیال کی روزی کا اہتمام کرنے والا ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ بھی اپنی ساری مخلوق کے روزی رسان ہیں۔ اسی لحاظ سے ان کو اللہ کی عیال بتایا گیا (مقاصد حسنہ) اس صفت میں مسلمانوں کی بھی خصوصیت نہیں ہے مسلمان کافر سب ہی شریک ہیں بلکہ سارے حیوانات اس میں داخل ہیں کہ سب کے سب اللہ تعالیٰ شانہ کی مخلوق اور اس کی عیال ہیں جو شخص سب کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے والا ہوگا وہ حق تعالیٰ شانہ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔

(۲۷) عن شداد بن اوس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی یرائی فقد اشرک و من صام یرائی فقد اشرک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے ریا کی نیت سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا جس نے ریا کے ارادہ سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا جس نے ریا کی نیت سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا

ومن تصدق برائی فقد
اشرک رواہ احمد کذا
فی المشکوٰۃ

ف- یعنی جس نے اپنی عبادتوں میں اللہ جل شانہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنالیا اور وہ لوگ ہیں جن کو دکھانا مقصود ہے اس نے اپنی عبادت کو خالص حق تعالیٰ شانہ کے لئے نہیں رکھا بلکہ اس کی عبادت ساجھے کی عبادت بن گئی اور اس عبادت کی غرض میں ان کا حصہ بھی ہو گیا جن کو دکھانا مقصود ہے۔ یہ بہت ہی اہم چیز ہے اس پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں مقصد یہ ہے کہ جو عبادت بھی ہو خالص اللہ جل شانہ کی رضا کے واسطے ہو اس میں کوئی فاسد غرض ریا، شہرت وجاہت وغیرہ ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ اس میں نیکی برباد گناہ لازم ہو جاتا ہے۔ احادیث میں بہت کثرت سے اس پر وعیدیں اور تنبیہیں وارد ہوئی ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں حق سبحانہ وتقدس کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں سب شریکوں میں سب سے زیادہ بے پرواہوں جو شخص کسی عبادت میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کر دیتا ہے میں اس عبادت کرنے والے کو اس کے (بنائے ہوئے) شریک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں (مشکوٰۃ) یعنی وہ اپنا بدلہ اور ثواب اس شریک سے جاکر لے لے مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی اعلان کرے گا کہ جس شخص نے اپنے کسی عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا ہے وہ اس شریک سے اپنا ثواب مانگ لے اللہ جل شانہ شرکت سے بے نیاز ہے (مشکوٰۃ) حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم لوگ دجال کا تذکرہ کر رہے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس کا میں تم پر دجال سے بھی زیادہ خوف کرتا ہوں ہم نے عرض کیا کہ ضرور بتائیں حضور نے فرمایا کہ وہ شرک خفی ہے مثلاً ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے۔ (اخلاص سے شروع کی ہے) کوئی شخص اس کی نماز

کو دیکھنے لگے) وہ آدمی کے دیکھنے کی وجہ سے اپنی نماز لمبی کر دے۔ ایک دوسرے صحابیؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف چھوٹے شرک کا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا چھوٹا شرک کیا ہے حضورؐ نے فرمایا ریا ہے۔

ایک حدیث میں اسکے بعد یہ بھی ہے کہ جس دن حق تعالیٰ شانہ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ عطا فرمائیں گے۔ ان لوگوں سے یہ ارشاد ہوگا کہ جنکو دکھانے کیلئے کئے تھے دیکھو ان کے پاس تمہارے اعمال کا بدلہ ہے یا نہیں (مشکوٰۃ) قرآن پاک میں بھی حق تعالیٰ شانہ کا پاک ارشاد ہے۔ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (کہف ع ۱۲) جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے (اور ان کا محبوب و مقرب بننا چاہے) تو نیک کام کرتا ہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں بعضے (دینی) مواقع میں اللہ جل شانہ کی رضا کے واسطے کھڑا ہوتا ہوں۔ مگر میرا دل چاہتا ہے کہ میری اس کوشش کو لوگ دیکھیں حضورؐ نے اس کا کوئی جواب مرحمت نہیں فرمایا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں صدقہ کرتا ہوں اور صرف اللہ جل شانہ کی رضا مقصود ہوتی ہے مگر دل یہ چاہتا ہے کہ لوگ مجھے اچھا کہیں اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ایک حدیث قدسی میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے عمل میں میرے ساتھ کسی دوسرے شخص کو شریک کرتا ہے تو میں اس عمل کو سارے ہی کو چھوڑ دیتا ہوں میں صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لئے ہو اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی ایک اور حدیث میں ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ بہترین تقسیم کرنیوالا ہوں جو شخص اپنی عبادت میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو ساجھی کرے میں اپنا حصہ بھی اس ساجھی کو دیدیتا ہوں ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں ایک وادی ایسی ہے جس سے جہنم خود بھی چار سو مرتبہ روزانہ پناہ مانگتی ہے وہ ریاکار قاریوں کیواسطے ہے ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ جُبُّ الحزن سے پناہ مانگا کرو (یعنی غم کے کنوئیں سے جو جہنم میں ہے) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں کون لوگ رہیں گے حضورؐ نے فرمایا کہ جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے ہیں۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ قرآن پاک میں سب سے آخر میں نازل ہوئی (درمنثور) قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے یاایھاالذین آمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذٰی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس الاٰیۃ (بقرہ ع ۳۶) اے ایمان والو تم احسان جتا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص (برباد کرتا ہے) جو اپنا مال لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے خرچ کرتا ہے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور قیامت کے دن پر اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک چکنا پتھر ہو جس پر کچھ مٹی آگئی ہو (اور اس مٹی میں کچھ سبزہ وغیرہ جم گیا ہو) پھر اس پتھر پر زور کی بارش پڑ جائے سو وہ اسکو بالکل صاف کردیگی (اسی طرح ان احسان رکھنے والوں ایذا دینے والوں اور ریاکاروں کا خرچ کرنا بھی بالکل صاف اڑجائیگا اور قیامت کے دن) ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی یعنی جو نیکیاں کی تھیں صدقات دیئے تھے یہ سب ضائع جائینگے اس کے علاوہ اور بھی کئی جگہ قرآن پاک میں ریا کی مذمت فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا ان میں ایک تو شہید ہوگا اس کو بلایا جائیگا اور بلانے کے بعد دنیا میں جو اللہ جل شانہ کے انعامات اس پر ہوئے تھے وہ اس کو یاد دلائے جائیں گے اس کے بعد اس سے مطالبہ ہوگا کہ اللہ جل شانہ کی ان نعمتوں میں رہکر تونے کیا نیک عمل کیا وہ عرض کریگا کہ میں نے تیری رضا جوئی میں جہاد کیا حتی کہ شہید ہوگیا (اور تجھ پر قربان ہوگیا) ارشاد ہوگا کہ یہ جھوٹ ہے تونے جہاد اس لئے کیا تھا کہ لوگ بڑا بہادر بتائیں گے وہ تجھے بہت بڑا بہادر بتا چکے ہیں (جو غرض عمل کی تھی وہ پوری ہوگئی ہے) اس کے بعد اسکو جہنم میں پھینکدینے کا حکم کیا جائیگا اور تعمیل حکم میں اس کو منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینکدیا جائیگا۔ دوسرا شخص ایک عالم ہوگا جس کو بلاکر اللہ جل شانہ کے انعامات اور احسانات جتاکر اس سے بھی دریافت

کیا جائے گا کہ اللہ جل شانہ کی ان نعمتوں میں تو نے کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ میں نے سیکھا اور لوگوں کو سکھایا تیری رضاجوئی میں قرآن پاک پڑھتا رہا ارشاد ہوگا یہ سب جھوٹ ہے یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص بڑا عالم بڑا قاری ہے سو لوگوں نے کہدیا ہے (اور جو مقصد اس محنت سے تھا وہ حاصل ہو چکا ہے) اس کے بعد اس کو بھی جہنم میں پھینکنے کا حکم کیا جائے گا اور تعمیل حکم میں منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تیسرا شخص ایک سخی ہوگا جس پر اللہ جل شانہ نے دنیا میں بڑی وسعت فرما رکھی تھی ہر قسم کے مال سے اس کو نوازا تھا اس کو بلایا جائے گا اور جو انعامات اللہ جل شانہ نے اس پر دنیا میں فرمائے تھے وہ جتا کر سوال کیا جائے گا کہ ان انعامات میں تیری کیا کارگذاری ہے وہ عرض کریگا کہ میں نے خیر کا کوئی موقع جس میں خرچ کرنا آپ کو پسند ہو ایسا نہیں چھوڑا جس میں آپکی خوشنودی کے لئے خرچ نہ کیا ہو ارشاد ہوگا۔ یہ جھوٹ ہے تو نے محض اس لئے خرچ کیا کہ لوگ کہیں گے بڑا سخی ہے سو کہا جا چکا ہے اس کے بعد اس کو بھی جہنم میں پھینکنے کا حکم ہوگا اور تعمیل حکم میں منہ کے بل کھینچکر جہنم میں پھینکدیا جائے گا (مشکوٰۃ بروایۃ مسلم) اس حدیث میں اور اسی طرح اور احادیث میں جہاں ایک ایک شخص کا ذکر آتا ہے اس سے ایک قسم آدمیوں کی مراد ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ یہ معاملہ صرف تین آدمیوں کے ساتھ کیا جائیگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ تینوں قسم کے آدمیوں سے یہ مطالبہ ہوگا اور مثال کے طور پر ہر قسم میں سے ایک ایک آدمی کا ذکر کر دیا ان کے علاوہ اور بھی احادیث میں کثرت سے اس پر تنبیہ کی گئی ہے اور بہت زیادہ اہمیت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ جو کام بھی کیا جائے وہ خالص اللہ جل شانہ کے لئے کیا جاوے اور جتنا بھی اہتمام ہو سکے اس کا کیا جائے کہ اس میں ریا اور نمود و شہرت اور دکھاوے کا شائبہ بھی نہ آنے پائے مگر اس جگہ شیطان کے ایک بڑے مکر سے بے فکر نہ ہونا چاہئے دشمن جب قوی ہوتا ہے وہ مختلف انواع سے اپنی دشمنی نکالا کرتا ہے۔ یہ بہت مرتبہ آدمی کو اس وسوسہ کی بدولت کہ اخلاص تو ہے ہی نہیں۔ اہم ترین عبادتوں سے روک دیا

کرتا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ شیطان اوّل تو نیک کام سے روکا کرتا ہے اور ایسے خیالات دل میں ڈالا کرتا ہے جس سے اس کام کے کرنے کا ارادہ ہی پیدا نہ ہو لیکن جب آدمی اپنی ہمت سے اس کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کے روکنے پر عمل نہیں کرتا تو وہ کہا کرتا ہی تجھ میں اخلاص تو ہے نہیں یہ تیری عبادت محنت بیکار ہے۔ جب اخلاص ہی نہیں پھر ایسی عبادت کرنے سے کیا فائدہ اور اس قسم کے وسوسے پیدا کرکے نیک کام سے روک دیا کرتا ہے اور جب آدمی رُک جاتا ہے تو اس کی غرض پوری ہو جاتی ہے (احیاء) اس لئے اس خیال سے نیک کام کرنے سے رکنا نہیں چاہیے کہ اخلاص تو ہے ہی نہیں بلکہ نیک کام کرنے میں اخلاص کی کوشش کرتے رہنا چاہیے اور اس کی دعا کرتا رہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف سے دستگیری فرمائے تاکہ نہ تو دین کا مشغلہ ضائع ہو نہ برباد ہو۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

*

دوسری فصل بخل کی مذمت میں

پہلی فصل میں جتنی آیات اور احادیث اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی گذر چکی ہیں ان سے خود ہی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ جب اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے اتنے فضائل و فوائد اور خوبیاں ہیں تو جتنی اس میں کمی ہوگی یہ منافع حاصل نہ ہوں گے یہ خود ہی کافی مذمت نہایت نقصان ہے لیکن اللہ جل شانہٗ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ اور اہتمام کی وجہ سے بخل اور مال کو روک کر رکھنے پر خصوصی وعیدیں بھی ارشاد فرمائی ہیں یہ اللہ کا انعام اور اس کے پاک رسول کی امت پر انتہائی شفقت ہے کہ اس نے اس مہلک مرض پر خاص طور سے بہت سی تنبیہیں فرما دیں قرآن و حدیث میں یہ مضمون نہایت ہی کثرت سے ذکر کیا گیا اور مختلف عنوانوں سے ہر خیر کے کرنے پر ترغیب اور ہر برائی سے رکنے پر تنبیہیں کی گئیں۔ کسی ایک مضمون کا احاطہ بھی دشوار ہے نمونہ کے طور پر اس کے متعلق بھی چند آیات اور چند احادیث لکھی جاتی ہیں۔

آیات

(۱) وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (بقرہ ع ۲۴)

تم لوگ اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرو اور اپنے آپکو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

ف: یہ آیت شریفہ پہلی فصل کے سلسلہ آیات میں ۳ پر گذر چکی ہے۔ اس آیت شریفہ میں اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرنے کو اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی میں ڈالنا قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے مفصل صحابہ کرام سے نقل کیا جا چکا ہے۔ کون شخص ہے جو اپنی تباہی اور بربادی چاہتا ہو مگر کتنے آدمی ہیں جو یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کہ یہ تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہے اس سے بچتے ہیں اور مال کو جوڑ جوڑ کر نہیں رکھتے اس کے سوا کیا ہے کہ غفلت کا پردہ ہم لوگوں کے دلوں پر پڑا ہوا ہے اور اپنے ہاتھوں ہی اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالے جا رہے ہیں۔

(۲) الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء ج واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلاً ط واللہ واسع علیم ۝ (بقرہ ع ۳۷)

شیطان تم کو محتاجی (اور فقر) سے ڈراتا ہے اور تم کو بری بات (بخل) کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے (خرچ کرنے پر) اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں۔ (وہ سب کچھ دے سکتے ہیں) خوب جاننے والے ہیں (نیت کے موافق ثمرہ دیتے ہیں)

ف۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے اندر ایک تو شیطان تصرف کرتا ہے اور ایک فرشتہ تصرف کرتا ہے شیطان کا تصرف تو برائی سے ڈراتا ہے (مثلاً صدقہ کرے گا تو فقیر ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ) اور حق بات کا جھٹلانا ہے۔ اور فرشتہ کا تصرف بھلائی کا وعدہ کرنا ہے اور حق بات کی تصدیق کرنا ہے جو اس کو پائے (یعنی بھلائی کی بات کا خیال دلمیں آئے تو اسکو) اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اس کا شکر ادا کرے اور جو دوسری بات کو پاوے (یعنی برا خیال دلمیں آوے) تو شیطان سے پناہ مانگے اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ پڑھی (مشکوٰۃ) یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد

کی تائید میں یہ آیت شریفہ پڑھی جس میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ شیطان فقر کا خوف اور فحش باتوں کی ترغیب دیتا ہے اور یہی حق کا جھٹلانا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں دو چیزیں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ہیں اور دو چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں شیطان فقر کا وعدہ کرتا ہے اور بری بات کا حکم کرتا ہے یہ کہتا ہے کہ مال خرچ نہ کر احتیاط سے رکھ تجھے اس کی ضرورت پڑیگی اور اللہ جل شانہٗ ان گناہوں پر مغفرت کا وعدہ فرماتا ہے اور رزق میں زیادتی کا وعدہ فرماتا ہے (در منثور) امام غزالی فرماتے ہیں کہ آدمی کو آئندہ کی فکر میں زیادہ مبتلا نہیں رہنا چاہئے کہ کیا ہوگا بلکہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے رزق کا وعدہ فرما رکھا ہے تو اس پر اعتماد کرنا چاہئے اور یہ سمجھتے رہنا چاہئے کہ آئندہ کی احتیاج کا خوف شیطانی اثر ہے جیسا کہ اس آیت شریفہ میں یہ بتایا گیا وہ آدمی کے دل میں یہ خیال پکاتا رہتا ہے کہ اگر تو مال جمع کر کے نہیں رکھے گا تو جس وقت تو بیمار ہو جائیگا یا کمانے کے قابل نہیں رہے گا یا کوئی اور دقتی ضرورت پیش آجائیگی تو اس وقت تو مشکل میں پھنس جائے گا اور تجھے بڑی دقت اور تکلیف ہوگی اور ان کے خیالات کی وجہ سے اس کو اس وقت مشقت اور کوفت اور تکلیف میں پھانس دیتا ہے اور ہمیشہ اسی تکلیف میں مبتلا رکھتا ہے اور پھر اس کا مذاق اڑاتا ہے کہ یہ احمق آئندہ کی موہوم تکلیف کے ڈر سے اس وقت کی یقینی تکلیف میں پھنس رہا ہے (احیاء) کہ جمع کی فکر میں ہر وقت پریشان رہتا ہے اور آئندہ کا فکر سوار رہتا ہے۔

(۳) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ	ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز کے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں جو ان کو اللہ جل شانہٗ نے محض اپنے فضل سے عطا کی ہو کہ یہ بات (یعنی بخل کرنا) ان کیلئے کچھ اچھی ہوگی (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات انکے لئے بہت بری ہے اس لئے کہ وہ لوگ قیامت کے دن

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝
(آل عمران ع ۱۸)

طوق پہنا جائیں گے اس مال کا جس کے ساتھ بخل کیا تھا (یعنی سانپ بنا کر ان کی گردنوں میں) ڈالدیا جائیگا۔ اور اخیر میں آسمان اور زمین (اور جو کچھ ان کے اندر ہے لوگوں کے مر جانے کے بعد) اللہ ہی کا رہ جائیگا (تم اپنے ارادہ سے اسکو دیدو تو ثواب بھی ہو ورنہ ہے تو اُسی کا) اور اللہ جل شانہ تمہارے سارے اعمال سے خبر دار ہیں ؛

ف - بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو اللہ جل شانہ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ (جس کے زہر کی کثرت اور شدت کی وجہ سے اس کے سر کے بال بھی جاتے رہے ہوں) بنایا جاسے گا جس کے منہ کے نیچے دو نقطے ہونگے۔ (یہ بھی زہر کی علامت ہے) اور وہ سانپ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا جو اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی (مشکوٰۃ) یہ حدیث شریف زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعیدوں میں پانچویں فصل کی احادیث میں ۲ پر آرہی ہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ کافروں کے بارے میں اور اس مومن کے بارے میں جو اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بخل کرتا ہو نازل ہوئی ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ مال میں سے جب اللہ جل شانہ کے حقوق ادا نہ ہوتے ہوں تو وہ مال گنجا سانپ بنکر قیامت میں اسکے پیچھے لگ جائیگا اور وہ آدمی اس سانپ سے پناہ مانگتا ہوا ہوگا۔ حجر بن بیان حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو ذی رحم اپنے قریبی

رشتہ دار سے اس کی ضرورت سے بچے ہوئے مال سے مدد مانگے اور مدد نہ کرے اور بخل کرے تو وہ مال قیامت کے دن سانپ بنا کر اس کے طوق پہنا دیا جائے گا۔ اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی اور متعدد صحابہ کرام سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا مسروق کہتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ اس شخص کے بارے میں ہے جس کو اللہ جل شانہ نے مال عطا کیا اور وہ اپنے رشتہ داروں کے ان حقوق کو جو اللہ جل شانہٗ نے اس پر رکھے ہیں ادا نہ کرے تو اس کا مال سانپ بنا کر اس کو طوق پہنا دیا جائیگا وہ شخص اس سانپ سے کہے گا کہ تو نے میرا پیچھا کیوں لیا، وہ کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں (درمنثور) امام رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اوپر کی آیات میں جہاد میں اپنی جانوں کی شرکت پر تاکید و ترغیب تھی اس کے بعد اس آیت میں جہاد میں مال خرچ کرنے کی تاکید ہے اور تنبیہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں مال خرچ نہیں کرتے تو وہ مال سانپ بنکر انکے گلے کا ہار بن جائیگا۔ اسکے بعد امام رازی طویل بحث اس پر کرتے ہیں کہ جو شدید وعید اس آیت شریفہ میں ہے وہ تطوعات کے ترک پر تو مشکل ہے ترک واجب پر ہی ہو سکتی ہے۔ البتہ واجبات کئی قسم کے ہیں اوّل اپنے اوپر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جن کا نفقہ اپنے ذمہ واجب ہے۔ دوسرے زکوٰۃ۔ تیسرے جس وقت مسلمانوں پر کفار کا ہجوم ہو کہ وہ ان کے جان و مال کو ہلاک کرنا چاہتے ہوں تو اس وقت سب مالداروں پر حسب ضرورت خرچ کرنا واجب ہے جس سے مدافعت کرنے والوں کی مدد ہو کہ یہ در اصل اپنی ہی جان و مال کی حفاظت میں خرچ ہے۔ چوتھے مضطر پر خرچ کرنا ہے جس سے اس کی جان کا خطرہ زائل ہو جائے یہ سب اخراجات واجب ہیں۔ (تفسیر کبیر)

(۹) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا	بیشک اللہ جل شانہ ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا جو (دلمیں) اپنے آپکو بڑا سمجھتے ہوں۔ (زبان سے) شیخی کی باتیں کرتے ہوں جو خود بھی بخل کرتے ہوں اور دوسروں کو بخل کی تعلیم دیتے ہوں اور جو چیز اللہ جل شانہ

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (نساء ع ۶) | نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے اس کو چھپاتے ہوں اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لئے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ف - دوسروں کو بخل کی تعلیم دیتے ہوں عام ہے کہ زبان سے ان کو ترغیب دیتے ہوں یا اپنے عمل سے تعلیم دیتے ہوں کہ انکے عمل کو دیکھ کر دوسروں کو بخل کی ترغیب ہوتی ہو بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جو شخص برا طریقہ اختیار کرتا ہے اس کو اپنے کئے کا وبال بھی ہوتا ہے اور جتنے آدمی اسکی وجہ سے اس پر عمل کریں ان سب کا گناہ بھی اس کو ہوتا ہے اسطرح پر کہ انکی اپنی سزاؤں میں کوئی کمی نہ ہوگی، یہ مضمون قریب ہی مفصل گذر چکا ہے حضرت مجاہدؒ سے مختالاً فخوراً کی تفسیر میں نقل کیا گیا کہ یہ وہ متکبر ہے جو اللہ کی عطا کی ہوئی چیزوں کو گن گن کر رکھتا ہے اور اللہ جل شانہ کا شکر ادا نہیں کرتا حضرت ابوسعید خدریؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہ ساری مخلوق کو ایک جگہ جمع فرما دیں گے تو جہنم کی آگ توبتوچڑھتی ہوئی اُن کی طرف شدت سے بڑھے گی جو فرشتے اس پر متعین ہیں وہ اس کو روکنا چاہیں گے تو وہ کہے گی کہ میرے رب کی عزت کی قسم یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے جوڑی داروں (یاروں) کو لے لوں ورنہ میں سب پر چھا جاؤنگی - وہ پوچھیں گے تیرے جوڑی دار کون ہیں، وہ کہے گی ہر متکبر ظالم، اس کے بعد جہنم اپنی زبان نکالے گی اور ہر ظالم متکبر کو چن چن کر اپنے پیٹ میں ڈال لے گی (جیساکہ جانور زبان کے ذریعہ سے گھاس وغیرہ کھاتا ہے) ان سب کو چنکر پیچھے ہٹ جائیگی - اسکے بعد اسی طرح دوبارہ زور کرکے آئے گی اور یہ کہے گی کہ مجھے اپنے جوڑی داروں کو لینے دو اور جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تیرے جوڑی دار کون ہیں تو وہ کہے گی ہر اکڑنے والا ناشکری کرنے والا اور پہلے کی طرح ان کو بھی چن کر اپنی زبان کے ذریعہ سے اپنے پیٹ میں ڈال لے گی - پھر اسی طرح تیسری بار جوش کرکے چلے گی اور اپنے جوڑی داروں کا مطالبہ کرے گی اور جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تیرے جوڑی دار کون لوگ ہیں تو وہ اس مرتبہ کہے گی ہر اکڑنے والا فخر کرنے والا - اور

ان کو بھی چن کر اپنے پیٹ میں ڈال لے گی۔ اس کے بعد لوگوں کا حساب کتاب جاری رہیگا
حضرت جابر بن سلیم ہجیمی فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا مدینہ منورہ کی ایک گلی میں چلتے ہوئے حضورؐ سے ملاقات ہو گئی میں نے سلام کیا
اور لنگی کے متعلق مسئلہ دریافت کیا حضورؐ نے فرمایا کہ پنڈلی کے موٹے حصے تک ہونی
چاہئے اور اگر تجھے اتنی اونچی پسند نہ ہو تو تھوڑی اور نیچے تک سہی اور یہ بھی پسند نہ ہو تو ٹخنوں
کے اوپر تک اور یہ بھی پسند نہ ہو تو (آگے گنجائش نہیں اس لئے کہ) اللہ جل شانہ متکبر فخر کرنے
والے کو پسند نہیں کرتے (اور ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پاجامہ کو لٹکانا تکبر میں داخل ہے) پھر میں نے
کسی کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بھلائی
کو حقیر نہ سمجھو (کہ اس کی وجہ سے ملتوی کر دو) چاہے رسی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ جوتے کا
تسمہ ہی کیوں نہ ہو کسی پانی مانگنے والے کے برتن میں پانی کا ڈول ہی ڈالدو۔ راستہ میں
کوئی اذیت پہونچانے والی چیز ہو اس کو ہٹا دو حتیٰ کہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے
بات ہی سہی راستہ چلنے والے سے سلام ہی سہی کوئی گھبرا رہا ہو اس کی دلبستگی ہی سہی (کہ یہ
سب چیزیں احسان اور نیکی میں داخل ہیں) اور اگر کوئی شخص تمہارے عیب کو ظاہر کرے
اور تمہیں اس کے اندر کوئی دوسرا عیب معلوم ہے تو تم اس کو ظاہر نہ کرو تمہیں اس کے
اخفار کا ثواب ملے گا اس کو اس اظہار کا گناہ ہو گا اور جس کام کو تم یہ سمجھو کہ اگر کسی کو
اس کی خبر ہو گئی تو مضائقہ نہیں اس کو کرو اور جس کو تم یہ سمجھو کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو
اُس کو نہ کرو (کہ یہ علامت اس کے بُرا ہونے کی ہے) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی
اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کردم بن یزید وغیرہ بہت سے آدمی انصار کے پاس آتے اور ان کو
نصیحت کرتے کہ اتنا خرچ نہ کیا کرو ہمیں ڈر ہے کہ یہ سب خرچ ہو جائے گا تم فقیر بن
جاؤ گے۔ ہاتھ روک کر خرچ کیا کرو نہ معلوم کل کو کیا ضرورت پیش آجائے ان
لوگوں کی مذمت میں یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ (درمنثور)

(۵) وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ — جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے خزانہ کے طور پر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ

ولا ینفقونها فی سبیل اللّٰه فبشرهم بعذاب الیم ۝ یوم یحمیٰ علیها فی نار جهنم فتکویٰ بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هٰذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ۝ (توبہ ع ۵)

بھی خرچ نہیں کرتے آپ ان کو بڑے دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دیجئے وہ اس دن ہوگا جس دن ان کو (سونے چاندی کو) اوّل جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پسلیوں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا اب اس کا مزہ چکھو جس کو جمع کر کے رکھتا تھا۔

ف۔ علماء نے لکھا ہے کہ پیشانیوں وغیرہ کے ذکر سے آدمی کی چاروں طرف مراد ہیں پیشانی سے اگلا حصّہ، پسلیوں سے دایاں اور بایاں اور پشت سے پچھلا حصّہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ سارے بدن کو داغ دیا جائے گا۔ ایک حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں منہ سے قدم تک داغ دیا جانا وارد ہوا ہے۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان تین اعضاء کی خصوصیت اس لئے ہے کہ ان میں ذرا سی تکلیف بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان تین کو اس وجہ سے ذکر کیا کہ آدمی جب چہرہ سے فقیر کو دیکھتا ہے تو پہلو بچا کر اس طرف پشت کر کے چل دیتا ہے اس لئے ان تینوں اعضاء کو خصوصیت سے عذاب ہے اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ذکر کی گئی ہیں (تفسیر کبیر) اس آیت شریفہ میں اس مال کو تپا کر داغ دینا وارد ہے اور آیت ۳ پر اس کا سانپ بن کر پیچھے لگنا وارد ہوا ہے ان دونوں میں کچھ اشکال نہیں یہ دونوں عذاب علیحدہ علیحدہ ہیں جیسا کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے بیان میں پانچویں فصل کی حدیث ۳ پر آرہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور متعدد صحابہ کرامؓ سے نقل کیا گیا کہ اس آیت شریفہ میں خزانہ سے مراد وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو اور جس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ خزانہ نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ یہ حکم زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا۔ جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو حق تعالیٰ شانہ نے زکوٰۃ ادا کر دینے کو بقیہ مال کے پاک ہو جانے کا سبب قرار دیا حضرت ثوبانؓ

فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سونا چاندی جمع کرنے کا تو یہ حشر ہے اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ بہترین مال کیا ہے جس کو خزانہ کے طور پر جمع کر کے رکھیں۔ حضور نے فرمایا اللہ کا ذکر کرنے والی زبان، اللہ کا شکر ادا کرنے والا دل اور نیک بیوی جو آخرت کے کاموں میں مدد دیتی رہے۔ حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ آیت شریفہ تو لوگوں پر بہت بار ہو رہی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے زکوٰۃ اسی لئے مشروع فرمائی ہے کہ بقیہ مال پاک ہو جائے اور میراث تو اسی مال میں جاری ہوگی جو بعد میں باقی رہے اور بہترین چیز جس کو آدمی خزانہ کی طرح محفوظ رکھے وہ نیک بیوی ہے جس کو دیکھ کر جی راضی ہو جائے جب اس کو کوئی حکم کیا جائے فوراً اطاعت کرے اور جب خاوند غائب ہو (سفر وغیرہ میں) تو وہ اپنی (اور اس کے مال کی) حفاظت کرے۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو صحابہؓ میں اس کا چرچا ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضور سے دریافت کیا یا رسول اللہ خزانہ بنانے کے لئے کیا چیز بہتر ہے۔ حضور نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور وہ نیک بیوی جو ایمانی چیزوں پر مدد کرے۔ حضرت ابوذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دینار (سونے کا سکہ) درہم (چاندی کا سکہ) یا سونے چاندی کا ٹکڑا رکھے گا اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرے گا۔ بشرطیکہ قرض کے ادا کرنے کے واسطے نہ رکھا ہو وہ خزانہ میں داخل ہے جس کا قیامت کے دن داغ دیا جائے گا۔ حضرت ابو امامہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص سونا یا چاندی چھوڑ کر مر جائے اس کا قیامت کے دن داغ دیا جائیگا بعد میں چاہے جہنم میں جائے یا مغفرت ہو جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کے اغنیاء کے مالوں میں وہ مقدار فرض کر دی ہے جو ان کے فقراء کو کافی ہے۔ فقراء کو بھوکے یا ننگے ہونے کی مشقت صرف اس وجہ سے پڑتی ہے کہ اغنیاء ان کو دیتے نہیں۔ خبردار رہو کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ان اغنیاء

سے سخت مطالبہ کریں گے یا سخت عذاب دیں گے (درمنثور) کنز العمال میں اس حدیث پر کلام بھی کیا ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے نقل کیا کہ اگر اللہ جل شانہ کے علم میں یہ بات ہوتی کہ اغنیاء کی زکوٰۃ فقراء کو کافی نہ ہوگی تو زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی چیز ان کے لئے تجویز فرماتے جو ان کو کافی ہو جاتی۔ بس اب جو فقراء بھوکے ہیں وہ اغنیاء کے ظلم کی وجہ سے ہیں (کنز) کہ وہ زکوٰۃ پوری نہیں نکالتے۔ حضرت بلالؓ سے نقل کیا گیا کہ حضورؐ نے ان سے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سے فقر کی حالت میں ملو تونگری کی حالت میں نہ ملو انھوں نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جب کہیں سے کچھ میسر ہو اس کو چھپا کر نہ رکھو ملنگنے والے سے انکار نہ کرو انھوں نے عرض کیا حضورؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے حضورؐ نے فرمایا یہی ہے اور یہ نہ ہو تو جہنم ہے (درمنثور) حضرت ابوذر غفاریؓ بھی انھیں حضرات میں ہیں جن کا مسلک یہ ہے کہ روپیہ پیسہ بالکل رکھنے کی چیز نہیں ہر ایک درم جہنم کا ایک داغ ہے اور دو درم دو داغ ہیں۔ ان کے مختلف واقعات پہلے گذر چکے ہیں جن میں سے بعض پہلی فصل کے سلسلہ احادیث میں ۵ پر گذرے ایک مرتبہ حبیب بن سلمہ نے جو شام کے امیر تھے حضرت ابوذرؓ کے پاس تین سو دینار (اشرفیاں) بھیجے اور عرض کیا کہ انکو اپنی ضروریات میں صرف کرلیں حضرت ابوذرؓ نے واپس فرما دیئے اور یہ فرمایا کہ دنیا میں اللہ جل شانہ کے ساتھ دھوکہ کھانے والا میرے سوا کوئی نہ ملا۔ (یعنی دنیا کی اتنی بڑی مقدار اپنے پاس رکھنا اللہ تعالیٰ شانہ سے غافل ہونا ہے اور یہی اللہ کے ساتھ دھوکہ ہے کہ اسکے عذاب سے آدمی بےفکر ہو جائے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے متعدد جگہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ میں نہ ڈال دے جیسا کہ چھٹی فصل میں دنیا اور آخرت کی آیات میں نمبر ۳۰ پر گذر رہا ہے اس کے بعد حضرت ابوذرؓ نے فرمایا) مجھے صرف تھوڑا سا سایہ چاہئے جس میں اپنے کو چھپا لوں اور تین بکریاں جن کے دودھ پر ہم سب گذر کرلیں اور ایک باندی جو اپنی خدمت کا احسان ہم پر کرے اس سے زائد جو ہو مجھے اس کے امساک سے اللہ جل شانہ سے ڈر لگتا ہے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قیامت کے دن دو درم والا ایک درم والے کی بہ نسبت زیادہ قید میں ہوگا (درمنثور) حضرت عبداللہ

بن صامت رضؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضؓ کے پاس تھا کہ ان کا روزینہ بیت المال سے آیا۔ ایک باندی ان کے پاس تھی جو اس میں سے ضروری چیزیں خرید کر لائی اس کے بعد سات درم ان کے پاس بچے۔ فرمانے لگے کہ اس کے پیسے کرلاؤ (تاکہ تقسیم کردیں) میں نے کہا ان کو اپنے پاس رہنے دو کوئی ضرورت پیش آجائے کوئی مہمان آجائے فرمایا مجھ سے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ طے شدہ بات فرمائی تھی کہ جس سونے یا چاندی کو باندھ کر رکھا جائیگا۔ وہ اپنے مالک پر آگ کی چنگاری ہے جب تک کہ اسکو اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کردیا جائے (ترغیب) حضرت شداد فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سخت حکم سنتے تھے پھر جنگل چلے جاتے تھے کہ اکثر جنگل میں قیام رہتا تھا) ان کے تشریف لیجانے کے بعد اس حکم میں سہولت پیدا ہوجاتی جس کا ان کو علم نہ ہوتا اس لئے وہ سخت ہی حکم پر قائم رہتے (درمنثور) یہ صحیح ہے کہ حضرت ابوذر رضؓ کا مسلک اس بارے میں بہت ہی سختی اور شدت کا ہے باقی اس میں تو شک نہیں کہ زہد کا کمال یہی ہے جو ان کا مسلک تھا اور بہت سے اکابر کا یہی پسندیدہ معمول رہا مگر اس پر نہ تو کسی کو مجبور کیا جاسکتا ہے نہ اس پر عمل نہ کرنے میں جہنمی قرار دیا جاسکتا ہے اپنی خوشی اور رضا و رغبت سے اختیار کرنیکی چیز یہی ہے جس خوش نصیب کو بھی اللہ جل شانہ اپنے لطف و کرم سے نصیب فرمادے۔ کاش اس دنیا کے کتے کو بھی اللہ جل شانہ ان حضرات زاہدین کے اوصاف جمیلہ کا کچھ حصہ عطا فرمادیتا۔ فان اللہ علی کل شیئ قدیر۔

(۳) وما منعھم ان تقبل منھم نفقتھم الا انھم کفروا باللہ و برسولہ ولا یاتون الصلوٰۃ الا وھم کسالی ولا ینفقون الا وھم کٰرھون ○ فلا تعجبک اموالھم ولا اولادھم ﴿۱﴾ تا یرید

اور ان منافقوں کی خیرات قبول ہونے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں ہو کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کیسا تھ کفر کیا (وہ اپنے کو مومن بتاتے ہیں) یہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے (ہارے دل سے) اور نیک کاموں میں خرچ نہیں کرتے۔ مگر ناگواری کے

اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوٰۃ الدنیا و تزھق انفسھم و ھم کٰفرون ہ (توبہ ع ۷)

ساتھ (بدنامی سے بچنے کی وجہ سے) ان (مردودوں) کا مال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالے (کہ ایسے مردودوں پر اتنے انعامات کیوں ہیں) اللہ جل شانہ کا ارادہ یہ ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیوی عذاب میں مبتلا رکھے (کہ ہر وقت ان کے فکروں میں مبتلا رہیں) اور کفر ہی کی حالت میں ان کی جان نکل جائے۔

ف۔ ابتدا میں خیرات کے قبول نہ ہونے میں کفر کے علاوہ کاہلی سے نماز پڑھنے کو اور بد دلی سے صدقہ دینے کو بھی دخل بتایا ہے۔ نماز کے متعلق مضامین اس اس ناکارہ کے رسالہ فضائل نماز میں گذر چکے ہیں اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گذرا ہے کہ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جس کی نماز نہیں اس کے لئے دین نہیں جس کی نماز نہیں نماز دین کے لئے ایسی ضروری چیز ہے جیسا کہ آدمی کے لئے اس کا سر ضروری ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو نماز خشوع و خضوع سے اچھی طرح پڑھے وہ نماز نہایت روشن چمکدار بنکر دعائے خیر دیتی ہوئی جاتی ہے اور جو بری طرح پڑھی وہ بری صورت میں سیاہ رنگ میں بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ جل شانہ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تونے مجھے برباد کیا اور ایسی نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے اوّل نماز کا حساب ہو گا اگر وہ اچھی ہوئی تو باقی اعمال بھی اچھے ہونگے وہ بری ہوئی تو باقی اعمال بھی برے ہونگے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اگر وہ قبول ہوئی تو باقی اعمال بھی قبول ہوں گے وہ مردود ہو گئی تو باقی اعمال بھی مردود ہونگے (فضائل نماز) اس کے بعد آیت شریفہ میں بد دلی سے صدقہ کا ذکر فرمایا ہے

اور بد دلی سے صدقہ دینا ظاہر ہے کہ کیا قابل قبول ہو سکتا ہے؟ لیکن اگر وہ صدقہ فرض ہے جیسا کہ زکوٰۃ تو وجوب ساقط ہو ہی جائیگا۔ اسی واسطے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ ادا کرنے کی روایات میں متعدد جگہ طَیِّبَۃً بِہَا نَفْسُہٗ (ترغیب) رافدۃ علیہ کل عام (ابوداؤد) وغیرہ الفاظ ذکر فرمائے جن کا مطلب یہی ہے کہ نہایت خوش دلی سے ادا کرے تاکہ فرض ادا ہونیکے علاوہ اس کا اجر و ثواب بھی ہو اور اس پر انعام و اکرام بھی ہو۔ ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت سے ادا کرے گا اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو ادا نہ کرے گا ہم اس کو لے کر رہیں گے اور بعض روایات میں اس کے ساتھ تاوان بھی وارد ہے کہ ادا کرنے کی صورت میں جرمانہ بھی کریں گے حضرت جعفر بن محمدؒ کہتے ہیں کہ وہ امیر المومنین ابو جعفر منصور کے پاس گئے تو وہاں حضرت زبیرؓ کی اولاد میں سے کوئی شخص تھے جنھوں نے منصور سے کوئی اپنی حاجت پیش کی تھی اور منصور نے انکی درخواست پر کچھ انکو دینے کا حکم بھی کر دیا تھا مگر وہ مقدار زبیری کے نزدیک کم تھی جس کی شکایت انھوں نے کی اور منصور کو اس پر غصہ آگیا۔ حضرت جعفر نے فرمایا کہ مجھے اپنے باپ دادوں کے واسطے سے حضورؐ کا ارشاد پہونچا ہے کہ جو عطا خوش دلی سے دی جائے اس میں دینے والے کیلئے بھی برکت ہوتی ہے اور لینے والے کیلئے بھی۔ منصور نے یہ حدیث سنتے ہی کہا خدا کی قسم دیتے وقت تو مجھے خوش دلی نہ تھی مگر تمہاری حدیث سنکر مجھ میں طیب نفس پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت جعفر ان زبیری کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا کہ مجھے اپنے باپ دادوں کے ذریعہ سے حضورؐ کا یہ ارشاد پہونچا ہے کہ جو شخص قلیل رزق کو کم سمجھا اللہ جل شانہٗ اس کو کثیر سے محروم فرما دیتے ہیں۔ زبیری کہنے لگے کہ خدا کی قسم پہلے سے تو یہ عطیہ مری نگاہ میں کم تھا تمہاری احادیث سننے کے بعد بہت معلوم ہونے لگا۔

سفیان بن عیینہ جو اس قصہ کو نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے زبیری سے پوچھا کہ وہ کیا مقدار تھی جو تمہیں منصور نے دی تھی وہ کہنے لگے کہ اس وقت تو بہت تھوڑی سی تھی لیکن میرے پاس پہونچنے کے بعد اللہ جل شانہٗ نے اس میں ایسی برکت

اور نفع عطا فرمایا کہ وہ پچاس ہزار کی مقدار تک پہونچ گئی۔ سفیان کہتے ہیں کہ یہ لوگ (اہل بیت حضرت جعفر اور ان کے اکابر کی طرف اشارہ ہے) بھی بارش کی طرح سے جہاں پہونچ جاتے ہیں نفع ہی پہونچاتے ہیں (کنز) مطلب یہ ہے کہ اس جگہ دو حدیثیں سناکر دونوں کو خوش اور مطمئن کر دیا اسی طرح سے یہ حضرات جہاں بھی پہونچتے ہیں روحانی یا مادی نفع پہونچائے بغیر نہیں رہتے اس کے ساتھ ہی اس زمانہ کے امراء کی یہ چیز بھی قابل رشک ہے کہ بادشاہت کے باوجود حضور کے ارشادات سن کر انکے سامنے گردن رکھدینا اس زمانہ کی عام فضا تھی۔ آیت شریفہ میں اسکے بعد مال اولاد اور مال کو دنیا میں عذاب کا ذریعہ فرمایا ان چیزوں کا دنیا میں موجب دقت اور کلفت ہونا ظاہر ہے کہیں اولاد کی بیماری ہے کہیں ان پر مصائب ہیں کہیں انکے مرنے کا رنج و حسرت ہے اور یہ سب چیزیں مسلمانوں پر بھی پیش آتی ہیں لیکن مسلمان کے لئے چونکہ ہر تکلیف جو دنیا میں پیش آئے وہ آخرت میں اجر و ثواب کا ذریعہ ہے اس لئے وہ تکلیف نہیں رہتی کیونکہ وہ تکلیف تکلیف نہیں بلکہ راحت ہے جسکے بدلہ میں اس سے کہیں زیادہ مل جائے گا اور جن کو آخرت میں ان مصائب کا بدلہ نہیں ہے انکے لئے یہ دنیا کا عذاب ہی عذاب رہ گیا ابن زید کہتے ہیں کہ ان چیزوں کے دنیا میں عذاب ہونے سے مصائب مراد ہیں کہ ان کیلئے یہ عذاب ہیں اور مومنین کے لئے ثواب کی چیزیں ہیں۔

(۷) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۳)

اور نہ تو (بخل کی وجہ سے) اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ لینا چاہئے اور نہ بہت زیادہ کھول دینا چاہئے (کہ اسراف کی حد تک پہونچ جائے کہ اس صورت میں) ملامت زدہ اور (فقر کی وجہ سے) تھکے ہوئے بیٹھے رہو (اور بعض کسی کے فقر کی وجہ سے اپنے کو پریشانی میں مبتلا کرنا مناسب نہیں) بیشک تیرا رب جس کو چاہتا ہے

زیادہ رزق دیتا ہے۔ اور جس پر چاہتا ہے
تنگی کرتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں (کی
مصالح اور ان کے احوال) سے باخبر ہے
(کہ کس کیلئے کتنا مناسب ہے اور ان کے
احوال کو دیکھنے والا ہے۔

ف:۔ قرآن پاک میں اس جگہ معاشرت کے بہت سے آداب پر بڑی تفصیلی تنبیہات فرمائی ہیں منجملہ ان کے اس آیات شریفہ میں بخل اور اسراف پر تنبیہ فرماکر اعتدال اور میانہ روی کی گویا ترغیب دی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ سوال کیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تو کچھ بھی نہیں اس نے کہا کہ اپنا کرتہ جو آپ پہن رہے ہیں بعد یہ دیجئے حضور نے کرتہ نکال کر مرحمت فرمادیا اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ خانگی اخراجات کے بارہ میں ہے کہ نہ ان میں بہت بخل کیا جائے نہ بہت وسعت اختیار کی جائے میانہ روی اختیار کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی متعدد روایات میں یہ مضمون ذکر کیا گیا کہ جو شخص میانہ روی اختیار کرے وہ فقیر نہیں ہوتا۔ اور آیت شریفہ کے ختم پر اس احمقانہ خیال کی تردید فرمائی کہ سب کے سب مالی حیثیت سے برابری کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ صرف اللہ جل شانہ کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ وہ جس پر چاہے فراخی فرمائے جس پر چاہے تنگی کرے وہی بندوں کے احوال پر واقف ہے وہی انکی مصالح کو خوب جانتا ہے۔ حضرت حسن رضی فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ بندوں کے احوال سے باخبر ہیں جس کیلئے ثروت بہتر سمجھتے ہیں۔ اس کو ثروت عطا فرماتے ہیں اور جس کے لئے تنگی مفید سمجھتے ہیں اس پر تنگی فرماتے ہیں دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (شوریٰ ع ۳) اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے لئے روزی میں وسعت کردیتا تو وہ دنیا میں

شرارت (اور فساد) کرنے لگتے لیکن حق تعالیٰ شانہ (جس کیلئے) جتنا رزق مناسب سمجھتا ہے اتارتا ہے وہ اپنے بندوں (کی مصالح) سے باخبر اور ان کے احوال کو دیکھنے والا ہے اس آیت شریفہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ سب پر وسعت کا ہونا دنیا میں سرکشی اور فساد کا سبب ہو اور قرین قیاس اور تجربہ کی بات بھی ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے سب ہی کو مالدار بنا دیں تو پھر دنیا کا نظام چلنا ناممکن ہو جائے کہ سب تو آقا بن جائیں مزدوری کون کسے ابن زید کہتے ہیں کہ عرب میں جس سال پیداوار کی کثرت ہوتی ایک دوسرے کو قید کرنا اور قتل کرنا شروع کر دیتے اور جب قحط پڑ جاتا تو اس کو چھوڑ دیتے (درمنثور) حضرت علیؓ اور متعدد حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل کیا گیا کہ اصحاب صفہ نے دنیا کی تمنا کی تھی جس پر آیت شریفہ ولو بسط اللہ الرزق نازل ہوئی حضرت قتادہ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بہترین رزق وہ ہے جو نہ تجھ میں سرکشی پیدا کرے نہ اپنے اندر تجھے مشغول کرے۔ ہمیں یہ بتایا گیا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ دنیا کی چمک دمک ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا خیر (مال) بھی برائی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس پر یہ آیت شریفہ ولو بسط اللہ الرزق نازل ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی میں اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ میرے ساتھ لڑائی کے لئے مقابلہ میں آتا ہے میں اپنے دوستوں کی حمایت میں ایسا غصہ میں آتا ہوں جیسا کہ غضبناک شیر اور کوئی بندہ میرے ساتھ تقرب ان چیزوں سے زیادہ کسی چیز سے حاصل نہیں کر سکتا جو میں نے ان پر فرض کی ہیں (یعنی حق تعالیٰ شانہ نے جو چیزیں فرض کر دیں ان کی بجا آوری سے جتنا تقرب حاصل ہوتا ہے کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا اس کے بعد دوسرے درجہ میں نوافل کے ذریعہ سے تقرب حاصل ہوتا ہے) اور نوافل کے ذریعہ سے بندہ میرے ساتھ قرب حاصل کرتا رہتا ہے (اور جتنا نوافل میں اضافہ ہوتا رہے گا اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا رہے گا) یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کی آنکھ کان،

اس کا مددگار بن جاتا ہوں اگر وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو قبول کرتا ہوں اور مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو اس کا سوال پورا کرتا ہوں اور مجھے کسی چیز میں جس کے کرنے کا میں ارادہ کرتا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے مومن بندہ کی روح قبض کرنے میں تردد ہوتا ہے کہ وہ (کسی وجہ سے) موت کو پسند نہیں کرتا اور میں اس کا جی برا کرنا نہیں چاہتا لیکن موت ضروری چیز ہے میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ وہ کسی خاص نوع کی عبادت کے خواہشمند ہوتے ہیں لیکن میں اس لئے وہ نوع عبادت کی انکو میسر نہیں کرتا کہ اس سے ان میں عجب پیدا نہ ہو جائے میرے بعض بندے ایسے ہیں جنکے ایمان کو انکی تندرستی ہی درست رکھ سکتی ہے اگر میں ان کو بیمار کر دوں تو انکی حالت خراب ہو جائے اور بعض بندے ایسے ہیں جن کے ایمان کو ان کی بیماری ہی درست رکھ سکتی ہے اگر میں ان کو تندرستی دے دوں تو وہ بگڑ جائیں۔ میں اپنے بندوں کے حال کے موافق عملدرآمد کرتا ہوں اس لئے کہ میں انکے دلوں کے احوال سے واقف ہوں اور باخبر ہوں (در منثور) یہ حدیث شریف بڑی قابل غور ہے اسکا تعلق تکوینی امور سے ہے اسکا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی غریب ہے تو اسکی امداد کی ہی ضرورت نہیں کوئی بیمار ہے تو اسکے علاج کی ضرورت نہیں اگر یہ ہوتا تو پھر صدقات کی سب روایات اور آیات بے محل ہو جاتیں دوا کرنیکا حکم جن روایات میں ہے وہ بے محل ہو تیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تکوینی طور پر یہ سلسلہ تو اسی طرح رہیگا۔ کوئی ماہر ڈاکٹر یا محکمہ حفظان صحت یہ چاہے کہ کوئی بیمار نہ ہو۔ ناممکن۔ کوئی حکومت یہ کوشش کرے کہ کوئی غریب نہ رہے کبھی نہیں ہو سکتا البتہ ہم لوگ اپنی وسعت کے موافق انکی اعانت کے ہمدردی کے علاج کے امداد کے مامور ہیں اور جتنی کوئی شخص اس میں کوشش کرے گا اس کا اجر اس کا ثواب اس کا دین اور دنیا میں اس کا بدلہ ملے گا لیکن اپنی سعی کے باوجود کوئی بیمار اچھا نہیں ہوتا اپنی کوشش کے باوجود کسی کی مالی حالت درست نہیں ہوتی تو اس کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی میں میرے لئے خیر ہے اس سے پریشان اور گھبرانا نہیں چاہیئے اور چونکہ غیب کی خبر نہیں اور تکوینی چیزوں پر عمل کے ہم مامور نہیں اس لئے اپنی کوشش علاج اور اعانت ہمدردی کی

اور مددکی زیادہ سے زیادہ رکھنی چاہیئے۔ واللہ الموفق لما یحب ویرضیٰ۔

(۸) وابتغ فیما آتٰک اللّٰہ الدار الاٰخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا و احسن کما احسن اللّٰہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللّٰہ لا یحب المفسدین۔ (قصص ع ۸)

اور تجھے جو کچھ اللہ جل شانہ نے دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لیجانا) فراموش نہ کر جس طرح اللہ جل شانہ نے تیرے ساتھ احسان کیا تو بھی (اور بندوں پر) احسان کر (اور خدا کی نافرمانی اور حقوق کو ضائع کرکے) دنیا میں فساد نہ کر بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ف:- یہ قرآن پاک میں مسلمانوں کی طرف سے قارون کو نصیحت کا بیان ہے اس کا پورا قصہ زکوٰۃ ادا نہ کرنیکے بیان میں پانچویں فصل کی آیات کے سلسلہ میں ۲۲ پر آرہا ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ آخرت کی جستجو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کر اللہ جل شانہ کا تقرب حاصل کر اور صلہ رحمی کر حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دنیا سے اپنا حصہ مت بھول کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرنا نہ چھوڑ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یہ دنیا سے اپنا حصہ ہے جس کا ثواب آخرت میں ملتا ہے حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بقدر ضرورت اپنے لئے روک کر باقی زائد کا خرچ کر دینا اور آگے چلتا کر دینا یہ دنیا میں سے اپنا حصہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک سال کا خرچ روک کر باقی کا صدقہ کردے (درمنثور) آدمی کا اپنی دنیا میں سے اپنی آخرت کا حصہ بھلا دینا اپنے نفس پر انتہائی ظلم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آدمی ایسی حالت میں اللہ جل شانہ کے سامنے لایا جائے گا جیسا کہ (ضعف اور ذلت کے اعتبار سے) بھیڑ کا بچہ ہو وہ حق تعالیٰ شانہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ وہاں سے مطالبہ ہوگا کہ میں نے تجھے مال دیا دولت عطا کی تجھ پر بڑے بڑے احسانات کئے تو نے میرے ان انعامات میں کیا کارگذاری کی؟ وہ عرض کرے گا یا اللہ میں نے مال خوب جمع کیا

اسکو خوب بڑھایا اور جتنا مال تھا اس سے بہت زیادہ اس کو کر کے دنیا میں چھوڑ آیا آپ مجھے دنیا میں واپس کر دیں تو میں وہ سب کچھ اپنے ساتھ لے آؤں۔ ارشاد ہوگا وہ دکھاؤ۔ جسکو ذخیرہ بنا کر آگے بھیج رکھا ہو وہ پھر بھی یہی عرض کرے گا کہ یا اللہ میں نے اسکو بہت ہی جمع کیا اور بڑھایا اور جتنا تھا اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا مجھے آپ واپس بھیجدیں میں وہ سارا ہی ساتھ لے آؤں بالآخر جب اسکے پاس ذخیرہ ایسا نہ ہوگا جس کو آگے بھیج رکھا ہو تو اس کو جہنم میں ڈال دیا جائیگا (مشکوٰۃ) یہ اللہ جل شانہ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بڑے غور اور بہت اہتمام سے عمل کرنے کی چیزیں ہیں سرسری پڑھ کر چھوڑ دینے کے واسطے نہیں ہیں دنیا کی زندگی کو جو بالکل خواب کی مثال ہے بہت اہتمام سے آخرت کی تیاری کے لئے غنیمت سمجھو اور جو کمایا جا سکے کما لو حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے۔

(۹) ھٰاَنتم ھٰؤلآء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللّٰہ ج فمنکم من یبخل ج ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہٖ ط واللّٰہ الغنی وانتم الفقرآء ج وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم ہ (محمد ع ۴)

تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں (تھوڑا سا) خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے سو اس پر بھی تم میں سے بعضے آدمی بخل کرنے لگتے ہیں (اگر زیادہ مانگا جاتا تو کیا کرتے) اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ خود اپنے ہی سے بخل کرتا ہے (اس لئے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنیکا نفع اسی کو ملتا) اللہ تعالیٰ تو غنی ہے (اسکو تمہارے مال کی پرواہ نہیں) اور تم محتاج ہو (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اسی لئے تمہیں صدقے کا حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا نفع تمہیں کو پہونچتا ہے) اور اگر تم (اللہ تعالیٰ کے احکام سے) روگردانی کروگے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا

کردے گا اور پھر وہ تم جیسے (روگردانی کرنے
والے) نہ ہوں گے (بلکہ نہایت فرمانبردار
ہوں گے)

ف:۔ یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ جل شانہ کی کوئی غرض ہماری خیرات اور صدقات کی ساتھ وابستہ نہیں ہے اس نے جس قدر زیادہ ترغیبیں اپنے پاک کلام اور اپنے پاک رسول کے ذریعہ سے فرمائی ہیں وہ ہمارے ہی نفع کے واسطے ہیں چنانچہ پہلی فصل میں بہت سے دینی اور دنیوی فوائد صدقے کے گذر چکے ہیں اور جب ایک حاکم مالک خالق کسی شخص کو ایسے کام کا حکم کرے جس سے حکم کرنیوالے کا کوئی نفع نہ ہو بلکہ جس کو حکم دیا ہے اسی کا نفع ہو اور پھر بھی وہ حکم عدولی کرے تو یقیناً اس کا جتنا خمیازہ بھی بھگتے وہ ظاہر ہے ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ بہت سے لوگوں کو نعمتیں اس لئے دیتا ہے کہ لوگوں کو نفع پہونچائیں جب تک وہ لوگ ایسا کرتے ہیں وہ نعمتیں انکے پاس رہتی ہیں جب وہ اس سے روگردانی کرنے لگتے ہیں وہ نعمتیں ان سے چھین کر حق تعالیٰ شانہ دوسروں کی طرف منتقل کردیتے ہیں (کنز) اور یہ نعمتیں مال ہی کے ساتھ مخصوص نہیں عزت وجاہت اثر وغیرہ سب ہی چیزیں اس میں داخل ہیں اور سب کا یہی حال ہے بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ اگر تم روگردانی کروگے تو اللہ جل شانہ دوسری قوم پیدا کردے گا تو بعض صحابہؓ نے پوچھا حضورؐ یہ لوگ کن میں سے ہونگے جو ہماری روگردانی کی صورت میں ہمارے بدل ہونگے تو حضور نے حضرتِ سلمان فارسی رضؓ کے مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ اور انکی قوم۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر دین ثریّا (جو چند ستاروں کے مجموعہ کا نام ہے) پر ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ وہیں سے دین کو کھینچتے متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے (درمنثور) یعنی حق تعالیٰ شانہ نے انکو دین کی اتنی پرواز عطا فرمائی ہے کہ دین اور علم کو اگر وہ ثریا پر ہوتا وہاں سے بھی حاصل کرتے۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت ترمذی شریف سے نقل کی ہے۔ اور اسی طرح ایک اور روایت میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا کہ

حضور کے سامنے عجمی لوگوں کا ذکر کیا گیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان پر یا ان میں سے بعض پر تم سے یا تم میں سے بعض سے زیادہ اعتماد ہے (مشکوٰۃ) اور یہ ظاہر ہے کہ عجم میں بعض بعض اکابر ایسے اونچے درجے اور حالات کے پیدا ہوئے ہیں کہ صحابی ہونے کی فضیلت کو چھوڑ کر دوسرے اعتبارات سے ان کے کمالات بہت اونچے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے بہت سے فضائل حدیث میں آئے ہیں اور آنے بھی چاہئیں کہ دین حق کی تلاش میں انہوں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں بہت سے ملکوں کی خاک چھانی ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی ڈھائی سو سال میں تو کسی محدث کا اختلاف ہی نہیں ہے بعض نے ساڑھے تین سو سال بتائی ہے اور بعض نے اس سے بھی زیادہ حتیٰ کہ بعض نے کہا ہے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پایا اور حضور کے اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں چھ سو سال کا فرق ہے۔ ان کو پہلی کتابوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں کے مبعوث ہونے کی خبر معلوم ہوئی یہ حضورؐ کی تلاش میں نکل پڑے اور راہبوں سے اور اس زمانے کے عالموں سے تحقیق کرتے رہے اور وہ لوگ حضورؐ کے عنقریب پیدا ہونے کی بشارت اور حضورؐ کی علامات بتلاتے رہے یہ فارس کے شہزادوں میں تھے اسی تلاش میں ملک در ملک تلاش کرتے پھرتے تھے۔ کسی نے ان کو قید کر کے اپنا غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ پھر یہ اسی طرح بکتے رہے۔

خود فرماتے ہیں بخاری شریف میں روایت ہے کہ مجھے دس آقاؤں سے زیادہ نے خریدا اور فروخت کیا آخر میں مدینہ منورہ کے ایک یہودی نے ان کو خریدا اس وقت حضور ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے ان کو اس کی خبر ہوئی یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو علامات انکو بتائی گئی تھیں ان علامات کو جانچا اور امتحان کیا اس کے بعد مسلمان ہوئے اور اپنے یہودی آقا سے فدیہ دیکر (جس کو مکاتب بننا کہتے ہیں) آزاد ہوئے)

ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ چار آدمیوں کو محبوب رکھتے ہیں جن میں سلمان بھی ہیں (اصابہ) اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور کسی سے محبت نہیں بلکہ یہ ہے کہ یہ چار محبوبوں میں ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے سات نجبا بنائے ہیں (یعنی مخصوص جماعت برگزیدہ لوگوں کی جو اس نبی کے کام کی ظاہری اور باطنی نگرانی کرنیوالے اور مدد کرنے والے ہوں) لیکن میرے لئے حق تعالیٰ شانہ نے چودہ نجبار مقرر فرمائے ہیں کسی نے عرض کیا وہ کون ہیں آپ نے فرمایا میں یعنی حضرت علیؓ اور میرے دونوں بیٹے (حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ) اور جعفر اور حمزہ ابوبکر۔ عمر مصعب بن عمیر بلال سلمان عمار عبداللہ بن مسعود ابوذر غفاری مقداد (مشکوٰۃ) حالات کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین کے کسی اہم امر میں ان حضرات کی خصوصیات ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ جب سورۂ جمعہ کی آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں حضور نے سکوت فرمایا صحابہؓ نے مکرر دریافت کیا حتی کہ تین دفعہ سوال کیا تو حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے اوپر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو ان میں سے بعض آدمی وہاں سے بھی لے آتے ایک اور حدیث ہے کہ اگر علم ثریا پر ہوتا تو دوسری میں ہے کہ اگر دین ثریا پر ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ وہاں سے بھی لے آتے (فتح الباری) علامہ سیوطی جو خود محققین شافعیہ میں ہیں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں پیشین گوئی کے طور پر ایسی صحیح چیز ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے (مقدمہ اوجز)

(۱۰) مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۚ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ الَّذِيْنَ	کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ (سب ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) ان جانوں کے پیدا ہونے سے پہلے سے لکھی ہوئی ہے اور یہ بات (کہ وقوع سے اتنا پہلے لکھدینا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک

یبخلون ویامرون النّاس بالبخل ؕ ومن یتول فان اللّٰہ ھو الغنی الحمید ۝ (حدید ع ۳)

آسان کام ہے (اور یہ اس لئے متبلا دیا) تاکہ جو چیز (عافیت مال یا اولاد وغیرہ) تم سے جاتی رہے اس پر زیادہ رنج نہ کرو اور جو تم کو ملے اس پر اتراؤ نہیں (اس لئے کہ اترائے وہ جس کو اپنے استحقاق سے ملے اور جو دوسرے کے حکم سے ایک چیز ملے اس پر کیا اترانا) اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا (بالخصوص) جو لوگ ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور جو (اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے یا دینی کاموں سے) اعراض کریگا تو اللہ تعالیٰ (کا کیا نقصان کرے گا وہ تو) بے نیاز ہے حمد کے لائق ہے۔

ف: مصائب پر رنج تو طبعی چیز ہے مقصد یہ ہے کہ اتنا زیادہ رنج نہ ہو کہ دین اور دنیا کے سب ہی کاموں سے روک دے اور یہ بھی طبعی بات ہے کہ جب کسی بات کے متعلق یہ پختہ یقین پہلے سے ہو جائے کہ فلاں بات ہو کر رہے گی کسی سعی اور کوشش سے وہ ملتوی نہیں ہو سکتی تو پھر اس پر رنج وغم ہلکا ہو جایا کرتا ہے برخلاف اسکے کوئی بات خلاف توقع پیش آئے تو اسپر رنج زیادہ ہوا کرتا ہے اس لئے اس آیت شریفہ میں اسپر متنبہ کر دیا کہ موت حیات رنج وخوشی راحت آفت یہ سب چیزیں ہم نے پہلے سے طے کر رکھی ہیں وہ اسی طرح ہو کر رہیں گی پھر اسمیں اترانے یا غم سے ہلاکت کے قریب ہو جانے کی کیا بات ہے آیت شریفہ میں دو لفظ وارد ہوئے ہیں مختال فخور جس کا ترجمہ اترانے والے شیخی باز کیا ہے اترانا اپنے آپ ہوتا ہے یعنی دوسرے کے بغیر بھی ہوتا ہے اور شیخی دوسرے کے سامنے اور دوسرے کے مقابلے میں

ہوا کرتی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اختیال تو ایسی چیزوں پر اترانا ہوتا ہے جو آدمی کے اندرونی کمال ہوں اور فخر ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو خارجی ہوں جیسا مال جاہ وغیرہ (بیان القرآن) حضرت قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو موٹے کپڑے پہنے دیکھا میں نے عرض کیا کہ میں خراسان کے بنے ہوئے نرم کپڑے یہ لایا ہوں اگر آپ ان کو پہن لیں تو آپ کے بدن پر یہ کپڑے دیکھ کر میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچے گی انھوں نے فرمایا مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ کپڑے پہن کر کہیں میں مختال فخور نہ بن جاؤں (در منثور) یعنی ان کے پہننے سے کہیں مجھ میں عجب اور تفاخر پیدا نہ ہونے لگے۔

(۱۱) هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ (منافقون ع ۲)

یہی (منافقین) وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہیں ان پر خرچ کچھ نہ کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی (خرچ نہ ملنے کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے) منتشر ہو جائیں گے اور (بیوقوف یہ نہیں جانتے کہ) اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں سب خزانے آسمانوں کے اور زمینوں کے لیکن یہ منافق (احمق ہیں) سمجھتے نہیں ہیں۔

ف: متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کی ذریات نے یہ کہا کہ یہ لوگ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان کی اعانت کرنا چھوڑ دی جائے یہ بھوک سے پریشان ہو کر خود بخود منتشر ہو جائیں گے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور بالکل حق ہے روزمرہ کا مشاہدہ ہے سینکڑوں مرتبہ اس کا تجربہ ہوا کہ جب بھی کسی دینی کام کرنے والوں کے متعلق عناد اور بدباطنیت سے لوگوں نے یا کسی خاص فرد نے اعانت روکی اللہ جل شانہ نے اپنے لطف و کرم سے دوسرا دروازہ کھول دیا یہ ہر شخص کو یقین کے ساتھ سمجھ لینا چاہیے کہ روزی اللہ جل شانہ نے اپنے اور صرف اپنے ہی قبضہ میں رکھی ہے وہ کسی کے باپ کے بند کرنے سے بھی بند

نہیں ہوتی البتہ بند کرنے والے دین کی اعانت سے روک کر آخرت میں اللہ جل جلالہ کے یہاں جواب دینے کے لئے تیار ہو جائیں جہاں نہ جھوٹ چل سکتا ہے کہ ہماری یہ غرض تھی اور وہ غرض تھی نہ کوئی بیرسٹر یا وکیل کام دے سکتا ہے خرضی حیلے تراش کرکے اللہ کے اور دین کے کاموں سے پہلوتہی کرنے سے بجز اس کے کہ اپنی ہی عاقبت خراب کی جائے اور کوئی فائدہ نہیں ذاتی عناد اور دنیوی اغراض فاسدہ کی وجہ سے کسی دینی کام میں روڑے اٹکانا یا کسی دین کا کام کرنے والے کی اعانت سے ہاتھ روکنا یا دوسروں کو روکنا اپنا ہی نقصان کرنا ہے کسی دوسرے کا نقصان نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی مدد سے ایسے وقت پہلوتہی کرے جبکہ اس کی آبرو گرائی جا رہی ہو اُس کا احترام توڑا جا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہ اس شخص کی مدد کرنے سے ایسے وقت میں بے التفاتی فرماتے ہیں جبکہ یہ کسی مدد کرنے والے کی مدد کا خواہشمند ہو (مشکوٰۃ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اُمت کے لئے شاہراہ ہے ہر چیز میں اس کی کوشش ہر اُمتی کا فرض ہے کہ حضور کا طریقہ کیا تھا اور اس راہ پر چلنے کی حتی الوسع کوشش کرنا چاہیے حضور کا معمول تھا کہ دشمنوں کی اعانت سے بھی دریغ نہ تھا سینکڑوں واقعات کتب احادیث و تاریخ میں اس پر شاہد ہیں خود یہی عبد اللہ بن ابی منافقوں کا سردار جس قدر تکالیف اور اذیتیں پہونچا سکتا تھا اس نے کبھی دریغ نہیں کیا اسی شخص کا مقولہ اسی سفر کا جس میں آیت بالا نازل ہوئی یہ ہے کہ جب ہم لوگ مدینہ واپس پہونچ جائیں گے تو عزت دار لوگ یعنی ہم لوگ ان ذلیلوں کو (یعنی مسلمانوں کو) مدینہ سے نکال دیں گے لیکن ان سب حالات کے باوجود اسی سفر سے واپسی کے چند روز بعد یہ بیمار ہوا تو اپنے بیٹے سے جو بہت بڑے پکے مسلمان تھے کہا کہ تم جاکر حضور کو میرے پاس بلا لاؤ تمہارے بلانے سے وہ ضرور آجائیں گے۔ یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باپ کی درخواست نقل کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت جوتے پہن کر ساتھ ہو لئے جب حضور کو اس نے دیکھا تو رونے لگا حضور نے فرمایا اے اللہ کے دشمن کیا گھبرا گیا اس نے کہا کہ میں نے اس وقت آپ کو تنبیہ کے واسطے نہیں بلایا بلکہ اس واسطے بلایا کہ اس وقت مجھ پر رحم کریں

یہ کلمہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ارشاد فرمایا کیا چاہتے ہو اس نے عرض کیا کہ میری موت کا وقت قریب ہے جب میں مر جاؤں تو میرے غسل دینے میں آپ موجود ہوں اور اپنے ملبوس میں مجھے کفن دیں اور میرے جنازے کے ساتھ قبر تک جائیں اور میری نماز جنازہ پڑھیں حضور نے ساری درخواستیں اسکی قبول فرمائیں جس پر آیت شریفہ ولا تصل علے احد منھم (پارہ ۱۰ ع) نازل ہوئی (درمنثور) جس میں حق تعالیٰ شانہ نے منافقین کے جنازہ کی نماز پڑھانے کی ممانعت فرمائی یہ تھا حضور کا برتاؤ اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ اور یہ کرم تھا ان کمینوں کے ساتھ جو کسی وقت بھی سب و شتم اور عیب تراشی میں کمی نہ کرتے تھے کیا ہم لوگ بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاملہ کر سکتے ہیں کہ اس جانی دشمن کی تکلیف کو دیکھ کر رحمۃ للعالمین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور جتنی فرمائشیں اس نے اپنے کفر کے باوجود کیں حضور نے اپنے کرم سے سب پوری کیں اپنا کرتہ مبارک اُتار کر اس کو کفن کے لئے مرحمت فرمایا اور بقیہ سب درخواستیں بھی پوری کیں گو کفر کی وجہ سے اس کو کار آمد نہ ہو سکیں بلکہ آئندہ کے لئے حق تعالےٰ شانہ کی طرف سے اس انتہائی کرم کی ممانعت اُتر آئی۔

(۱۲) اِنَّا بَلَوْنٰھُمْ کَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ ج اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّھَا مُصْبِحِیْنَ ۙ وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ ہ فَطَافَ عَلَیْھَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّکَ وَھُمْ نَآئِمُوْنَ ہ فَاَصْبَحَتْ کَالصَّرِیْمِ ۙ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِیْنَ ۙ اَنِ اغْدُوْا ... اِنْ کُنْتُمْ صٰرِمِیْنَ ہ ... وَھُمْ یَتَخَافَتُوْنَ ہ	ہم نے (ان مکہ والوں کو سامان عیش دیکر) ان کی آزمائش کر رکھی ہے (کہ یہ ان نعمتوں میں کیا عمل کرتے ہیں) جیسا کہ (ان سے پہلے) ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جبکہ ان باغ والوں نے آپس میں قسم کھائی اور عہد کیا کہ اس باغ کا پھل ضرور صبح کو جاکر توڑ لیں گے اور (ان کو ایسا پختہ یقین تھا کہ) انشاء اللہ بھی نہ کہا بس اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک عذاب پھر گیا (جو ایک آگ تھی یا لُو) اور وہ لوگ سو رہے تھے

أَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْا إِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ عَسٰى رَبُّنَآ أَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

(قلم ع۱)

پس صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسا کٹا ہوا کھیت (کہ خالی زمین رہ جاتی ہے اور بعض جگہ اس کو کاٹ کر اس جگہ آگ بھی لگا دی جاتی ہے) پس صبح کو سویرے وہ باغ والے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل توڑنا ہے تو سویرے چلو پس چلتے ہوئے آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جا رہے تھے کہ آج کوئی محتاج تم تک نہ آنے پائے وہ اپنے خیال میں اس کے روک لینے پر اپنے آپ کو قادر سمجھ کر چلے (کہ سب کچھ خود ہی لے آئیں گے) جب وہاں پہونچکر اس کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے (کہیں اور پہونچ گئے یہ تو وہ باغ نہیں ہے لیکن جب قرائن سے معلوم ہوا کہ یہ وہی جگہ ہے تو کہنے لگے) کہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی ان میں جو ایک آدمی (کسی قدر) نیک تھا (لیکن عمل میں ان کا شریک حال تھا) کہنے لگا کہ میں نے تم سے کہا نہ تھا (کہ ایسی بدنیتی نہ کرو غریبوں کے دینے سے برکت ہوتی ہے اب) اللہ کی پاکی کیوں نہیں بیان کرتے (یعنی توبہ استغفار کرو) وہ باغ والے کہنے لگے ہمارا پروردگار پاک ہے بیشک ہم قصوروار ہیں پھر ایک دوسرے کو الزام دینے لگے (جیسا کہ عام طور سے عادت ہے کہ جب کوئی کام بگڑ جاتا ہے تو ہر ایک دوسرے کو قصوروار بنایا کرتا ہے)

پھر سب کے سب کہنے لگے کہ بیشک ہم سب
ہی حد سے تجاوز کرنے والے تھے (کسی ایک
پر الزام نہیں ہے سب کی یہی صلاح تھی سب
ملکر توبہ کرو اس کی برکت سے) شاید ہمارا پروردگار
ہم کو اس سے اچھا باغ دیدے اب ہم توبہ کرتے
ہیں اس کے بعد اللہ جل جلالہ تنبیہ کے طور پر
فرماتے ہیں کہ اسی طرح (دنیا کا) عذاب ہوا
کرتا ہے (کہ ہم بدنیتی سے چیز ہی کو فنا کر دیتے
ہیں) اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھکر
ہے کیا اچھا ہوتا کہ یہ لوگ اس بات کو جان لیتے
(کہ غریبوں سے بخل کا نتیجہ اچھا نہیں)

ف - یہ بڑی عبرت کا قصہ ہے جو ان آیات میں ذکر فرمایا ہے جو لوگ غربا مساکین اہل ضرورت کو نہ دینے کے عہد پیمان کرتے ہیں قسمیں کھا کھا کر وعدے کرتے ہیں کہ ان ضرورتمندوں کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا جائیگا ایک وقت کی روٹی بھی نہ دیجائے گی۔ یہ نالائق ہرگز اعانت کے مستحق نہیں ان کو دینا بیکار ہے وہ اپنے سارے مال سے یوں بیک وقت ہاتھ دھو لیتے ہیں اور جو نیک دل اس طرز کو پسند نہیں کرتے لیکن عملاً لحاظ ملاحظہ میں ان کے شریک حال ہو جاتے ہیں وہ بھی عذاب کی بلا سے نجات نہیں پاتے حضرت عبداللہ بن عباس رض فرماتے ہیں کہ ان آیات میں جو واقعہ گذرا ہے وہ حبشہ کے رہنے والے آدمیوں کا ہے انکے باپ کا ایک بہت بڑا باغ تھا وہ اس میں سے مانگنے والوں کو بھی دیا کرتا تھا جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کی اولاد کہنے لگی کہ ابا جان تو بے وقوف تھے سب کچھ ان لوگوں پر بانٹ دیتے تھے پھر قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ ہم صبح ہی سارا باغ کاٹ لائیں گے اور کسی فقیر کو اس میں سے کچھ نہیں دینگے حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس باغ کے مالک بڑے میاں کا دستور یہ تھا کہ اس کی پیداوار میں سے اپنا ایک سال

کا خرچ رکھ کر باقی سب کا سب اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتے تھے ان کی اولاد ان کو اس طرز سے روکتی رہتی تھی مگر وہ مانتے نہ تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی اولاد نے یہ کوشش کی جو اوپر ذکر کی گئی کہ سارا کا سارا روک لیں اور کسی غریب کو کچھ نہ دیں سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ یہ باغ یمن میں تھا اس جگہ کا نام ضروان تھا جو (یمن کے مشہور شہر) صنعاء سے چھ میل تھا ابن جریج کہتے ہیں کہ وہ عذاب جو اس باغ پر مسلط ہوا جہنم کی گھاٹی سے ایک آگ نکلی جو اس پر پھر گئی مجاہد کہتے ہیں کہ یہ باغ انگور کا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے رہا کرو۔ آدمی بعض گناہ ایسے کرتا ہے کہ اس کی نحوست سے علم کا ایک حصہ بھول جاتا ہے (یعنی حافظہ خراب ہو جاتا ہے اور پڑھا ہوا بھول جاتا ہے) اور بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جنکی وجہ سے تہجد کو آنکھ نہیں کھلتی اور بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جنکی وجہ سے اسکی آمدنی جو بالکل اسکے لئے آنیکو تیار ہوتی ہے جاتی رہتی ہے اُسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔ فطاف علیھا طائف من ربک الآیہ اور فرمایا کہ یہ لوگ گناہ کیوجہ سے اپنے باغ کی پیداوار سے محروم ہوگئے (درمنثور) خود حق سبحانہٗ وتقدس کا قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۚ (شوریٰ ع ۴) اور جو مصیبت تم کو پہونچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کی بدولت پہونچتی ہے۔ اور (ہر گناہ پر نہیں پہونچتی بلکہ) بہت سے گناہ تو حق تعالیٰ شانہٗ معاف فرما دیتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر تمھیں بتاؤں اے علی جو کچھ بھی تمھیں پہونچے مرض ہو یا کسی قسم کا عذاب یا دنیا کی اور کوئی مصیبت ہو وہ اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے۔ اس مضمون کو بندہ اپنے رسالہ اعتدال میں تفصیل سے لکھ چکا ہے وہاں دیکھا جائے۔

(۱۳) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ وَلَمْ اَدْرِ مَا	اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا وہ (نہایت ہی حسرت سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامہ اعمال ہی

حِسَابِيَهْ ۚ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۙ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ۙ

(الحاقة ع ۱)

ملتا اور مجھ کو خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی سب قصہ ختم کر دیتی۔ (قیامت ہی نہ آتی جو حساب کتاب ہوتا) میرا مال بھی میرے کام کچھ نہ آیا میری جاہ (آبرو) بھی جاتی رہی (اس کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا) اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو پھر جہنم میں اس کو داخل کر دو پھر ایک ستر گز لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو اس لئے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا (اور خود تو کیا کھلاتا) دوسرے آدمیوں کو بھی غریب کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا پس نہ تو آج اس کا کوئی یہاں دوست ہے اور نہ اس کے لئے کوئی چیز کھانے کو ہے بجز غسلین کے جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے اور کوئی نہ کھائے گا۔

ف: غسلین کا مشہور ترجمہ دھوون کا ہے یعنی زخموں وغیرہ کے دھونے سے جو پانی جمع ہو جائے وہ غسلین کہلاتا ہے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ زخموں کے اندر سے جو لہو پیپ وغیرہ نکلتی ہے وہ غسلین ہے حضرت ابو سعید خدریؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ غسلین کا ایک ڈول اگر دنیا میں ڈال دیا جائے تو اس کی بدبو سے ساری دنیا سڑ جائے۔ نوف شامی سے نقل کیا گیا کہ وہ زنجیر جو ستر گز لمبی ہے اس کا ہر گز ستر باع ہے اور ہر باع اتنا لمبا ہے کہ مکہ مکرمہ سے کوفہ تک پہونچے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اور دوسرے مفسرین سے نقل کیا گیا کہ یہ زنجیر پاخانہ کی جگہ سے داخل کر کے ناک میں کو نکالی جائے گی اور پھر اس پر لپیٹ دی جائے گی جس سے وہ بالکل جکڑا جائے گا (درمنثور) اس آیت شریفہ میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینے پر بھی عتاب

ہے اس لئے آپس میں اپنے عزیزوں کو اپنے احباب کو ملنے والوں کو غربا برادری پر بلکہ ان کو کھلانے پلانے پر خاص طور سے ترغیب دیتے رہنا چاہئیے کہ دوسروں کو ترغیب دینے سے اپنے اندر سے بھی بخل کا مادہ کم ہوگا۔

(۱۴) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ (الھمزۃ)

بڑی خرابی ہے ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو، منہ در منہ طعنہ دینے والا ہو جو مال جمع کر کے رکھتا ہے اور (غایت محبت سے) اس کو بار بار گنتا ہے وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا ہرگز نہیں (یہ مال ہمیشہ نہیں رہے گا) خدا کی قسم یہ شخص ایسی آگ میں ڈال دیا جائے گا کہ اس میں جو چیز پڑ جائے وہ آگ اس کو توڑ پھوڑ کر ڈالدے۔ آپکو خبر بھی ہے وہ کیسی توڑ دینے والی آگ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی آگ ہے جو دلوں تک پہنچ جائیگی (یعنی دنیا کی آگ تو جہاں بدن میں لگی آدمی مر گیا اور وہاں چونکہ موت نہیں ہے اس لئے بدن میں لگتے ہی دل تک پہونچ جائے گی اور دل کی ذرا سی تھیس بھی آدمی کو بہت محسوس ہوتی ہے) اور وہ آگ ان لوگوں پر بند کر دی جائیگی اس طرح پر کہ وہ لوگ لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔

ف: ہمزہ لمزہ کی تفسیر میں مختلف اقوال علما کے ہیں ایک تفسیر یہ بھی ہے جو اوپر نقل کی گئی حضرت ابن عباس اور مجاہد سے ہمزہ کی تفسیر طعن دینے والا۔ اور لمزہ کی تفسیر غیبت کرنے والا نقل کی گئی ہے ابن جریج کہتے ہیں کہ ہمزہ اشارہ سے ہوتا ہو آنکھ کے

منہ کے ہاتھ کے جس کے بھی اشارہ سے ہو اور لمزہ زبان سے ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے مردوں کی ایک جماعت دیکھی جن کے بدن قینچیوں سے کترے جارہے تھے میں نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زینت اختیار کرتے تھے (یعنی حرام کاری کیلئے بن سنور کر نکلتے تھے) پھر میں نے ایک کنواں دیکھا جس میں نہایت سخت بدبو آرہی تھی اور اس میں چلانے کی آوازیں آرہی تھیں میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو (حرام کاری کے لئے) بنتی سنورتی تھیں اور ناجائز کام کرتی تھیں پھر میں نے کچھ مرد اور عورتیں معلق دیکھیں جو پستانوں کے ذریعہ سے لٹک رہے تھے میں نے پوچھا یہ کون ہیں تو جبرئیل نے بتایا کہ طعن دینے والے چغل خوری کرنے والے ہیں (درمنثور) اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے ان چیزوں سے محفوظ رکھے بڑی سخت وعیدیں ہیں۔ اس سورت شریفہ میں بخل اور حرص کی خاص طور سے مذمت ارشاد فرمائی ہے۔ کہ بخل کی وجہ سے مال جمع کرکے رکھتا ہے اور حرص کی وجہ سے بار بار گنتا ہے کہ کہیں کم نہ ہو جائے اور اتنی محبت اس سے ہے کہ اس کے بار بار گننے میں بھی مزہ آتا ہے اور یہ بری عادت تکبر اور تعلی کا سبب بنتی ہے جس کی وجہ سے دوسروں کی عیب جوئی اور ان پر طعن و تشنیع پیدا ہوتا ہے اسی وجہ سے اس سورت کے شروع میں ان عیوب پر تنبیہ فرمانے کے بعد اس بری خصلت کی مذمت ذکر کی ہے اور ہر شخص اس خبط میں مبتلا ہے کہ مال کی افزائش اس کو آفات اور حوادث سے بچا سکتی ہے گویا مالدار کو موت آتی ہی نہیں۔ اس لئے اس پر تنبیہ فرمائی گئی ہے واقعات بھی کثرت سے اس کی تائید کرتے ہیں کہ جب کوئی آفت اور مصیبت مسلط ہوتی ہے یہ مال و متاع سب کھا رہ جاتا ہے بلکہ مال کی کثرت بسا اوقات خود آفات کو کھینچتی ہے کوئی زہر دینے کی فکر میں ہوتا ہے کوئی قتل کرنے کی اور لوٹ مار چوری ڈاکہ سیکڑوں آفات اس مال کی بدولت آدمی پر مسلط رہتی ہیں اور جب مال زیادہ ہو جاتا ہے پھر تو عزیز اقارب بیوی بیٹا سب ہی دل سے اس کی خواہش کرنے لگتے ہیں کہ بڈھا کہیں مرے تو یہ ہمارے ہاتھ آئے۔

(۱۵) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

(سورۂ ماعون)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے پس اس شخص کا حال یہ ہے کہ یتیم کو دھکے دیتا ہے اور غریب کو (خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی ان کے) کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا پس ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں کو بھلا بیٹھتے ہیں (یعنی نہیں پڑھتے اور اگر کبھی پڑھتے بھی ہیں تو) وہ لوگ دکھاوا کرتے ہیں اور ماعون کو روکتے ہیں (بالکل دیتے ہی نہیں)

ف: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یتیم کو دھکے دینا یہ ہے کہ اس کا حق روکتے ہیں قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے دھکے دینے سے اس پر ظلم کرنا مراد ہے اور یہ چیز قیامت کے دن کو غلط سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے جس کو آخرت کے دن کا یقین ہو گا۔ وہاں کی جزا اور سزا کا پورا وثوق ہو گا۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور اپنے مال کو جمع کر کے نہیں رکھے گا بلکہ خوب خرچ کرے گا اس لئے کہ جس کو اس کا کامل یقین ہو جائے کہ آج اگر میں اس تجارت میں دس روپیہ لگا دوں کل کو ضرور مجھے ایک ہزار جائز طریقہ سے ملیں گے وہ کبھی بھی اس میں تامل نہ کرے گا اور جن نمازیوں کا اس میں ذکر ہے ان کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ منافق لوگ مراد ہیں جو لوگوں کے سامنے تو دکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے ہیں اور جہاں کہیں اکیلے ہوں اس کو چھوڑ دیں حضرت سعد وغیرہ متعدد حضرات سے نقل کیا گیا کہ نماز کو چھوڑنے سے مراد تاخیر سے پڑھنا ہے کہ بے وقت پڑھتے ہیں۔ ماعون کی تفسیر میں علماء کے کئی قول ہیں۔ اس کی تفسیر بعض علمائے سے زکوٰۃ نقل کی گئی ہے۔ لیکن اکثر علمائے سے جو تفسیریں منقول ہیں ان کے موافق معمولی روزمرہ کے برتنے کی چیزیں ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے زمانہ میں ماعون کا مصداق یہ چیزیں قرار دیتے تھے۔ ڈول مانگا دیدینا

ہانڈی کلہاڑی ترازو اور اس قسم کی جو چیزیں ایک دوسرے کو مانگی دیدی جاتی ہیں کہ اپنا کام پورا کر کے واپس کردیں۔ حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ماعون سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر دیتے ہیں جیسا کہ کلہاڑی، دیگچی۔ ڈول وغیرہ۔ اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون کثرت سے ذکر کیا گیا۔

عکرمہؓ سے کسی نے ماعون کا مطلب پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کی جڑ تو زکوٰۃ ہے اور ادنیٰ درجہ چھلنی، ڈول، سوئی کا دینا ہے (درمنثور) اس سورت شریفہ میں کئی چیزوں پر تنبیہ کی گئی ہے منجملہ ان کے یتیموں کے بارے میں خاص تنبیہ ہے کہ ہلاکت کے اسباب میں سے یتیم کو دھکے دے کر نکال دینا بھی ہے۔ بہت سے لوگ یتیموں کے والی وارث بنکر ان کا مال اپنے تصرف میں لاتے ہیں اور جب وہ یا اس کی طرف سے کوئی مطالبہ کرے تو اس کو ڈانٹتے ہیں ان پر ہلاکت اور عذاب شدید ہیں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے یہی نوع اس سورۃ شریفہ کا شانِ نزول بتایا جاتا ہے قرآن پاک میں بہت کثرت سے یتیموں کے بارے میں تنبیہات اور آیات نازل ہوئی ہیں چند آیات کی طرف اشارہ کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ نے کس اہتمام سے اس پر تنبیہ بار بار فرمائی ہے (۱) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ۔ (بقرہ ع ۱۰) (۲) وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ (بقرہ ع ۲۲) (۳) قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى (بقرہ ع ۲۶) (۴) وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ (بقرہ ع ۲۷) (۵) وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ (نساء ع ۱) (۶) وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى (نساء ع ۱) (۷) وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى اِلٰى قَوْلِهٖ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا (نساء ع ۱) (۸) وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى الاٰیۃ (نساء ع ۱) (۹) اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا الاٰیۃ (نساء ع ۱) (۱۰) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى الاٰیۃ (نساء ع ۶) (۱۱) وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الاٰیۃ (نساء ع ۱۹) (۱۲) وَاَنْ تَقُوْمُوْا

بِالْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ (نساء ع ۱۹) (۱۳) وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (انعام ع ۱۹) (۱۴) بنی اسرائیل ع ۴ (۱۵) مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ الآیۃ (حشر ع ۱) (۱۶) وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا الآیۃ (دہر ع ۱) (۱۷) كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ الآیۃ (فجر ع ۱) (۱۸) اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ بلد ع ۱ (۱۹) اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا (والضحیٰ) (۲۰) فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (والضحیٰ) (۲۰)

یہ بیس آیات نمونہ کے طور پر ذکر کی گئی ہیں اور آیات کی سورۃ اور رکوع بھی لکھ دیے ہیں۔ اگر کسی ترجمہ قرآن شریف میں ان آیات کو نکالکر ترجمہ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ جلشانہٗ نے بار بار مختلف عنوانوں سے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ یتیموں کے بارے میں ان کی اصلاح انکی خیر خواہی ان کے مال میں احتیاط انکے ساتھ نرمی کا برتاؤ ان کی اصلاح اور فلاح کی کوشش حتیٰ کہ اگر کسی یتیم لڑکی سے نکاح کرے تو اُس کے مہر کو کم نہ کرنے پر بھی تنبیہ کی گئی کہ کسمپرسی کی وجہ سے اس کے مہر میں بھی کمی نہ کی جائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ میں اور وہ شخص جو کسی یتیم کی کفالت کرتا ہو جنت میں ایسے قریب ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔ اس ارشاد پر حضور نے اپنی دو انگلیاں شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے یہ دو قریب ہیں ملی ہوئی ہیں۔ ایسے ہی میں اور وہ شخص جنت میں قریب ہوں گے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے تھوڑی سی آگے نکلی ہوئی ہوتی ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میرا درجہ نبوت کی وجہ سے تھوڑا سا آگے بڑھا ہوا ہوگا اور اس کے قریب ہی اس شخص کا درجہ ہوگا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی یتیم کے سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرے اور صرف اللہ جل شانہٗ کی رضا کے واسطے ایسا کرے تو اس کا ہاتھ یتیم کے سر کے جتنے بالوں پر پھرے گا ہر بال کے بدلہ میں اس کو نیکیاں ملیں گی۔ اور جو شخص کسی یتیم لڑکے یا لڑکی پر احسان کرے تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح ہونگے وہی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا جیسا اوپر گذرا۔ اور بھی کئی حدیثوں میں مختلف عنوان سے یہی مضمون وارد

ہے۔ (درمنثور) ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ قبروں سے ایسے اٹھیں گے کہ ان کے منہ میں آگ بھڑک رہی ہوگی کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ یہ کون لوگ ہوں گے۔ تو حضورؐ نے آیاتِ گذشتہ میں سے نویں آیت تلاوت فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ شبِ معراج میں حضورؐ نے ایک قوم کو دیکھا کہ انکے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح سے بڑے بڑے ہیں اور فرشتے اُن پر مسلط ہیں کہ وہ ان کے ہونٹوں کو چیر کر ان میں آگ کے بڑے بڑے پتھر ٹھونس رہے ہیں کہ وہ آگ مُنہ سے داخل ہو کر پاخانہ کی جگہ سے نکلتی ہے اور وہ لوگ نہایت آہ و زاری سے چلّا رہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے ان کو آگ کھلائی جا رہی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ چار قسم کے آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ جلّ شانہٗ نہ تو جنّت میں داخل فرمائیں گے نہ جنّت کی نعمتیں ان کو چکھنا نصیب ہونگی، ایک وہ شخص جو ہمیشہ شراب پیتا ہو، دوسرے سود خوار، تیسرے وہ شخص جو ناحق یتیم کا مال کھائے۔ چوتھے وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرے (درمنثور) حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ یتیموں پر احسان دو قسم کا ہے ایک تو وہ ہے جو وارثوں پر واجب ہے مثلاً اسکے مال کی حفاظت کہ اس میں زراعت یا تجارت وغیرہ سے ترقی ہو تا کہ اسکا نفقہ اور ضروریات پوری ہو سکیں اور اسکی خوراک پوشاک وغیرہ کی خبر گیری نیز اسکے لکھنے پڑھنے اور تعلیم آداب وغیرہ کی خبرگیری دوسری قسم وہ ہے جو عام آدمیوں پر واجب ہے، اور وہ اس کی ایذا کو ترک کرنا ہے اور اور نرمی اور مہربانی سے اس سے پیش آنا ہے۔ محفلوں اور مجالس میں اپنے پاس بٹھانا اس کے سر پر ہاتھ پھیرنا اپنی اولاد کی طرح اس کو گود میں لینا اور اس سے محبّت ظاہر کرنا اس لئے کہ جب وہ یتیم ہو گیا اور اس کا باپ نہ رہا تو حق تعالےٰ شانہٗ نے سب بندوں کو حکم کیا کہ اسکے ساتھ باپ جیسا برتاؤ کریں اور اس کو اپنی اولاد کی طرح

سمجھیں تاکہ باپ کے مرنے کی وجہ سے جو عجز حکمی اس کو لاحق ہو گیا اس قوتِ حقیقی کے ساتھ کہ ہزاروں آدمی اس کے باپ کی جگہ ہو جائیں، دور ہو جائے۔ بس یتیم بھی قرابتِ شرعی رکھتا ہے جیسا کہ دوسرے اقارب قرابتِ عرفی رکھتے ہیں (سورۂ بقرہ) دوسرا مضمون جو آیت بالا میں خصوصی مذکور ہے وہ مسکین کے کھانے پر ترغیب نہ دینے پر تنبیہ ہے اور گویا بخل کے انتہائی درجہ کی طرف اشارہ ہے کہ خود تو وہ اپنا مال کیا خرچ کرتا وہ یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ دوسرا بھی کوئی فقیروں پر خرچ کرے۔ قرآن پاک میں مسکینوں کے کھانا کھلانے پر بہت سی آیات میں ترغیب دی گئی جن میں سے بعض پہلے مذکور ہو چکی ہیں سورۂ فجر میں ہے کَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ؕ اس میں اس پر بھی تنبیہ کی گئی کہ تم لوگ نہ تو یتیموں کا اکرام کرتے ہو نہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ تیسری چیز جو آیت بالا میں ذکر کی گئی وہ ماعون کو روکنا ہے جس کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔

حضرت اقدس شاہ عبد العزیز صاحب نے تحریر فرمایا کہ اس سورت کا نام ماعون اس وجہ سے ہے کہ یہ احسان کا ادنیٰ درجہ ہے اور جبکہ احسان نہ کرنے کا ادنیٰ درجہ بھی موجبِ عتاب ہوتا ہے تو اعلیٰ درجہ یعنی حقوق اللہ اور حقوق الناس کے ضائع کرنے سے بطریق اولیٰ ڈرنا چاہیے۔ یہاں تک اس مضمون کے متعلق چند آیات ذکر کی گئی ہیں آگے چند احادیث اس مضمون کے متعلق لکھی جاتی ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ بخل اور مال کو جمع کر کے رکھنا کس قدر سخت چیز ہے۔

حدیث

(۱) عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصلتان لا تجتمعان فی مؤمن البخل وسوء الخلق رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک تو بخل، دوسری بدخلقی۔

ف: یعنی کوئی شخص مومن ہو کر بخیل بھی ہو اور بد خلق بھی یہ مومن کی شان ہرگز نہیں ایسے شخص کو اپنے ایمان کی بڑی فکر چاہیئے خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ اسی سے ہاتھ دھو بیٹھیں کہ جیسا ہر خوبی دوسری خوبی کو کھینچتی ہے۔ ایسے ہی ہر عیب دوسرے عیب کو کھینچتا ہے دوسری حدیث میں اس سے بھی بڑھ کر حضور کا ارشاد ہے کہ شُح (یعنی بخل کی اعلیٰ قسم) ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی (مشکوٰۃ) کہ ان دونوں چیزوں کا اجتماع گویا ضدین کا اجتماع ہے جیسا کہ آگ اور پانی کا جمع ہونا کہ جونسی چیز غالب ہوگی وہ دوسرے کو فنا کر دیگی اگر پانی غالب ہے آگ کو بجھا دیگا۔ آگ غالب ہے تو پانی کو جلا دے گی ایسے ہی یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے منافی ہیں جونسی چیز غالب ہوگی رفتہ رفتہ دوسری کو فنا کر دے گی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی ولی ایسا نہیں ہوا جس میں اللہ جل شانہ نے دو عادتیں پیدا نہ کر دی ہوں ایک سخاوت دوسری خوش خلقی (کنز) دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کا کوئی ولی ایسا نہیں ہے جو سخاوت کا عادی نہ بنایا گیا ہو (کنز) اور بہت ظاہر بات ہے کہ اگر اللہ جل شانہ سے تعلق اور محبت ہے تو اس کی مخلوق پر خرچ کرنے کو بلا اختیار دل چاہے گا کہ محبوب کے عزیز و اقارب کی خاطر محبت کے لوازمات سے ہے اور جب مخلوق اللہ کی عیال ہے تو ان پر خرچ کرنے کو ولی کا دل ضرور چاہے گا۔ اور اس کے عیال میں بھی جس کا تعلق اس کے ساتھ جتنا زیادہ قوی ہوگا اتنا ہی اس پر خرچ کرنے کو زیادہ چاہے گا اور اگر نہ چاہے تو معلوم ہوا کہ مال کی محبت اللہ کی محبت سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا دعویٰ جھوٹ ہے۔

(۲) عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا ید خل الجنۃ خب ولا بخیل ولا منان رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا کہ جنت میں نہ تو چالباز (دھوکہ باز) داخل ہوگا نہ بخیل نہ صدقہ کرکے احسان رکھنے والا۔

ف: علماء نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان صفات کے ساتھ کوئی شخص بھی جنت میں

داخل نہ ہو سکے گا۔ اگر کسی مومن میں یہ بُری صفات خدانخواستہ پائی جاتی ہونگی تو اوّل توحق تعالےٰ شانہ اس کو دنیا ہی میں ان سے توبہ کی توفیق عطا فرمادیں گے۔ اور اگر یہ نہ ہوا تو اوّل جہنم میں داخل ہو کر ان صفات کا تنقیہ ہونے کے بعد جنّت میں داخل ہو سکے گا۔ لیکن جہنم میں داخل ہونا چاہے تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو کیا کوئی معمولی اور آسان کام ہے۔ دنیا کی آگ میں تھوڑی دیر کے لئے ڈالا جانا کیا اثرات پیدا کرتا ہے؟ حالانکہ یہ آگ جہنم کی آگ کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصّہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور یہ آگ کیا کچھ کم ہے؟ یہ تو خود ہی بہت کافی اذیت پہنچانے والی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اس سے انہتر درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ (مشکوٰۃ)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جہنم میں سب سے کم عذاب والا شخص وہ ہوگا جس کو جہنم کی آگ کی صرف دو جوتیاں پہنائی جائیں گی اور انکی وجہ سے اس کا دماغ ایسا جوش ماریگا جیسا کہ ہنڈیا آگ پر جوش مارتی ہے (مشکوٰۃ) ایک حدیث میں آیا کہ اللہ جل شانہ نے جنّت عدن کو اپنے دستِ مبارک سے بنایا پھر اس کو آراستہ اور مزیّن کیا۔ پھر فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس میں نہریں جاری کریں۔ اور پھل اس میں لٹکائیں۔ جب حق تعالیٰ شانہ نے اس کی زیب و زینت کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ میری عزّت کی قسم میرے جلال کی قسم میرے عرش پر بلندی کی قسم تجھ میں بخیل نہیں آسکتا۔ (کنز)

(۳) عن ابی ذرؓ قال انتھیت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو جالس فی ظل الکعبۃ فلما رآنی قال ھم الاخسرون ورب الکعبۃ فقلت فداک ابی وامی من ھم قال ھم

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے مجھے دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا کہ کعبہ کے رب کی قسم وہ لوگ بڑے خسارہ میں ہیں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کون لوگ؟ حضور نے فرمایا کہ جن کے پاس

الا کثرون مالا الا من قال هکذا و هکذا و هکذا من بین یدیہ و من خلفہ و من یمینہ و عن شمالہ و قلیل ما هم متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

مال زیادہ ہو مگر وہ لوگ جو اس طرح اس طرح خرچ کریں اپنے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لیکن ایسے آدمی بہت کم ہیں۔

ف: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ زاہدین صحابہ میں ہیں جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ان کو دیکھ کر یہ ارشاد حقیقۃً ان کی تسلی تھی کہ اپنے فقر و زہد پر کسی وقت بھی خیال نہ کریں یہ مال و متاع کی کثرت فی ذاتہٖ کوئی محبوب چیز نہیں بلکہ بڑے خطرے اور نقصان کی چیز ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ جل شانہٗ سے غفلت کا سبب بنتی ہے روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ بغیر تنگدستی کے اللہ کی طرف رجوع بہت ہی کم ہوتا ہے البتہ جن لوگوں کو اللہ جل شانہٗ نے توفیق عطا فرمائی ہے اور وہ ضرورت کے مواقع میں جہاں اور جس طرف ضرورت ہو چاروں طرف بخشش کا ہاتھ پھیلاتے ہوں انکے لئے مال مضر نہیں ہے لیکن حضور نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ ایسے آدمی کم ہیں۔ عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ جہاں مال کی کثرت ہوتی ہے فسق و فجور آوارگی عیاشی اپنے ساتھ لاتی ہے اور بے محل خرچ کرنا نام و نمود پھونکنا تو دولت کے ادنیٰ کرشموں میں سے ہے۔ بیاہ شادیوں اور دوسری تقریبات پر بے جا اور بے محل ہزاروں روپیہ خرچ کر دیا جائیگا لیکن اللہ کے نام پر ضرورت مندوں اور بھوکوں پر خرچ کرنے کی گنجائش ہی نہ نکلے گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو لوگ دنیا میں زیادہ مالدار ہیں وہی لوگ آخرت میں کم مرتبہ والے ہیں مگر وہ شخص جو حلال ذریعہ سے کمائے اور یوں یوں خرچ کر دے۔ (کنز) پہلی حدیث کی طرح یوں یوں کا اشارہ ادھر ادھر خرچ کرنے کی طرف ہے۔ حقیقت میں مال اس کے لئے زینت اور عزت ہے جو اس کو ادھر ادھر خرچ کر دے اور جو گن گن کر باندھ کر رکھے اس کے لئے یہ ہر قسم کی آفات کا پیش خیمہ ہے اس کو بھی ہلاک کرتا ہے اور خود بھی اس کے پاس سے ضائع ہوتا ہے یہ بے مروّت کسی شخص کو دین یا دنیا کا فائدہ

اس وقت تک نہیں پہونچا تا جب تک اس کے پاس سے جُدا نہ ہو۔

(۴) عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار والجاھل السخی احب الی اللہ من عابد بخیل رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سخی آدمی اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، جہنم سے دور اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہے۔ جنت سے دور ہے۔ آدمیوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے بیشک جاہل سخی اللہ کے نزدیک عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔

ف:۔ یعنی جو بخیل شخص عبادت بہت کثرت سے کرتا ہو نوافل بہت لمبی لمبی پڑھتا ہو اس سے وہ شخص اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے جو نوافل کم پڑھتا ہو لیکن سخی ہو عابد سے مراد نوافل کثرت سے پڑھنے والا ہے۔ فرائض کا پڑھنا تو ہر شخص کیلئے ضروری ہے چاہے سخی ہو یا نہ ہو امام غزالیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ شیطان سے دریافت فرمایا کہ تجھے سب سے زیادہ محبوب کون شخص ہے اور سب سے زیادہ نفرت کس سے ہے اس نے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت مومن بخیل سے ہے اور سب سے زیادہ نفرت فاسق سخی سے ہے انھوں نے فرمایا۔ یہ کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا کہ بخیل تو اپنے بخل کیوجہ سے مجھے بےفکر رکھتا ہے یعنی اسکا بخل ہی جہنم میں لیجانے کے لئے کافی ہے لیکن فاسق سخی کا مجھے ہر وقت فکر سوار رہتا ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس سے درگذر نہ فرمادیں (احیاء) یعنی اگر حق تعالیٰ شانہٗ اسکی سخاوت کی وجہ سے کسی وقت اس سے راضی ہو گئے تو اس کے دریائے مغفرت ورحمت میں عمر بھر کے فسق وفجور کی کیا حقیقت ہے۔ وہ سب کچھ معاف فرما سکتا ہے۔ ایسی صورت میں میری عمر بھر کی محنت جو اس سے

گناہ صادر کرانے میں کی تھی ساری ضائع ہو گئی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سخاوت کرتا ہے وہ اللہ جل شانہ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ بدظنی سے کرتا ہے (کنز) حسن ظن کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جس مالک نے یہ عطا فرمایا وہ پھر بھی عطا فرما سکتا ہے اور ایسے شخص کے اللہ سے قریب ہونے میں کیا تردد ہے اور بدظنی کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ ختم ہو گئے تو پھر کہاں سے آئیں گے؟ ایسے شخص کا اللہ جل شانہ سے دور ہونا ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ کو بھی محدود سمجھتا ہے حالانکہ آمدنی کے اسباب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان اسباب سے پیداوار کا ہونا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ نہ چاہے تو دکاندار ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہے کاشتکار بوئے اور پیداوار نہ ہو اور جبکہ یہ سب اسی کی عطا کی وجہ سے ہے پھر اس کا کیا مطلب کہ پھر کہاں سے آئیگا۔ مگر ہم لوگ زبان سے اس کا اقرار کرنے کے بعد دل سے یہ نہیں سمجھتے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ شانہ ہی کی عطا ہے ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں اور صحابہ کرام دل سے یہ سمجھتے تھے کہ یہ سب اسی کی عطا ہے جس نے آج دیا وہ کل بھی دے گا اس لئے ان کو سب کچھ خرچ کر دینے میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا تھا۔

(۵) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السخاء شجرۃ فی الجنۃ فمن کان سخیا اخذ بغصن منھا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ الجنۃ والشح شجرۃ فی النار فمن کان شحیحا اخذ بغصن منھا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ النار رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے پس جو شخص سخی ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں داخل ہو جائیگا اور بخل جہنم کا ایک درخت ہے جو شخص شحیح (بخیل) ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا یہاں تک کہ وہ ٹہنی اس کو جہنم میں داخل کر کے رہیگی۔

ف:- شحّ بخل کا اعلیٰ درجہ ہے جیسا کہ پہلی فصل کی آیات میں نمبر ۲ پر گذر چکا ہے مطلب ظاہر ہے کہ جب بخل جہنم کا درخت ہے تو اسکی ٹہنی پکڑ کر جو شخص چڑھے گا وہ جہنم ہی میں پہونچے گا ایک حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام سخا ہے سخاوت اسی سے پیدا ہوئی ہے اور جہنم میں ایک درخت ہے جس کا نام شحّ ہے شحّ اسی سے پیدا ہوا ہے جنت میں شحیح داخل نہ ہو گا (کنز) یہ پہلے متعدد مرتبہ معلوم ہو چکا کہ شحّ بخل کا اعلیٰ درجہ ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جسکی ٹہنیاں دنیا میں جھک رہی ہیں جو شخص اس کی کسی ٹہنی کو پکڑ لیتا ہے وہ ٹہنی اس کو جنت تک پہونچا دیتی ہے اور بخل جہنم کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں دنیا میں جھک رہی ہیں جو شخص اس کی کسی ٹہنی کو پکڑ لیتا ہے وہ ٹہنی اس کو جہنم تک پہونچا دیتی ہے (کنز) یہ ظاہر چیز ہے کہ جو سڑک اسٹیشن پر جاتی ہے جب آدمی اس سڑک پر چلتا رہیگا تو لامحالہ کسی وقت اسٹیشن پر پہنچے گا۔ اسی طرح سے یہ ٹہنیاں جن درختوں کی ہیں جب انکو کوئی پکڑ کر چڑھے گا تو جہاں وہ درخت کھڑا ہے وہاں پہونچکر رہے گا۔

(۶) عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شرما فی الرجل شحّ ھالع وجبن خالع رواہ ابوداؤد وکذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین عادتیں جو آدمی میں ہوں (دو ہیں) ایک وہ بخل ہے جو بے صبر کر دینے والا ہو دوسرے وہ نامردی اور خوف جو جان نکال دینے والا ہو۔

ف:- ان دو عیبوں کی طرف اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام میں تنبیہ فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ۝ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝ وَالَّذِينَ

هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (معارج ع ۱)

پوری آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ بیشک انسان کم ہمت (تھوڑے اور کچے دل کا) پیدا ہوا ہے جب اس کو تکلیف پہونچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اس کو خیر (مال) پہونچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر پابندی کرنے والے ہیں اور جن کے مالوں میں سوال کرنے والوں کے لئے اور سوال نہ کرنے والوں کیلئے مقررہ حق ہے اور وہ لوگ جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ بیشک انکے رب کا عذاب بیخوف ہونیکی چیز نہیں (یقیناً اس سے ہر شخص کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے) اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو (حرام جگہ سے) محفوظ رکھتے ہیں۔ لیکن اپنی بیبیوں سے یا باندیوں سے (حفاظت کی ضرورت نہیں) کیونکہ ان پر انمیں کوئی الزام نہیں (یعنی ان لوگوں پر بیویوں اور باندیوں سے صحبت کرنے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے) ہاں جو لوگ انکے علاوہ (اور جگہ شہوت پوری کرنے) کے طلبگار ہوں وہ حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے (سپرد کی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد (قول قرار) کا خیال رکھنے والے ہوں اور اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہوں اور جو اپنی فرض نماز کی پابندی کرنے والے ہوں یہی لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت سے داخل ہونگے۔ فقط یہ ان آیات کا ترجمہ ہے اور اس قسم کا پورا مضمون اس کے قریب قریب دوسری جگہ سورۂ مومنون کے شروع میں بھی گذر چکا ہے۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے عمامہ کا سرا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ عمران حق تعالیٰ شانہ کو خرچ کرنا بہت پسند ہے اور روک کر رکھنا ناپسند ہے تو خرچ کیا کر اور لوگوں کو کھلایا کر کسی کو مضرت نہ پہونچا کہ تجھ پر تیری طلب میں مضرت ہمنے لگے گی غور سے سن حق تعالیٰ شانہ شبہات کے وقت تیز نظر کو پسند کرتے ہیں یعنی جس

امر میں جائز ناجائز کا شبہ ہو اس میں باریک نظر سے کام لینا چاہئے ویسے ہی سرسری طور پر جو چاہے کر گزرنا نہ ہو، اور شہوتوں کے وقت کامل عقل کو پسند کرتے ہیں (کہ شہوت کے غلبہ میں عقل نہ کھو دے) اور سخاوت کو پسند کرتے ہیں چاہے چند کھجوریں ہی خرچ کرے (یعنی اپنی حیثیت کے موافق زیادہ نہ ہو سکے تو کم میں شرم نہ کرے جو ہو سکے خرچ کرتا رہے) اور بہادری کو پسند کرتے ہیں چاہے سانپ اور بچھو ہی کے قتل میں کیوں نہ ہو (کنز) لہٰذا ذراسی خوف کی چیز سے ڈر جانا اللہ جل شانہ کو پسند نہیں ہے اگر دل میں خوف پیدا بھی ہو تو اس کا اظہار نہ کرنا چاہئے بلکہ قوت کے ساتھ اس کو دفع کرنا چاہئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں اُمت کی تعلیم کے لئے منقول ہیں ان میں نامردی سے پناہ مانگنا بھی نقل کیا گیا ہے اور متعدد دعاؤں میں اس سے پناہ مانگنا نقل کیا گیا۔ (بخاری)

(۷) عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس المؤمن بالذی یشبع وجارہ جائع الی جنبہ رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھالے اور پاس ہی اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

ف: یقیناً جس شخص کے پاس اتنا ہے کہ وہ پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے اور پاس ہی بھوکا پڑوسی ہے تو اسکے لئے ہرگز ہرگز زیبا نہیں کہ خود پیٹ بھر کر کھالے اور وہ غریب بھوک میں تلملاتا رہے ضروری ہے کہ اپنے پیٹ کو کچھ کم پہونچائے اور پڑوسی کی بھی مدد کرے۔ ایک حدیث میں ہے حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو خود پیٹ بھر کر رات گذارے اور اس کو یہ بات معلوم ہے کہ اس کا پڑوسی اس کے برابر میں بھوکا ہے (ترغیب) ایک اور حدیث

میں حضور کا ارشاد ہے کہ قیامت میں کتنے آدمی ایسے ہونگے جو اپنے پڑوسی کا دامن پکڑے ہوئے اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے یا اللہ اس سے پوچھیں کہ اس نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور مجھے اپنی ضرورت سے زائد جو چیز ہوتی تھی وہ بھی نہ دیتا تھا (ترغیب) ایک حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے لوگو صدقہ کرو میں قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا شاید تم میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہونگے جنکے پاس رات کو سیر ہونیکے بعد بچ رہے اور اس کا چچازاد بھائی بھوک کی حالت میں رات گذارے تم میں شاید کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو خود تو اپنے مال کو بڑھاتے رہیں اور ان کا مسکین پڑوسی کچھ نہ کما سکے۔ (کنز)

ایک اور حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ آدمی کے بخل کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں اپنا حق پورا کا پورا لوں گا اس میں سے ذرا سا بھی نہیں چھوڑوں گا۔ (کنز) یعنی تقسیم وغیرہ میں رشتہ داروں سے ہو یا پڑوسیوں سے اپنا پورا حق وصول کرنے کی فکر میں لگا رہے ذرا ذرا سی چیز پر کنج وکاؤ کرے یہ بھی بخل کی علامت ہے اگر تھوڑا بہت دوسرے کے پاس چلا ہی جائے گا تو اس میں کیا مر جائے گا۔

(۸) عن ابن عمرؓ وابی ھریرةؓ قالا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عذبت امرأة فی ھرة امسکتھا حتی ماتت من الجوع فلم تکن تطعمھا ولا ترسلھا فتاکل من خشاش الارض متفق علیہ کذا فی المشکوٰة

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ دونوں نے حضور کا یہ ارشاد نقل کیا کہ ایک عورت کو اس پر عذاب کیا گیا کہ اس نے ایک بلّی کو باندھ رکھا تھا جو بھوک کی وجہ سے مرگئی نہ تو اس نے اس کو کھانے کو دیا نہ اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے جانوروں (چوہے وغیرہ) سے اپنا پیٹ بھر لیتی۔

ف:- جو لوگ جانوروں کو پالتے ہیں انکی ذمہ داری بڑی سخت ہے کہ وہ بے

زبان جانور اپنی ضروریات کو ظاہر بھی نہیں کر سکتے ایسی حالت میں ان کے کھانے پینے کی خبر گیری بہت اہم اور ضروری ہے اس میں بخل سے کام لینا اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے تیار کرنا ہے بہت سے آدمی جانوروں کے پلنے کا تو بڑا شوق رکھتے ہیں لیکن انکے گھاس دانے پر خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون نقل کیا گیا کہ ان جانوروں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ ایکمرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک اونٹ نظر اقدس سے گذرا جس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا۔ (بھوک کی وجہ سے یا دُبلے پن کی وجہ سے) حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارہ میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو ان کی اچھی حالت میں ان پر سوار ہوا کرو اور اچھی حالت میں ان کو کھایا کرو۔

حضور کی عادت شریفہ یہ تھی کہ استنجے کے لئے جنگل تشریف لے جایا کرتے کسی باغ میں یا کسی ٹیلے وغیرہ کی آڑ میں ضرورت سے فراغت حاصل کرتے ایک مرتبہ اس ضرورت سے ایک باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں ایک اونٹ تھا جو حضور کو دیکھ کر بڑبڑانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (ایک معروف چیز ہے کہ ہر مصیبت زدہ کا کسی غمخوار کو دیکھ کر دل بھر آیا کرتا ہے) حضور اس کے پاس تشریف لے گئے اس کے کانوں کی جڑ پر شفقت کا ہاتھ پھیرا جس سے وہ چپکا ہوا حضور نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری تشریف لائے اور عرض کیا کہ میرا ہے حضور نے فرمایا کہ تم اس اللہ سے جس نے تمھیں اس کا مالک بنایا ڈرتے نہیں ہو۔ یہ اونٹ تمھاری شکایت کرتا ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ایک گدھے کو دیکھا کہ اس کے منہ پر داغ دیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ تم کو اب تک یہ معلوم نہیں کہ میں نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو جانور کے منہ کو داغ دے یا منہ پر مارے۔ ابوداؤد شریف میں یہ روایات ذکر کی گئیں ان کے علاوہ اور بھی مختلف روایات میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جانوروں

کی خبر گیری میں کوتاہی نہ کی جائے اور جب جانوروں کا یہ حال ہے اور ان کے بارہ میں یہ تنبیہات ہیں تو آدمی جو اشرف المخلوقات اس کا حال اظہر ہے اور زیادہ اہم حضور کا ارشاد ہے کہ آدمی کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ جس کی روزی اپنے ذمہ ہے اس کو ضائع کرے اس لئے اگر کسی جانور کو اپنی کسی ضرورت سے روک رکھا ہے تو اس کے کھانے میں کنجوسی کرنا اور یہ سمجھنا کہ کون جانے کس کو خبر ہوگی اپنے اوپر سخت ظلم ہے جاننے والا سب کچھ جانتا ہے اور لکھنے والے ہر چیز کی رپورٹ لکھتے ہیں چاہے کتنے ہی مخفی کی جائے اور یہ آفت بخل سے آتی ہے کہ جانوروں کو اپنی ضرورت سے سواری کی ہو یا کھیتی کی دودھ کی ہو یا کوئی اور کام لینے کی ہو پالتے ہیں لیکن کنجوسی سے ان پر پیسہ خرچ کرتے ہوئے دم نکلتا ہے۔

(۹) عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یجاء بابن آدم یوم القیمۃ کانہ بذج فیوقف بین یدی اللہ فیقول لہ اعطیتک وخولتک وانعمت علیک فما صنعت فیقول یارب جمعتہ وثمرتہ وترکتہ اکثر ما کان فارجعنی اٰتک بہ کلہ فیقول ارنی ما قدمت فیقول رب جمعتہ وثمرتہ وترکتہ اکثر ما کان فارجعنی اٰتک بہ کلہ فاذا عبد لم یقدم خیرا فیمضی بہ الی النار رواہ الترمذی وضعفہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ قیامت کے دن آدمی ایسا (ذلیل وضعیف) لایا جائے گا جیسا کہ بھیڑ کا بچہ ہوتا ہے اور اللہ جل جلالہ کے سامنے کھڑا کیا جائیگا ارشاد ہوگا کہ میں نے تجھے مال عطا کیا حشم خدم دیئے تجھ پر نعمتیں برسائیں تونے ان سب انعامات میں کیا کارگزاری کی وہ عرض کریگا کہ میں نے خوب مال جمع کیا اس کو (اپنی کوشش سے) بہت بڑھایا اور جتنا شروع میں میرے پاس تھا اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا آپ مجھے دنیا میں واپس کر دیں میں وہ سب آپکی خدمت میں حاضر کر دوں ارشاد ہوگا مجھے تو وہ بتا جو تونے زندگی میں (ذخیرہ کے طور پر آخرت کے لئے) آگے بھیجا ہو وہ پھر اپنا پہلا کلام دہرائے گا کہ میرے پروردگار میں نے اس کو خوب جمع کیا اور خوب

بڑھایا اور جتنا شروع میں تھا اس سے بہت
زیادہ کرکے چھوڑ آیا آپ مجھے دنیا میں واپس
کردیں میں وہ سب لے کر حاضر ہوں (یعنی خوب
صدقہ کردوں تاکہ وہ سب یہاں میرے پاس
آجائے) چونکہ اس کے پاس کوئی ذخیرہ ایسا
نہ نکلے گا جو اس نے اپنے لئے آگے بھیج دیا ہو اس لئے
اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ف: ہم لوگ تجارت میں زراعت میں اور دوسرے ذرائع سے روپیہ کمانے میں جتنی محنت اور دوڑ دھوپ کرکے جمع کرتے ہیں وہ سب اسی لئے ہوتا ہے کہ کچھ ذخیرہ اپنے پاس موجود رہے کہ جو ضرورت کے وقت کام آئے نہ معلوم کس وقت کیا ضرورت پیش آجائے لیکن جو اصل ضرورت کا وقت ہے اور اس کا پیش آنا بھی ضروری اور اس میں اپنی سخت احتیاج بھی ضروری ہے اور یہ بھی یقینی کہ اس وقت صرف وہی کام آئیگا جو اپنی زندگی میں خدائی بنک میں جمع کردیا گیا ہو کہ وہ تو جمع شدہ ذخیرہ بھی پورا کا پورا ملے گا اور اس میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اضافہ بھی ہوتا رہے گا لیکن اس کی طرف بہت ہی کم التفات کرتے ہیں حالانکہ دنیا کی یہ زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہو جائے بہرحال ایک دن ختم ہو جانے والی ہے اور آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ دنیا کی زندگی میں اگر اپنے پاس سرمایہ نہ رہے۔ تو اس وقت محنت مزدوری بھی کی جا سکتی ہے۔ بھیک مانگ کر بھی زندگی کے دن پورے کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن آخرت کی زندگی میں کوئی صورت کمائی کی نہیں ہے۔ وہاں صرف وہی کام آئے گا جو ذخیرہ کے طور پر آگے بھیج دیا گیا۔

ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانب تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا دوسری سطر میں ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا لکھا تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ

چھوڑ آئے وہ نقصان رہا۔ اور تیسری سطر میں لکھا تھا امۃ مذنبۃ ورب غفور امت گنہگار اور رب بخشنے والا ہے (برکات ذکر) پہلی فصل کی آیات میں ۲۷ پر گذر چکا کہ اس دن نہ تجارت ہے نہ دوستی نہ سفارش۔ اسی فصل میں ۳۰ پر اللہ جل شانہ کا ارشاد گذرا ہے کہ ہر شخص یہ دیکھ لے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو فرشتے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ذخیرہ اپنے حساب میں جمع کرایا کیا چیز کل کے لئے بھیجی۔ اور آدمی یہ پوچھتے ہیں کیا مال چھوڑا (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں کہ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تم میں کون شخص ایسا ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال اپنے وارث سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ حضورؐ نے فرمایا آدمی کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجدیا اور جو چھوڑ گیا وہ اس کا مال نہیں اس کے وارث کا مال ہے (مشکوٰۃ عن البخاری) ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے کہ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال اس کے مال میں سے اس کے لئے صرف تین چیزیں ہیں جو کھا کر ختم کردیا یا پہن کر پرانا کردیا یا اللہ کے یہاں اپنے حساب میں جمع کرادیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اس کا مال نہیں ہے لوگوں کیلئے چھوڑ جائے گا (مشکوٰۃ) اور بڑا لطف یہ ہے کہ آدمی اکثر ایسے لوگوں کے لئے جمع کرتا ہے محنت اٹھاتا ہے مصیبت جھیلتا ہی تنگی برداشت کرتا ہے جن کو وہ اپنی خواہش سے ایک پیسہ دینے کا روادار نہیں ہے لیکن جمع کرکے چھوڑ جاتا ہے۔ اور مقدرات انھیں کو سارے کا وارث بنا دیتے ہیں جن کو وہ ذرا سا بھی دینا نہ چاہتا تھا۔ ارطاۃ بن سہیۃ کا جب انتقال ہونے لگا تو انھوں نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میں نے بہت مال جمع کیا لیکن اکثر کمانے والا دوسروں کے یعنی وارثوں کے لئے جمع کرتا ہے۔ وہ خود تو اپنی زندگی میں اپنا بھی حساب لیتا رہتا ہے کہ کتنا کہاں خرچ ہوا کتنا کہاں ہوا۔ لیکن بعد میں ایسے لوگوں کی لوٹ کیلئے چھوڑ جاتا ہے جن سے حساب بھی نہیں لے سکتا کہ سارا کہاں اڑادیا۔ بس اپنی زندگی میں کھالے اور کھلادے اور بخیل وارث سے چھین لے۔ آدمی خود تو مرنے کے بعد

نامراد رہتا ہے (کوئی اسکو اس مال میں یاد نہیں رکھتا) دوسرے لوگ اس کو کھاتے اڑاتے ہیں آدمی خود تو اس مال سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے لوگ اس سے اپنی خواہشات پوری کرتے ہیں (اتحاف) ایک حدیث میں یہ قصہ جو اوپر کی حدیث میں ذکر کیا گیا دوسرے عنوان سے وارد ہوا کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے دریافت فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جسکو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں ہر شخص ایسا ہی ہے جس کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے حضورؐ نے فرمایا سوچ کر کہو دیکھو کیا کہہ رہے ہو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ ہم میں ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضورؐ یہ کس طرح حضور نے فرمایا تمھارا مال وہ ہے جو آگے بھیجدیا اور وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔ (کنز)

یہاں ایک بات یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ان روایات کا مقصد وارثوں کو محروم کرنا نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر تنبیہ فرمائی ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فتح مکہ کے زمانہ میں ایسے سخت بیمار ہوئے کہ زیست کی اُمید نہ رہی حضورؐ عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کیا کہ حضورؐ میرے پاس مال زیادہ ہے اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے سارے مال کی وصیت کروں (کہ اس وقت ان کی اولاد صرف ایک بیٹی ہی تھی اور اس کا تکفل اس کے خاوند کے ذمہ) حضورؐ نے منع فرمادیا۔ انھوں نے دو تہائی کی اجازت چاہی حضورؐ نے اس کا بھی انکار فرمادیا۔ پھر نصف کی درخواست بھی قبول نہیں فرمائی تو انھوں نے ایک تہائی وصیت کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے اس کی اجازت فرمادی اور ارشاد فرمایا کہ ایک تہائی بھی بہت ہے تم اپنے وارثوں کو (یعنی مرنے کے وقت جو بھی ہوں چنانچہ اس واقعہ کے بعد اور بھی اولاد ہو گئی تھی) غنی چھوڑ دو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو فقیر چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ جو خرچ اللہ کے واسطے

کیا جائے وہ ثواب کا موجب ہے حتیٰ کہ اللہ کے لئے اگر ایک لقمہ بیوی کو دیا جائے تو اس پر بھی اجر ہے (مشکوٰۃ عن الصحیحین) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت سعد کا یہ قصہ پہلی حدیث (یعنی تم میں سے کون ایسا ہے کہ اس کو وارث کا مال محبوب ہو) کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث کا مقصد اپنی صحت اور ضرورت کے وقت میں صدقہ کرنے کی ترغیب ہے اور حضرت سعد کے قصہ میں مرض الموت میں سارا یا اکثر حصہ مال کا وصیت کرنا مقصود ہے (فتح)

بندہ ناکارہ کے نزدیک صرف یہی نہیں بلکہ وارثوں کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے وصیت کرنا موجب عتاب وعقاب ہے حضور کا پاک ارشاد ہے کہ بعض مرد اور عورت اللہ کی فرمانبرداری میں ساٹھ سال گذارتے ہیں اور جب مرنے کا وقت آتا ہے تو وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں جس کی وجہ سے جہنم کی آگ ان کے لئے ضروری ہو جاتی ہے اس کے بعد اس کی تائید میں حضرت ابو ہریرہ رضی نے قرآن پاک کی آیت میں من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین غیر مضار (نساء ع ۲) پڑھی جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں جو ورثہ کی تقسیم مال کی تفصیل بیان ہوئی ہے وہ وصیت کی بقدر مال نکالنے کے بعد ہے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو قرض کی مقدار بھی وضع کرنے کے بعد اس حال میں کہ وصیت کرنیوالا کسی وارث کو ضرر نہ پہونچائے ایک حدیث میں ہے کہ جو کسی وارث کی میراث کو قطع کرے اللہ جل شانہ اس کی میراث کو جنت سے قطع کرے گا (مشکوٰۃ) لہٰذا اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کہ وصیت اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں یہ ارادہ اور نیت ہرگز نہ ہو کہ کہیں فلاں وارث نہ بن جائے بلکہ ارادہ اور نیت اپنی ضرورت کا پورا کرنا اپنے لئے ذخیرہ بنانا ہو آدمی کے ارادہ اور نیت کو عبادات میں بہت زیادہ دخل ہے حضور کا پاک ارشاد جو بہت زیادہ مشہور ہے۔ انما الاعمال بالنیات کہ اعمال کا مدار نیت اور ارادہ پر ہے نماز جیسی اہم عبادت اللہ کے واسطے پڑھی جائے تو کتنی زیادہ موجب اجر موجب ثواب موجب قربت کہ کوئی دوسری عبادت

اسکے برابر نہیں۔ یہی چیز ریاکاری اور دکھاوے کے واسطے پڑھی جائے تو شرک اصغر اور وبال بن جائے اس لئے خالص نیت اللہ کی رضا اور اپنی ضرورت میں کام آنا ہونا چاہیے جس کی بہترین صورت یہ ہی کہ اپنی زندگی میں اپنی تندرستی میں اس حالت میں جبکہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میں پہلے مروں گا یا وارث پہلے مرجائیگا اور کون وارث ہو گا کون نہ ہو گا ایسے وقت میں خرچ کرے اور خوب خرچ کرے۔ جتنا زیادہ سے زیادہ صدقہ کرسکتا ہے کرے وصیت کرے وقف کرے اور جن مواقع خیر میں زیادہ ثواب کی امید ہو انکی فکر جستجو میں رہے یہ نہیں کہ اپنے وقت میں تو بخل کرے اور جب مرنے لگے تو سخی بن جائے جیسا کہ حضور کا پاک ارشاد پہلی فصل کی احادیث میں ؁ پر گذر چکا کہ افضل صدقہ وہ ہے جو حالت صحت میں کیا جائے نہ یہ کہ جب جان نکلنے لگے تو کہے کہ اتنا فلاں کا اتنا فلاں کا حالانکہ مال فلاں کا (یعنی وارث کا) ہو گیا خوب سمجھ لو میں سب سے پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہوں اس کے بعد اپنے دوستوں کو کہ ساتھ جانے والا صرف وہی مال ہی جس کو اللہ کے بنک میں جمع کر دیا اور جس کو جمع کر کے اور خوب زیادہ بڑھا کر چھوڑ دیا وہ اپنے کام نہیں آتا بعد میں نہ کوئی ماں باپ یاد رکھتا ہے نہ بیوی اولاد پوچھتے ہیں اِلّا ماشاء اللہ اپنا ہی کیا اپنے کام آتا ہے ان سب کی ساری محبتوں کا خلاصہ دو چار دن ہائے ہائے کرنا ہے اور پانچ سات مفت کے آنسو بہانا ہی اگر ان آنسوؤں میں بھی پیسے خرچ کرنا پڑیں تو یہ بھی نہ رہیں یہ خیال کہ اولاد کی خیر خواہی کی وجہ سے مال کو جمع کر کے چھوڑتا ہی نفس کا محض دھوکہ ہی صرف مال جمع کر کے انکے لئے چھوڑ جانا ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں ہی بلکہ شاید بدخواہی بن جائے اگر واقعی اولاد کی خیر خواہی مقصود ہے اگر واقعی یہ دل چاہتا ہی کہ وہ اپنے مرنے کے بعد پریشان حال ذلیل خوار نہ پھریں تو ان کو مالدار چھوڑنے سے زیادہ ضروری ان کو دیندار چھوڑنا ہے کہ بددینی کے ساتھ مال بھی اولاً ان کے پاس باقی نہ رہے گا۔ چند یوم کی لذات و شہوات میں اڑ جائے گا اور اگر رہا بھی تو اپنے کسی کام کا نہیں ہے اور دینداری کے ساتھ اگر مال نہ بھی ہو تو ان کی دینداری انکے لئے بھی کام آنے والی ہے اور اپنے لئے بھی کام آنے والی چیز ہے اور مال میں۔ یہ تو

اپنے کام آنے والا صرف وہی ہے جو ساتھ لے گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہ نے دو غنی اور دو فقیروں کو وفات دی اس کے بعد ایک غنی سے مطالبہ فرمایا کہ اپنے واسطے آگے کیا بھیجا اور اپنے عیال کے واسطے کیا چھوڑ کر آیا اس نے عرض کیا یا اللہ تو نے مجھے بھی پیدا کیا اور ان کو بھی تو نے ہی پیدا کیا اور ہر شخص کی روزی کا تو نے ہی ذمہ لیا اور تو نے قرآن پاک میں فرمایا من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا (پہلی فصل کی آیات میں ۳ پر گذر چکی ہے) اس بنا پر میں نے اپنا مال آگے بھیج دیا اور مجھے یہ بات محقق تھی کہ آپ ان کو روزی دیں ہی گے۔ ارشاد ہوگا اچھا جاؤ اگر تمہیں (دنیا میں) معلوم ہو جاتا کہ تمہارے لئے میرے پاس کیا کیا (انعام و اکرام) ہے تو دنیا میں بہت خوش ہوتے اور بہت کم رنجیدہ ہوتے اس کے بعد دوسرے غنی سے مطالبہ ہوا کہ تو نے کیا اپنے لئے بھیجا اور کیا عیال کے لئے چھوڑا اس نے عرض کیا یا اللہ میری اولاد تھی مجھے انکی تکلیف اور فقر کا ڈر ہوا ارشاد ہوا کہ کیا میں نے ہی تجھکو اور ان سب کو پیدا نہ کیا تھا؟ کیا میں نے سب کی روزی کا ذمہ نہیں اٹھایا تھا؟ اس نے عرض کیا یا اللہ بیشک ایسا ہی تھا لیکن مجھے ان کے فقر کا خوف ہی بہت ہوا۔ ارشاد ہوا کہ فقر تو انکو پہنچا کیا تو نے اس کو ان سے روک دیا؟ اچھا جا اگر تجھے (دنیا میں) معلوم ہو جاتا کہ تیرے لئے میرے پاس کیا کیا (عذاب) ہے تو بہت کم ہنستا اور بہت زیادہ روتا۔ پھر ایک فقیر سے مطالبہ ہوا کہ تو نے کیا اپنے لئے جمع کیا اور کیا عیال کے لئے چھوڑا۔ اس نے عرض کیا یا اللہ آپ نے مجھے صحیح سالم تندرست پیدا کیا اور گویائی بخشی اپنے پاک نام مجھے سکھائے اپنے سے دعا کرنا سکھایا اگر آپ مجھے مال دیدیتے تو مجھے یہ اندیشہ تھا کہ ہیں اس میں مشغول ہو جاتا میں اپنی اس حالت پر جو تھی بہت راضی ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اچھا جاؤ میں بھی تم سے راضی ہوں اگر تمہیں (دنیا میں) معلوم ہو جاتا کہ تمہارے لئے میرے پاس کیا ہی تو بہت زیادہ ہنستے اور بہت کم روتے پھر دوسرے فقیر سے مطالبہ ہوا کہ تو نے اپنے لئے کیا بھیجا اور عیال کے لئے کیا چھوڑا اس نے عرض کیا یا اللہ آپ نے مجھے دیا ہی کیا تھا جس کا اب سوال ہے؟ ارشاد ہوا کیا ہم نے تجھے صحت نہ دی تھی؟ گویائی نہ دی تھی کان آنکھ نہ دیئے تھے؟ اور قرآن پاک میں

یہ نہ کہا تھا ادعونی استجب لکم مجھ سے دعائیں مانگو میں قبول کروں گا۔ اس نے عرض کیا یا اللہ یہ تو بیشک سب صحیح ہے مگر مجھ سے بھول ہوئی ارشاد ہوا کہ اچھا آج ہم نے تجھے بھلا دیا جا چلا جا اگر تجھے خبر ہوتی کہ تیرے لئے ہمارے یہاں کیا کیا عذاب ہیں تو بہت کم ہنستا اور بہت زیادہ روتا۔ (کنز)

(۱۰) عن عمر رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون رواہ ابن ماجۃ والدارمی کذا فی المشکوٰۃ

حضرت عمر رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص رزق (غلہ وغیرہ) باہر سے لائے (تاکہ لوگوں کو ارزاں دے) اس کو روزی دی جاتی ہے اور جو شخص روک کر رکھے وہ ملعون ہے۔

ف:۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ باہر سے لانے والے سے وہ شخص مراد ہے جو تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں سے غلہ خرید کر لائے تاکہ لوگوں کے ہاتھ (ارزاں) فروخت کرے تو اس کو (اللہ جل شانہٗ کی طرف سے) روزی دی جاتی ہے کیونکہ لوگ اس سے منتفع ہوتے ہیں ان کی دعائیں اس کو لگتی ہیں اور روکنے والے سے وہ شخص مراد ہے جو روکنے کی نیت سے خرید کر رکھے اور لوگوں کو اس سے نقصان پہنچے (تنبیہ الغافلین) یعنی گرانی کے انتظار میں روکے رکھے اور باوجود لوگوں کی حاجت کے فروخت نہ کرے اس پر لعنت ہے۔ یعنی بخل اور لالچ اور نفع کمانے کی غرض سے غلہ وغیرہ جن چیزوں کی لوگوں کو اپنی زندگی کے لئے احتیاج ہے خرید کر روکے رکھے اور گرانی کی زیادتی کا دن بدن انتظار کرتا رہے اس پر حضور کی طرف سے لعنت کی گئی۔

ایک اور حدیث میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جو شخص مسلمانوں پر ان کے کھانے کو چالیس دن تک (باوجود سخت احتیاج کے) روکے رکھے (فروخت نہ کرے) حق تعالیٰ شانہ اس کو کوڑھ کے مرض میں اور افلاس میں مبتلا کرتے ہیں (مشکوٰۃ) اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسلمانوں کو نقصان پہونچاتا ہے اور فقر میں

مبتلا کرتا ہے اس پر بدنی عذاب (کوڑھ) بھی مسلط ہوتا ہے اور مالی عذاب افلاس و فقر بھی اور
اس کے بالمقابل پہلی حدیث میں گزر چکا کہ جو دوسری جگہ سے لاکر ارزانی سے فروخت کرتا ہے
اللہ جل شانہٗ خود اس کو روزی (اور نفع) پہنچاتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ غلہ روکنے
والا بھی کیسا بُرا آدمی ہے کہ اگر نرخ ارزاں ہوتا ہے تو اس کو رنج ہوتا ہے اور گراں ہوتا ہے
تو خوش ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص چالیس دن (احتیاج کے باوجود) غلہ روکے
رکھے (فروخت نہ کرے) پھر اس کو لوگوں پر صدقہ کر دے تو یہ صدقہ کرنا بھی اس روکنے کا کفارہ
نہ ہوگا (مشکوٰۃ) ایک حدیث میں آیا ہے کہ پہلی امتوں میں ایک بزرگ ریت کے ایک ٹیلے
پر کو گذرے گرانی کا زمانہ تھا وہ اپنے دل میں یہ تمنا کرنے لگے کہ اگر یہ ریت کا یہ ٹیلہ غلہ
کا ڈھیر ہوتا تو میں اس سے بنی اسرائیل کو خوب کھلاتا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس زمانہ کے نبی
علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی ارسال کی کہ فلاں بزرگ کو بشارت سنادو کہ ہم نے
تمہارے لئے اتنا ہی اجر و ثواب لکھدیا جتنا کہ یہ ٹیلہ غلہ کا ہوتا اور تم اس کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے
(تنبیہ الغافلین) حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں ثواب کی کمی نہیں ہے اسکو اجر و ثواب دینے کیلئے نہ ذخیرہ
کی ضرورت ہے نہ آمدنی اور کمائی کی۔ اس کے ایک اشارہ میں ساری دنیا کی پیداوار ہے۔ وہاں لوگوں
کا عمل اور اخلاص دیکھا جاتا ہے اور جو اس کی مخلوق پر رحمت و شفقت کرتا ہے اس پر رحمت
و شفقت میں وہاں کوئی کمی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی کی خدمت میں ایک شخص
حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمھیں چھ چیزوں کی نصیحت
کرتا ہوں سب سے پہلی چیز اللہ پر بھروسہ اور یقین ان چیزوں کا جن کا اللہ جل شانہٗ نے خود
ذمہ لے رکھا ہے (مثلاً روزی وغیرہ) دوسرے اللہ کے فرائض کو اپنے اپنے وقت پر
ادا کرنا۔ تیسرے زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔ چوتھے شیطان کا کہنا ماننا
وہ ساری مخلوق سے حسد رکھتا ہے۔ پانچویں دنیا کے آباد کرنے میں مشغول نہ ہونا کہ وہ آخرت کو برباد
کر دیگی چھٹے مسلمانوں کی خیر خواہی کا ہر وقت خیال رکھنا۔ فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ آدمی کی
سعادت کی گیارہ علامتیں ہیں اور اس کی بدبختی کی بھی گیارہ علامات ہیں۔ سعادت کی

گیارہ علامات یہ ہیں (۱) دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت کرنا (۲) عبادت اور تلاوت قرآن کی کثرت (۳) فضول بات سے احتراز (۴) نماز کا اپنے اوقات پر خصوصی اہتمام (۵) حرام چیز سے چاہے ادنیٰ درجہ کی حرام ہو بچنا (۶) صلحاء کی صحبت اختیار کرنا (۷) متواضع رہنا تکبر نہ کرنا (۸) سخی اور کریم ہونا (۹) اللہ کی مخلوق پر شفقت کرنا (۱۰) مخلوق کو نفع پہنچانا (۱۱) موت کو کثرت سے یاد کرنا۔ اور بدبختی کی علامات یہ ہیں (۱) مال جمع کرنے کی حرص (۲) دنیوی لذتوں اور شہوتوں میں مشغولی (۳) بیحیائی کی گفتگو اور بہت بولنا (۴) نماز میں سستی کرنا (۵) حرام اور مشتبہ چیزوں کا کھانا اور فاسق فاجر لوگوں سے میل جول (۶) بدخلق ہونا (۷) متکبر اور فخر کرنے والا ہونا (۸) لوگوں کو نفع پہنچانے سے یکسو رہنا (۹) مسلمانوں پر رحم نہ کرنا (۱۰) بخیل ہونا (۱۱) موت سے غافل ہونا (تنبیہ الغافلین) بندہ ناکارہ کے نزدیک ان سب کی جڑ موت کو کثرت سے یاد رکھنا ہے جب وہ ہر وقت یاد آتی رہے گی تو پہلی گیارہ انشاء اللہ پیدا ہو جائیں گی اور دوسری گیارہ سے بچاؤ حاصل ہو جائے گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ لذتوں کی توڑنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (مشکوٰۃ)

(۱۱) عن انس رضی قال توفی رجل من الصحابة فقال رجل ابشر بالجنة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اولا تدری لعله تکلم فیما لا یعنیه او بخل بما لا ینقصه رواه الترمذی کذا فی المشکوٰة۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی کا انتقال ہوا تو مجمع میں سے کسی نے ان کو بظاہر حالات کے اعتبار سے جنتی بتایا حضور نے فرمایا تمہیں کیا خبر ہے ممکن ہے کبھی انھوں نے بیکار بات زبان سے کوئی نکال دی ہو یا کبھی ایسی چیز میں بخل کیا ہو جس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

ف:- یعنی یہ چیزیں بھی ابتداءً جنت میں جانے سے مانع بن جاتی ہیں حالانکہ بیکار باتوں میں منہمک رہنا اور فضول گفتگو میں اوقات ضائع کرنا ہم لوگوں کا ایسا دلچسپ مشغلہ ہے کہ شاید ہی کسی کی کوئی مجلس اس سے خالی ہوتی ہو لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رحمت علی الامت کے قربان کہ حضور نے ہر مشکل کا حل بتلایا اور تئیس برس کے قلیل زمانہ میں

ساری دنیا کی ہر قسم کی ضرورتوں کا حل تجویز فرمایا۔ حضور کا پاک ارشاد ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ دعا ہے مجلس ختم ہونے کے بعد اٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیا کرے سبحان اللہ و بحمدہٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ (حصن حصین) دوسری چیز حدیث بالا میں وہی بخل ہو کہ شاید ایسی چیز میں بخل کر لیا ہو جس سے کوئی نقصان نہیں تھا۔ ایک اور حدیث میں یہ قصہ ذرا تفصیل سے آیا ہے اس میں حضور کا ارشاد ہے کہ شاید کسی لایعنی چیز میں گفتگو کر لی ہو یا کسی لایعنی چیز میں بخل کر لیا ہو (کنز)۔ ہم لوگ بہت سی چیزوں کو بہت سرسری سمجھتے ہیں لیکن اللہ جل شانہ کے یہاں ثواب کے اعتبار سے بھی اور عذاب کے اعتبار سے بھی ان کا بہت اونچا درجہ ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کی کوئی بات منہ سے نکالتا ہے جس کو وہ کچھ اہم بھی نہیں سمجھتا لیکن اس کی وجہ سے اسکے درجات بہت بلند ہو جاتے ہیں اور کوئی کلمہ اللہ کی ناراضی کا کہہ دیتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ اتنا نیچے پھینک دیا جاتا ہے جتنی مشرق سے مغرب دور ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۱۲) عن مولٰی لعثمان قال اهدی لام سلمة بضعة من لحم وکان النبی صلی اللہ علیه وسلم یعجبه اللحم فقالت للخادم ضعیه فی البیت لعل النبی صلی اللہ علیه وسلم یاکله فوضعته فی کوة البیت وجاء سائل فقام علی الباب فقال تصدقوا بارک اللہ فیکم فقالوا بارک اللہ فیک فذهب السائل

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں کسی شخص نے گوشت کا ایک ٹکڑا (پکا ہوا) ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کا بہت شوق تھا اس لئے حضرت ام سلمہ نے خادمہ سے فرمایا کہ اس کو اندر رکھ دے شاید کسی وقت حضور نوش فرمالیں۔ خادمہ نے اسکو اندر طاق میں رکھدیا اس کے بعد ایک سائل آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر سوال کیا کہ کچھ اللہ کے واسطے دیدو اللہ جل شانہ تمہارے یہاں برکت فرمائے گھر میں سے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ بے

فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ام سلمۃ ھل عندکم شیئ اطعمہ فقالت نعم قالت للخادم اذھبی فاٰتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذلک اللحم فذھبت فلم تجد فی الکوۃ الا قطعۃ مروۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان ذٰلک اللحم عاد مروۃ لما لم تعطوہ السائل رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ کذا فی المشکوٰۃ۔

برکت دے (یہ اشارہ تھا کہ کوئی چیز دینے کے لئے موجود نہیں) وہ سائل تو چلا گیا اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ ام سلمہ میں کچھ کھانا چاہتا ہوں کوئی چیز تمہارے یہاں ہے؟ حضرت ام سلمہ نے خادمہ سے فرمایا کہ جاؤ وہ گوشت حضور کی خدمت میں پیش کر دو وہ اندر گئیں اور جاکر دیکھا کہ طاق میں گوشت تو ہے نہیں سفید پتھر کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ معلوم ہوا تو) حضور نے فرمایا۔ تم نے وہ گوشت چونکہ سائل (فقیر) کو نہ دیا اس لئے وہ گوشت پتھر کا ٹکڑا بن گیا۔

ف۔ بڑی عبرت کا مقام ہے ازواج مطہرات کی سخاوت اور فیاضی کا کوئی کیا مقابلہ کر سکتا ہے ایک ٹکڑا گوشت کا اگر انھوں نے ضرورت سے روک لیا اور وہ بھی اپنی ضرورت سے نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت سے روکا تو اس کا یہ حشر ہوا اور یہ بھی حقیقۃً اللہ جل شانہ کا خاص لطف و کرم حضور کے گھر والوں کے ساتھ تھا کہ اس گوشت کا جو اثر فقیر کو نہ دینے سے ہوا وہ حضور کی برکت سے اپنی اصلی حالت میں گھر والوں پر ظاہر ہو گیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ضرورت مند سے بچا کر اور انکار کر کے جو شخص کھاتا ہے وہ اثر اور ثمرہ کے اعتبار سے ایسا ہی جیسا کہ پتھر کھا لیا ہو کہ اس سے اس چیز کا اصل فائدہ حاصل نہ ہوگا بلکہ سخت دلی اور منافع سے محرومی حاصل ہوگی یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ بہت سی اللہ تعالیٰ شانہ کی نعمتیں کھاتے ہیں لیکن ان سے وہ فوائد بہت کم حاصل ہوتے ہیں جو ہونے چاہئیں اور کہتے ہیں کہ چیزوں میں اثر نہیں رہا حالانکہ حقیقت میں اپنی نیتیں خراب ہیں اس

لئے بدنیتی سے فوائد میں کمی ہوتی ہے۔

(۱۳) عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اول صلاح ھذہ الامۃ الیقین والزھد واول فسادھا البخل والامل رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اس اُمت کی صلاح کی ابتدا (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) یقین اور دنیا سے بے رغبتی سے ہوئی اور اس کی فساد کی ابتدا بخل اور لمبی لمبی امیدوں سے ہوگی۔

ف:- حقیقت میں بخل بھی لمبی لمبی اُمیدوں سے ہی پیدا ہوتا ہے کہ آدمی دور دور کے منصوبے سوچتا ہے پھر اس کے لئے جمع کرنے کی فکر ہوتی ہے اگر آدمی کو اپنی موت یاد آتی رہے اور یہ سوچتا رہے کہ نہ معلوم کے دن کی زندگی ہے تو پھر نہ تو زیادہ دور کی سوچ و فکر ہو نہ زیادہ جمع کرنے کی ضرورت ہو بلکہ اگر موت یاد آتی رہے تو پھر اس گھر کے لئے زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی فکر ہر وقت سوار رہے۔

(۱۴) عن ابی ھریرۃ رضہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی بلال وعندہ صبرۃ من تمر فقال ماھذا یا بلال قال شئی ادخرتہ لغد فقال اما تخشی ان تری لہ غدًا بخارًا فی نار جھنم انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت بلال رضہ کے پاس داخل ہوئے تو ان کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ بلال یہ کیا ہے انھوں نے عرض کیا حضور آئندہ کی ضروریات کے لئے ذخیرہ کے طور پر رکھ لیا حضور نے فرمایا کہ بلال تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اس کی وجہ سے کل کو قیامت کے دن جہنم کی آگ کا دھواں تم دیکھو بلال خرچ کر ڈالو اور عرش والے (جل جلالہ) سے کمی کا خوف نہ کرو۔

ف:- ہر شخص کی ایک شان اور ایک حالت ہوا کرتی ہے ہم جیسے کمزور ضعفا ضعیف الایمان

ضعیف الیقین لوگوں کیلئے شرعاً اس کی گنجائش ہو بھی کہ وہ ذخیرہ کے طور پر آئندہ کی ضروریات کے لئے کچھ رکھ لیں لیکن حضرت بلالؓ جیسے جلیل القدر کامل الایمان کامل الیقین کی یہی شان تھی کہ ان کو اللہ جل شانہٗ سے کمی کا ذرا بھی خوف یا واہمہ نہ ہو جہنم کا دھواں دیکھنے سے اس میں جانا لازم نہیں آتا لیکن ان لوگوں کے اعتبار سے کمی تو ضرور ہو گئی جن کو یہ بھی نظر نہ آئے اور کم سے کم حساب کا قصہ تو لمبا ہو ہی جائیگا بعض احادیث میں معمولی معمولی رقم ایک دو دینار کسی شخص کے پاس نکلنے پر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہنم کی آگ کی وعید وارد ہوئی ہے جیسا کہ چھٹی فصل کی احادیث کے سلسلہ میں ۲ کے ذیل میں آرہا ہے اور حساب کا معاملہ تو ہر شخص کے لئے ہے کہ جتنا مال زیادہ ہوگا اتنا ہی حساب طویل ہوگا حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا میں نے دیکھا کہ اس میں کثرت سے داخل ہونے والے فقراء ہیں اور وسعت والے ابھی روکے ہوئے ہیں اور جہنمی لوگوں کو جہنم میں پھینک دیا گیا اور میں جہنم کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں نے اس میں کثرت سے داخل ہونے والی عورتیں دیکھیں (مشکوٰۃ)

عورتوں کے جہنم میں کثرت سے داخل ہونیکی وجہ ایک اور حدیث میں آئی ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عیدگاہ میں تشریف لے گئے جب عورتوں کے مجمع پر گذر ہوا تو حضور نے عورتوں سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم صدقہ بہت کثرت سے کیا کرو میں نے عورتوں کو بہت کثرت سے جہنم میں دیکھا ہے انھوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے حضور نے فرمایا کہ عورتیں لعنت (بد دعائیں) بہت کرتی ہیں۔ اور خاوند کی ناشکری بہت کرتی ہیں (مشکوٰۃ) اور یہ دونوں باتیں عورتوں میں ایسی کثرت سے شائع ہیں کہ حد نہیں جس اولاد پر دم دیتی ہیں ہر وقت اسکی راحت اور آرام کی فکر میں رہتی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر اس کو ہر وقت بددعائیں تو مرجا۔ تو گرجا۔ تیرا ناس ہو جا وغیرہ وغیرہ الفاظ ان کا تکیہ کلام ہوتا ہے اور خاوند کی ناشکری کا تو پوچھنا ہی کیا ہے وہ غریب جتنی بھی ناز برداری کرتا رہے ان کی نگاہ میں وہ لاپرواہی رہتا ہے ہر وقت اس غم میں مری رہتی ہیں کہ اس نے ماں کو کوئی چیز کیوں دے دی۔ باپ کو

تنخواہ میں سے کچھ کیوں دے دیا۔ بہن بھائی سے سلوک کیوں کر دیا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے صلوٰۃ الکسوف میں دوزخ جنت کا مشاہدہ فرمایا تو دوزخ میں کثرت سے عورتوں کو دیکھا صحابہ نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ احسان فراموشی کرتی ہیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اگر تو تمام عمر ان میں سے کسی پر احسان کرتا رہے پھر کوئی ذرا سی بات پیش آجائے تو کہنے لگتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہ دیکھی (مشکوٰۃ عن المتفق علیہ) حضورؐ کا یہ ارشاد بھی عورتوں کی عام عادت ہی جتنا بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اگر کسی وقت کوئی بات ان کے خلاف طبع پیش آجائے تو خاوند کے عمر بھر کے احسان سب ضائع کہ اس گھر میں مجھے کبھی چین نہ ملا ان کا خاص تکیہ کلام ہے ان روایات سے عورتوں کے کثرت سے جہنم میں داخل ہونے کی وجہ معلوم ہونیکے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے بچاؤ اور حفاظت کی چیز بھی صدقہ کی کثرت ہے چنانچہ اس پہلی والی حدیث میں ہے کہ حضور جب یہ ارشاد فرما رہے تھے تو حضرت بلالؓ حضورؐ کے ساتھ تھے اور صحابی عورتیں کثرت سے حضورؐ کا یہ پاک ارشاد سننے کے بعد اپنے کانوں کا زیور اور گلے کا زیور نکال نکال کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں جس میں وہ چندہ جمع کر رہے تھے ڈال رہی تھیں ہمارے زمانہ میں اوّل تو عورتوں کو اس قسم کی سخت حدیثیں سنکر خیال بھی نہیں ہوتا اور اگر کسی کو ہوتا بھی ہے تو پہلاں کا نزلہ بھی خاوند ہی پر گرتا ہے کہ وہی ان کی زکوٰۃ ادا کرے ان کی طرف سے صدقہ کرے اگر وہ خود بھی کریں گی تو خاوند ہی سے وصول کر کے۔ مجال ہے کہ ان کے زیوروں کو کوئی آنچ آجائے ویسے چاہے سارا ہی چوری ہو جاوے کھویا جائے یا بیاہ شادیوں اور لغو تقریبات میں گروی رکھ کر ہاتھ سے جاتا رہے مگر اس کو اپنی خوشی سے اللہ کے یہاں جمع کرنا اس کا کہیں ذکر نہیں اسی حال میں اس کو چھوڑ کر مر جاتی ہیں۔ پھر وہ وارثوں میں تقسیم ہو کر کم داموں میں فروخت ہوتا ہے۔ بنتے وقت نہایت گراں بنتا ہے بکتے وقت نہایت ارزاں جاتا ہے۔ لیکن ان کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ یہ گھڑائی کے دام بالکل ضائع جا رہے ہیں۔ ان کو بنواتے رہنے سے غرض یہ توڑا کم

وہ بنوالیا وہ ٹرھوا کر یہ توالیا اور اپنے کام آنے والا نہ وہ ہو نہ یہ ہو اور بار بار ترڑوانے میں مال کی اضاعت کے علاوہ گھڑائی کی اُجرت ضائع ہوتی رہتی ہے۔ یہ مضمون درمیان میں عورتوں کے کثرت سے جہنم میں جانے کی وجہ میں آگیا تھا اصل مضمون تو یہ تھا کہ مال کی کثرت کچھ نہ کچھ رنگ تو لاتی ہی ہے حتیٰ کہ حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارہ میں حضور کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت کی طرف بڑھ جائیں گے (مشکوٰۃ) حالانکہ ان حضرات کے ایثار اور صدقات کی کثرت اور اخلاص کا نہ تو اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ مقابلہ ہو سکتا ہے اسکے بعد حضور نے یہ دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ (اے اللہ زندگی میں بھی مجھے مسکین رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت عطا کر اور میرا حشر بھی مسکینوں کی جماعت میں فرما) حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیوں (یعنی آپ مسکینی کی دعا کیوں فرماتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا کہ مساکین اپنے اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے عائشہ مسکین کو نامراد واپس نہ کر چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو عائشہ مساکین سے محبت رکھا کر ان کو اپنا مقرب بنایا کر اللہ جل شانہ قیامت کے دن تمہیں اپنا مقرب بنائیں گے (مشکوٰۃ) بعض علماء کو اس حدیث پر یہ اشکال ہو گیا کہ اس سے عام فقراء کا انبیاء سے مقدم ہونا لازم آتا ہے بندہ کے ناقص خیال میں یہ اشکال نہیں ہے اس حدیث پاک میں اپنے اغنیاء کا لفظ موجود ہے ہر جماعت کے فقراء کا اس جماعت کے اغنیاء سے مقابلہ ہے انبیاء کا انبیاء سے صحابہ کا صحابہ سے اور اسی طرح اور جماعتیں۔

(۱۵) عن کعب بن عیاض قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان لکل امۃ فتنۃ وفتنۃ امتی المال رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ ۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ہر اُمت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے (جس میں مبتلا ہو کر وہ فتنے میں پڑ جاتی ہے) میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔)

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد بالکل ہی حق ہے کوئی اعتقادی چیز نہیں ہے روزمرہ کے مشاہدہ کی چیز ہے کہ مال کی کثرت سے جتنی آوارگی، عیاشی سود خواری زنا کاری سینما بینی جوا بازی ظلم و ستم لوگوں کو حقیر سمجھنا اللہ کے دین سے غافل ہونا عبادات میں تساہل دین کے کاموں کیلئے وقت نہ ملنا وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ ناداری میں ان کا تہائی چوتھائی بلکہ دسواں حصہ بھی نہیں ہوتا اسی وجہ سے ایک مثل مشہور ہے زر نیست عشق ٹیں ٹیں۔ پیسہ پاس نہ ہو تو پھر اناری عشق بھی زبانی جمع خرچ ہی رہ جاتا ہے اور یہ چیزیں نہ بھی ہوں تو کم سے کم درجہ مال کی بڑھوتری کا ہر وقت فکر تو کہیں گیا ہی نہیں صرف تین ہزار روپیہ کسی کو دیدیجئے پھر جو ہر وقت اس کو کسی کام میں لگا کر بڑھانے کا فکر و انگیر ہوگا تو کھانا کا سونا کہاں کا راحت آرام کیسا نماز روزہ کیسا حج زکوٰۃ اب دن بھر رات بھر دکان کے بڑھانے کی فکر ہے دکان کی مشغولی نہ کسی دینی کام میں شرکت کی اجازت دیتی ہے نہ دین کے لئے کہیں باہر جانیکا وقت ملتا ہے کہ دوکان کا حرج ہو جائے گا ہر وقت یہ فکر سوار کہ کون سا کاروبار ایسا ہے جس میں نفع زیادہ ہو کام چلتا ہوا ہو اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد جو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر آدمی کے لئے دو وادیاں (دو جنگل) مال کے حاصل ہو جائیں تو وہ تیسری کی تلاش میں لگ جاتا ہے آدمی کا پیٹ (قبر کی مٹی) ہی بھر سکتی ہے (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ہے کہ اگر آدمی کے لئے ایک وادی مال کی ہو تو دوسری کو تلاش کرتا ہے اور دو ہوں تو تیسری کو تلاش کرتا ہے آدمی کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرتی ایک حدیث میں ہے کہ آدمی کے لئے ایک جنگل کھجوروں کا ہو تو دوسرے کی تمنا کرتا ہے اور دو ہوں تو تیسرے کی اور اسی طرح تمنائیں کرتا رہتا ہے اس کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرتی (کنز) ایک حدیث میں ہے کہ اگر آدمی کو ایک وادی سونے کی دیدی جائے تو وہ دوسری کو تلاش کرتا ہے اور دو ہوں تو تیسری کو تلاش کرتا ہے آدمی کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی (بخاری) مٹی سے بھرنیکا مطلب یہ ہے کہ قبر کی مٹی میں جا کر ہی وہ اپنی اس ہل من مزید کی خواہش سے رک سکتا ہے دنیا میں رہتے رہتے تو ہر وقت اس پر اضافہ اور زیادتی کی فکر رہتی ہے ایک کا دو

اچھی طرح چل رہا ہو اس میں بقدر ضرورت آمدنی ہو رہی ہو کہیں کوئی دوسری چیز سامنے آگئی اس میں بھی اپنی ٹانگ اڑادی ایک سے دو ہو گئی دو سے تین ہو گئی غرض جتنی آمدنی بڑھتی جائے گی اس کو مزید کاروبار میں لگانے کی فکر رہے گی یہ نہیں ہو گا کہ اس پر قناعت کر کے کچھ وقت اللہ کی یاد میں مشغولی کا نکل آئے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا اے اللہ میری اولاد کا رزق قوت ہو یعنی بقدر کفایت ہو زائد ہو ہی نہیں جس کے چکر میں میری اولاد پھنس جائے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہتری اور خوبی اس شخص کے لئے ہے جو اسلام عطا کیا گیا ہو اور اس کا رزق بقدر کفایت ہو اور اس پر قانع ہو ایک اور حدیث میں ہے کہ کوئی فقیر یا غنی قیامت میں ایسا نہ ہو گا جو اس کی تمنا نہ کرتا ہو کہ دنیا میں اس کی روزی صرف قوت (یعنی بقدر کفایت) ہوتی (احیاء) بخاری شریف کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا کی قسم مجھے تمھارے اوپر تمہارے فقر و فاقہ کا خوف نہیں ہے بلکہ اس کا خوف ہے کہ تم پر دنیا کی وسعت ہو جائے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر ہو چکی ہے پھر تمہارا اس میں دل لگنے لگے جیسا کہ ان کا لگنے لگا تھا پس یہ چیز تمہیں بھی ہلاک کر دے جیسا کہ پہلی امتوں کو کر چکی ہے (مشکوٰۃ) انکے علاوہ اور بھی بہت سی روایات میں مختلف عنوانات سے مختلف قسم کی تنبیہات سے مال کی کثرت اور اس کے فتنہ پر تنبیہ فرمایا اس لئے نہیں کہ مال فی حد ذاتہ کوئی ناپاک یا عیب کی چیز ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ہم لوگوں کے قلوب کے فساد کی وجہ سے بہت جلد ہمارے دلوں میں مال کی وجہ سے تعفن اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اگر کوئی شخص اسکی مضرتوں کو سمجھتے ہوئے اسکی زیادتی سے احتراز کرتے ہوئے شرائط کے ساتھ اس کا استعمال کرے تو مضر نہیں بلکہ مفید ہو جاتا ہے لیکن چونکہ عام طور سے نہ شرائط کی رعایت ہوتی ہے نہ اصلاح کی فکر ہوتی ہے اس بنا پر یہ اپنا زہریلا اثر بہت جلد پیدا کر دیتا ہے اسکی بہترین مثال ہیضہ کے زمانہ میں امرود کا کھانا ہے کہ فی حد ذاتہ امرود کے

اندکوئی عیب نہیں اسکے جو فوائد ہیں وہ اب بھی اس میں موجود ہیں لیکن ہوا کے فساد
کی وجہ سے اس کے استعمال سے بالخصوص کثرت استعمال سے بہت جلد اس میں تغیر
پیدا ہو کر مضرت اور ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے اسی وجہ سے علی العموم ڈاکٹر ہیضہ
کے زمانہ میں امرودوں کی سختی سے ممانعت کر دیتے ہیں۔ ٹوکرے کے ٹوکرے ضائع
کرا دیتے ہیں حیرت کی بات ہے کہ اگر معمولی حکیم یا ڈاکٹر کسی چیز کو مضر بتاتا ہے تو طبعًا
ہمارے قلوب اس سے ڈرنے لگتے ہیں چنانچہ ڈاکٹروں کے ان اعلانات کے بعد اچھے
اچھے سورماؤں کی ہمت امرود کھانے کی نہیں رہتی لیکن وہ ہستی جسکے جوتوں کی خاک تک
بھی کوئی حکیم یا ڈاکٹر نہیں پہونچ سکتا جسکی تجویزات نور نبوت سے مستفاد ہیں اسکا اعلان
اسکی تجویز پر ذرا بھی خوف پیدا نہ ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بار بار اس کے فتنوں
اور اسکی مضرتوں پر تنبیہ فرما رہے ہیں تو یقینًا ہر شخص کو بہت زیادہ اس کی مضرتوں
سے ڈرتے رہنا چاہیئے اس کے استعمال کے لئے شرعی قوانین کے ماتحت جو اس کے لئے
ایسے ہیں جیسا کہ امرود کے لئے نمک مرچ لیموں وغیرہ مصلحات ہیں ان کا بہت زیادہ
اہتمام کرنا چاہیئے اللہ کے حقوق کی ادائیگی کا بہت زیادہ اس میں فکر کرتے رہنا چاہیئے خود
حضور کا ارشاد ہے کہ غنی میں اس شخص کے لئے نقصان نہیں جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ (مشکوٰۃ)
میرے نسبی بزرگوں میں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی مشہور فقیہ حضرت اقدس مرجع الکل شاہ
عبدالعزیز صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کے خاص شاگرد ہیں انکی بیاض میں انکے شیخ
کے بیاض سے نقل کیا ہے کہ دینار (یعنی مال) آدمی کیلئے حق تعالیٰ شانہ کی مرضیات پر عمل کرنے
کے لئے بہترین مدد ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو حق تعالیٰ شانہ
کی طرف بلایا تو ان چیزوں کے چھوڑ دینے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ اسباب معیشت اور اہل و
عیال کی خدمت میں ترغیب دی لہٰذا مال کا اور اپنے اہل و عیال میں رہنے کا انکار نا واقف
شخص ہی کر سکتا ہے حضرت عثمانؓ کے وصال کے وقت انکے خزانچی کے پاس ایک لاکھ پچاس
اشرفیاں اور دس لاکھ درم تھے اور جائداد خیبر وادی قری وغیرہ کی تھی جس کی قیمت دو
لاکھ دینار تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے مال کی قیمت پچاس ہزار دینار تھی

اور ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار غلام چھوڑے تھے اور عمرو بن العاص رضؓ نے تین لاکھ دینار چھوڑے تھے اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے مال کی تو شمار ہی مشکل ہے اسکے باوجود حق تعالیٰ شانہ نے انکی تعریف قرآن پاک میں فرمائی یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجھہ (کہف ع ۴) اپنے رب کی عبادت صبح شام (یعنی ہمیشہ) محض اسکی رضا کے واسطے کرتے ہیں اور ارشاد ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (نور ع ۵) ایسے لوگ ہیں کہ انکو تجارت وغیرہ اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی فقط بیاض کی عبارت عربی ہے یہ اسکا ترجمہ ہے اور صحیح ہے کہ اس زمانہ میں فتوحات کی کثرت سے عام طور پر ان حضرات کی مالی حالت ایسی ہی تھی دنیا اور ثروت انکے جوتوں سے لپٹتی تھی یہ اسکو پھینکتے تھے اور وہ انکو چمٹتی تھی لیکن اس سب کے باوجود اسکے ساتھ انکی دل بستگی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولی کیا تھی فضائل نماز اور حکایات صحابہ میں ان حضرات کے کچھ واقعات ذکر کئے گئے ہیں انکو عبرت اور غور سے دیکھو یہی عبداللہ بن زبیر اپنی اس دولت کے ساتھ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو جیسے ایک کیل کہیں گاڑ دی ہو سجدہ اتنا لمبا ہوتا کہ چڑیاں کمر پر آکر بیٹھ جاتیں اور حرکت کا ذکر نہیں جس زمانہ میں خود ان پر چڑھائی ہو رہی تھی اور ان پر گولہ باری ہو رہی تھی نماز پڑھ رہے تھے ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے اس کا ایک حصہ گرا ان کی داڑھی کے پاس سے گذرا مگر ان کو اس کا پتہ بھی نہ چلا۔

ایک صحابی کا باغ کھجوروں کا خوب پکے ہوئے تھا یہ اس باغ میں نماز پڑھ رہے تھے نماز میں باغ کا خیال آ گیا اس کا رنج اور صدمہ اس قدر ہوا کہ نماز کے بعد فوراً باغ کو حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں جو اسوقت امیرالمومنین تھے پیش کر دیا انھوں نے پچاس ہزار میں اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ کر دی حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں دو بوریاں درم کی نذرانہ میں آئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درم تھے طباق منگایا اور بھر بھر کر سب تقسیم کر دیں اپنا روزہ تھا یہ بھی خیال نہ آیا کہ اپنے افطار کیلئے کچھ رکھ لیں یا کوئی چیز منگا لیں افطار کے وقت جب باندی نے افسوس کیا کہ اگر ایک درم کا گوشت منگا لیتیں تو آج ہم بھی گوشت سے کھانا کھا لیتے تو فرمایا اب افسوس سے کیا ہوتا ہے جب یاد دلا دیتی تو میں منگا دیتی - حکایات

صحابہ میں یہ اور اس قسم کے چند واقعات ذکر کئے گئے' ان کے علاوہ ہزاروں واقعات ان حضرات کے تاریخ میں موجود ہیں' ان کو مال کیا نقصان دے سکتا تھا جن کے نزدیک اس میں اور گھر کے کوڑے میں کوئی فرق بھی نہ ہو کاش اللہ جل شانہ اس صفت کا کوئی شمہ اس ناپاک کو بھی عطا کر دیتا یہاں ایک بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ ان حضرات متمول صحابہ کرام کے ان احوال سے مال کی کثرت کے جواز پر استدلال تو ہو سکتا ہے کہ خیر القرون اور خلفائے راشدین کے دور میں یہ مثالیں بھی ملتی ہیں لیکن ہم لوگوں کو اس زہر کے اپنے پاس رکھنے میں انکے اتباع کو ڈھونڈنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی تپ دق کا بیمار کسی جوان قوی تندرست کے اتباع میں روزانہ صحبت کیا کرے کہ وہ تین چار دن میں قبر کا گڑھا ہی دیکھے گا رسالہ کے ختم پر حکایات کے سلسلہ میں ۲۴ پر ایک عارف کا ارشاد غور سے دیکھنا چاہیے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ مال بمنزلہ ایک سانپ کے ہے جس میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی ہے اس کے فوائد بمنزلہ تریاق کے ہیں اور اس کے نقصانات بمنزلہ زہر کے جو اس کے فوائد اور نقصانات سے واقف ہو جاوے وہ اس پر قادر ہو سکتا ہے کہ اس کے فوائد حاصل کرے اور نقصانات سے محفوظ رہے اس میں فوائد تو دو قسم کے ہیں دنیوی اور دینی۔ دنیوی فوائد تو ہر شخص جانتا ہے انہیں کی وجہ سے سارا جہان اس کے کمانے میں مرمٹ رہا ہے۔ دینی فوائد تین ہیں اوّل یہ کہ بواسطہ یا بلا واسطہ عبادت کا سبب ہو بلا واسطہ تو جیسے حج، جہاد وغیرہ کہ یہ روپیہ ہی سے ہو سکتے ہیں اور بواسطہ یہ کہ اپنے کھانے پینے اور ضروریات میں خرچ کرے کہ یہ ضرورتیں اگر پوری نہ ہوں تو آدمی کا دل ادھر مشغول رہتا ہے جس کی وجہ سے دینی مشاغل میں اشتغال کا وقت نہیں ملتا اور جب یہ بواسطہ عبادت کا ذریعہ ہے تو خود بھی عبادت ہوا لیکن صرف اتنی ہی مقدار جس سے دینی مشاغل میں اعانت ملے اس سے زیادہ مقدار اس میں داخل نہیں، دوسرا دینی فائدہ اس سے کسی دوسرے پر خرچ کرنے کے متعلق ہے اور یہ چار قسم پر ہے۔ (الف) صدقہ جو غرباء پر کیا جائے اسکے فضائل بیشمار ہیں جیسا کہ پہلے کچھ گذر چکے (ب) مروت جو اغنیاء پر دعوت ہدیہ وغیرہ میں خرچ کیا جائے کہ وہ صدقہ نہیں ہے اس لئے کہ صدقہ فقراء پر ہوتا ہے یہ قسم بھی دینی فوائد لئے ہوئے ہے کہ اس سے آپس کے تعلقات قوی ہوتے

ہیں سخاوت کی بہترین عادت پیدا ہوتی ہے بہت سی احادیث ہدایا اور کھانا کھلانے کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں اس قسم میں ان لوگوں کے فقر کی قید نہیں ہے جن پر خرچ کیا جائے (بندہ کے ناقص خیال میں یہ فائدہ بسا اوقات پہلے نمبر سے بھی بڑھ جاتا ہے مگر جب ہی کہ جب اس میں خرچ بھی کیا جائے لیکن جو شخص ننانوے کے پھیر میں پڑ جائے اس کے لئے نہ یہ فضائل کار آمد ہیں نہ وہ سب احادیث جو ان کے فضائل میں آئی ہیں اس پر اثر کرتی ہیں۔ (۳) اپنی آبرو کا تحفظ یعنی مال کا ایسی جگہ خرچ کرنا جس میں اگر خرچ نہ کیا جائے تو کمینہ لوگوں کی طرف سے بدگوئی فحش وغیرہ مضرتوں کا اندیشہ ہے یہ بھی صدقہ کے حکم میں آجاتا ہے حضور کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنی آبرو کی حفاظت کے لئے جو خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ کرتا ہے (بندۂ ناکارہ کے نزدیک دفع ظلم کے لئے رشوت دینا بھی اس میں داخل ہے رشوت کا دینا کسی نفع کے حاصل کرنے کے واسطے حرام ہے ناجائز ہے دینے والا بھی ایسا ہی گنہ گار ہے جیسا کہ لینے والا لیکن ظالم کے ظلم کو ہٹانے کے واسطے دینے والے کو جائز ہے لینے والے کو حرام ہے۔ (د) مزدوروں کی اجرت دینا کہ آدمی بہت سے کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کر سکتا اور بعض کام ایسے بھی ہوتے ہیں جنکو آدمی خود کر تو سکتا ہے لیکن ان میں بہت سا عزیز وقت صرف ہوتا ہے اگر ان کاموں کو اجرت پر کرالے تو اپنا یہ وقت علم و عمل ذکر و فکر وغیرہ ایسے امور میں خرچ ہو سکتا ہے جنمیں دوسرا نائب نہیں ہو سکتا تیسرا دینی فائدہ عمومی اخراجات خیر ہیں جن میں کسی دوسرے معین شخص پر تو خرچ نہیں کیا جاتا کہ یہ دوسرے نمبر میں گذر چکے ہیں البتہ عمومی فوائد اس سے حاصل ہوتے ہیں جیسا مساجد کا بنانا۔ مسافر خانے پل وغیرہ بنانا مدارس شفاخانے وغیرہ ایسی چیزیں بنانا جو اپنے مرنے کے بعد بھی ان کے اجر و ثواب اور ان سے فوائد حاصل کرنے والے صلحا کی دعائیں پہونچتی رہیں یہ تو اجمال ہے اس کے فوائد کا اور سارے فوائد جو اس سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ ان میں آگئے۔ حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مال کا خرچ کرنا سات طرح سے عبادت ہے (۱) زکوٰۃ جس میں عشر بھی داخل ہے (۲) صدقۂ فطر (۳) نفل خیرات جس میں مہمانی بھی داخل ہے اور قرض داروں کی اعانت بھی (۴) وقف مساجد، سرائے، پل وغیرہ بنانا۔ (۵) حج فرض ہو یا نفل یا کسی

دوسرے کی حج میں مدد ہو تو شہر سے باہر سوا لاکھ کا ہے (۶) جہاد میں خرچ کرنا کا ایک درم اس میں سات سو درم کے برابر ہے (۷) جنکے اخراجات اپنے ذمہ ہیں انکو ادا کرنا جیسا کہ بیوی کا اور چھوٹی اولاد کا خرچ ہے اور اپنی وسعت کے بعد محتاج رشتہ داروں کا خرچ وغیرہ (تفسیر عزیزی) امام غزالی فرماتے ہیں کہ مال کے نقصانات بھی دو قسم کے ہیں دینی اور دنیوی - دینی نقصانات تین قسم پر ہیں (الف) معاصی کی کثرت کا سبب ہوتا ہے کہ آدمی اکثر و بیشتر اسی کی وجہ سے شہوتوں میں مبتلا ہوتا ہے اور ناداری اور عجز انکی طرف متوجہ بھی نہیں ہونے دیتا جب آدمی کو کسی معصیت کے حصول سے نا امیدی ہوتی ہے تو دل اسطرف زیادہ متوجہ بھی نہیں ہوتا اور جب اپنے کو اس پر قادر سمجھتا ہے تو کثرت سے ادھر توجہ رہتی ہے اور مال قدرت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ اسی وجہ سے مال کا فتنہ فقر کے فتنہ سے بڑھا ہوا ہے (ب) جائز چیزوں میں تنعم کی کثرت کا سبب ہے اچھے سے اچھا کھانا اچھے سے اچھا لباس وغیرہ وغیرہ بھلا مالدار سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ جو کی روٹی اور موٹا کپڑا پہنے اور ان تنعمات کا حال یہ ہے کہ ایک چیز دوسرے کو کھینچتی ہے اور شدہ شدہ اخراجات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور آمدنی جب انکو کافی نہیں ہوتی تو ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرنے کی فکریں پیدا ہونے لگتی ہیں اور جھوٹ نفاق وغیرہ بری عادات کی بنیاد اسی سے پڑتی ہے کہ مال کی کثرت کیوجہ سے ملاقاتی بھی کثیر ہونگے اور ان کے تعلقات کی بقا اور حفاظت کیواسطے اس قسم کے امور کثرت سے پیدا ہونگے اور تعلقات کی کثرت میں بغض عداوت، حسد، کینہ وغیرہ امور طرفین میں کثرت سے پیدا ہونگے اور ایسے بے انتہا عوارض آدمی کے ساتھ لگ جائیں گے جن سے مال کے ہوتے ہوئے خلاصی دشوار ہے اور غور کرنیسے معصیتیں وسیع پیمانے پر پہونچ جاتی ہیں اور ان سب کا پیدا ہونا مال ہی کے سبب سے ہوتا ہے (ج) اور کم سے کم اس بات سے تو کوئی بھی مالدار خالی نہیں ہو سکتا کہ اس کا دل مال کی صلاح و فلاح کے خیال میں اللہ کے ذکر فکر سے غافل رہے گا اور جو چیز اللہ جل شانہ سے غافل کر دے وہ خسارہ ہی خسارہ ہے اسی واسطے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مال میں تین آفتیں ہیں اوّل یہ کہ ناجائز طریقہ سے کمایا جاتا ہے کسی نے عرض کیا کہ اگر جائز طریقہ سے حاصل ہو تو آپ نے فرمایا کہ بیجگہ خرچ ہوتا ہے کسی نے عرض کیا اگر اپنے محل ہی میں خرچ کیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی اصلاح کا فکر اللہ جل شانہ سے تو مشغول کر ہی دیگا۔

اور یہ لا علاج بیماری ہے کہ ساری عبادات کا لب لباب اور مغز اللہ جل شانہ کا ذکر و فکر ہے اور اسکے لئے فارغ دل کی ضرورت ہے اور صاحب جائداد شخص دن بھر رات بھر کاشتکاروں کے جھگڑوں کی سوچ میں رہتا ہے ان سے وصولی کے حساب کتاب میں رہتا ہے شریکوں کے معاملات کی فکر میں رہتا ہے کہیں ان کے حصوں کا جھگڑا ہے ان سے پانی کی بانٹ پر جھگڑا ہے کہیں ڈول بندیوں میں لڑائی ہے اور حکام اور ان کے ایلچیوں کا قصہ علیحدہ ہر وقت کا ہے نوکروں مزدوروں کی خبر گیری ان کے کام کی نگرانی ایک مستقل شغل ہے اسی طرح تاجر کا حال ہے کہ اگر شرکت میں تجارت ہو تو شرکا کی حرکتیں ہر وقت کی ایک مستقل مصیبت اور مستقل مشغلہ ہے اور تنہا تجارت ہو تو نفع کے بڑھنے کا فکر ہر وقت اپنی محنت میں کوتاہی کا خیال تجارت میں نقصان کا فکر ایسے امور ہیں جو ہر وقت مسلط رہتے ہیں مشاغل کے اعتبار سے سب سے کم وہ خزانہ ہے جو نقد کی صورت میں اپنے پاس ہو لیکن اس کی حفاظت اور اضاعت کا اندیشہ چوروں کا فکر اور اس کے خرچ کرنیکے مصارف کا فکر اور جن لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف لگی رہتی ہیں۔ ان کا خیال ایسے تفکرات ہیں کہ جن کی کوئی انتہا نہیں ہے اور یہی وہ سب دنیوی مضرات ہیں جو مال کے ساتھ لگی رہتی ہیں اور جس کے پاس بقدر ضرورت ہو وہ ان سب افکار سے فارغ ہے

لنگی زیر و لنگی بالا نے غم دزد نے غم کالا

ایک لنگی نیچے ایک لنگی اوپر نہ چور کا ڈر نہ پونجی کا کہ اسکی کس طرح حفاظت کروں؟ روز افزوں اخراجات کس طرح پورے کروں) پس مال کا تریاق اس میں سے بقدر ضرورت اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرنیکے بعد جو کچھ بچے اس کو خیر کے مصارف میں خرچ کر دینا ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زہر ہی زہر ہے آفت ہی آفت ہے حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے اس زہر سے اس ناکارہ کو بھی محفوظ رکھے اور نیک مصرف پر خرچ کی توفیق عطا فرمائے (احیاء) اس کی مثال بالکل سانپ کی سی ہے کہ جو لوگ اسکے پکڑنے کے ماہر ہیں اس کے طریقوں سے واقف ہیں ان کے لئے اس کے پکڑنے میں کوئی نقصان نہیں بلکہ وہ اس سے تریاق بنا سکتے ہیں اور دوسرے فوائد حاصل کر سکتے

ہیں لیکن کوئی ناواقف ان باہروں کی حرص کرکے سانپ کو پکڑے گا تو ہلاک ہوگا اسی طرح متمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حرص کرکے ہم لوگ اگر اس زہر کا استعمال کثرت سے کریں تو ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے اور ان حضرات کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق محض اعتقادی بات نہیں ان کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کی کھلی شہادت دیتا ہے کہ ان کے یہاں اس کی وقعت ایندھن سے زیادہ نہ تھی ان کیلئے اس کا وجود حق تعالیٰ شانہ سے ذرا سی توجہ بھی ہٹانے والا نہ تھا اور اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے رہتے تھے جیسا کہ ان کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے۔ واللہ الموفق لما

تیسری فصل صلۂ رحمی کے بیان میں

یہ فصل درحقیقت پہلی ہی فصلوں کا تتمہ ہے لیکن اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام میں اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ارشادات میں اس پر خصوصیت سے تاکید یں فرمائی ہیں اور تعلقات کے توڑنے پر خصوصی وعیدیں فرمائی ہیں اس لئے اس مضمون کو اہتمام کی وجہ سے مستقل فصل میں ذکر کیا گیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اہلِ قرابت پر صدقہ کا ثواب دوگنا ہے (کنز) ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی نے ایک باندی آزاد کی تو حضور نے فرمایا کہ اگر تم اس کو اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو وہ افضل تھا۔ (کنز) لہٰذا صدقات کے اندر اگر کوئی دوسری دینی ضرورت اہم نہ ہو تو عام صدقہ سے اہلِ قرابت پر صدقہ کرنا افضل ہے البتہ اگر کوئی دینی ضرورت درپیش ہو تو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا تک ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اور احادیث میں بہت کثرت سے صلہ رحمی کی ترغیبات اور قطع رحمی پر وعیدیں آئی ہیں مگر خوف ہے اس رسالہ کے بڑھ جانے کا اس لئے صرف تین آیات ترغیب کی اور تین آیات وعید کی ذکر کر کے چند احادیث اس مضمون کی ذکر کرتا ہوں کہ ذرا بھی طول ہو گیا تو ہم لوگوں کو ان کے پڑھنے کی بھی فرصت نہ ملے گی مگر یہ سارے مضامین اس قدر اہم ہیں کہ باوجود اختصار کے بھی یہ رسالہ بڑھتا ہی جا رہا ہے اور ایک حصہ کے بجائے شاید دو حصے کرنے پڑ جائیں۔

(۱) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ

بیشک اللہ جل شانہ اعتدال کا اور احسان کا اور اہلِ قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور منع کرتے ہیں۔ بے حیائی سے اور بری بات

تَذَكَّرُوْنَ ۝ (نحل ع ۱۳) اور کسی پر ظلم کرنے سے اور وہ تم کو (ان امور کی) نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرلو۔

ف: حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک میں بہت سی جگہ اہل قرابت کی خیرخواہی ان کو دینے کا حکم اور اسکی ترغیب فرمائی ہے چند آیات کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے جس کا دل چاہے کسی مترجم قرآن شریف کو لے کر دیکھ لے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى (بقرہ ع ۱۰) قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ (بقرہ ع ۲۶) سورۂ نساء کا پہلا رکوع تمام، وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى (نساء ع ۶) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (انعام ع ۱۹) وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (انفال ع ۱۰) لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (یوسف ع ۱۰) وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ يُّوْصَلَ (رعد ع ۳) رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ (ابراہیم ع ۶) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (بنی اسرائیل ع ۳) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ (بنی اسرائیل ع ۳) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (بنی اسرائیل ع ۳) وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ (مریم ع ۱) وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ (مریم ع ۲) إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ يٰأَبَتِ الخ (مریم ع ۳) وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ص (مریم ع ۴) وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (طٰہٰ ع ۸) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا (فرقان ع ۶) وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۝ (احقاف ع ۲) رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ (نوح ع ۲) یہ چند آیات نمونہ کے طور پر ذکر کی گئیں کہ سب کے لکھنے میں اور ترجمہ میں طول کا ڈر تھا ان تین آیات کے علاوہ جو مفصل یہاں ذکر کی گئیں انکے علاوہ اور بھی آیات ملیں گی جس چیز کو اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام میں بار بار ارشاد فرمایا ہو اس کی اہمیت کا کیا پوچھنا۔ حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے سمندر کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنی اسرائیل کے لئے دو ٹکڑے کردیا تھا۔ توراۃ میں لکھا ہے کہ اللہ سے ڈرتا رہ اور صلہ رحمی کرتا رہ میں تیری عمر بڑھا دونگا۔ سہولت کی چیزوں میں تیرے لئے سہولت پیدا کروں گا مشکلات کو دور کردوں گا۔ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک میں کئی جگہ صلہ رحمی کا حکم کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ (نساء ع ۱) یعنی اللہ تعالیٰ شانہ

سے ڈرتے رہو جس کو اپنی حاجت طلب کرتے ہو اور رشتوں سے ڈرتے رہو یعنی ان کو جوڑتے رہو توڑو نہیں دوسری آیت میں ارشاد ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ یعنی رشتہ دار کا جو حق نیکی اور صلہ رحمی کا ہے وہ ادا کرتے رہو۔ تیسری جگہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ یعنی اللہ جل شانہ توحید کا اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کا حکم فرماتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا اور ان سے درگذر کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور رشتہ داروں کو دینے کا یعنی صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں تین چیزوں کا حکم فرمانے کے بعد تین چیزوں سے منع کیا ہے فحش سے یعنی گناہ سے اور منکر سے یعنی ایسی بات سے جس کی شریعت میں اور سنت میں اصل نہ ہو اور ظلم سے یعنی لوگوں پر تعلّی سے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی تم کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو حضرت عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ حضور سے مجھے بہت محبت تھی اور اسی کی شرم میں میں مسلمان ہوا تھا کہ حضور مجھ سے مسلمان ہونے کو فرماتے تھے اس وجہ سے میں مسلمان ہو گیا لیکن اسلام میرے دل میں نہ جما تھا ایک مرتبہ میں حضور کے پاس بیٹھا ہوا کچھ باتیں کر رہا تھا کہ مجھ سے باتیں کرتے کرتے حضور کسی دوسری طرف ایسے متوجہ ہو گئے جیسے کسی اور سے باتیں کر رہے ہوں تھوڑی دیر میں پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور یہ آیت شریفہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ آخر تک نازل ہوئی مجھے اس مضمون سے بہت مسرت ہوئی اور اسلام میرے دل میں جم گیا میں وہاں سے اٹھ کر حضور کے چچا ابو طالب کے پاس گیا (جو مسلمان نہ تھے) ان سے جا کر میں نے کہا کہ میں تمہارے بھتیجے کے پاس تھا ان پر اسوقت یہ آیت نازل ہوئی وہ کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کرو فلاح کو پہونچ گے خدا کی قسم وہ اپنی نبوت کے دعوی میں سچے ہوں یا جھوٹے لیکن تمہیں تو اچھی عادتوں کی ہی تعلیم اور کریمانہ اخلاق سکھاتے ہیں (تنبیہ الغافلین) یہ ایسے شخص کی نصیحت ہے جو خود مسلمان بھی نہیں ہیں کہ وہ بھی اس کا اقرار کرتے ہیں کہ نبوت کا دعوی سچا ہو یا جھوٹا لیکن اسلام کی تعلیم بہترین تعلیم ہے وہ کریمانہ اخلاق سکھاتی ہے مگر افسوس کہ آج ہم مسلمانوں ہی کے اخلاق سب سے زیادہ گرے ہوئے ہیں۔

(۲) وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (نور ع ۳)

ف - یہ آیت شریفہ اور اسکا ترجمہ پہلی فصل کی ۸ پر گذر چکا ہے مجھے اس کے اعادہ سے اس پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ ہم لوگ اپنے ان اسلاف کے معمولات پر بھی غور کریں اور حق تعالیٰ شانہ کی اس ترغیب پر بھی کتنا سخت اور اہم واقعہ ہے کہ حضورؐ کی بیوی سارے مسلمانوں کی ماں ان پر اولاد کی طرف سے بے بنیاد تہمت لگائی جائے اور اس کو پھیلانے والے وہ قریبی رشتہ دار ہوں جن کا گذر اوقات بھی ان کے باپ ہی کی اعانت پر ہو اس پر باپ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو جسقدر بھی رنج اور صدمہ ہو وہ ظاہر ہے اس پر بھی اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ ترغیب کہ معاف کریں اور در گذر کریں اور حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے عمل کہ جتنا پہلے خرچ کرتے تھے اس میں اضافہ فرمایا جیسا کہ پہلے گذر چکا کیا ہم بھی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایسا معاملہ کرسکتے ہیں کہ کوئی ہم پر الزام رکھے ہمارے گھر والوں کو کسی سخت چیز کے ساتھ متہم کرے اور پھر ہم قرآن پاک کی اس آیت شریفہ کو تلاوت کریں اور اس رشتہ دار کی قرابت پر نگاہ رکھتے ہوئے کسی قسم کی اعانت اس کی گوارا کرلیں حاشا وکلا عمر بھر کی اوسی سے نہیں اسکی اولاد سے بھی دشمنی بندھ جائیگی بلکہ جو دوسرے رشتہ دار اس سے تعلق رکھیں گے ان کا بھی بائیکاٹ کردیں گے اور جس کسی تقریب میں وہ شریک ہونگے مجال ہے کہ ہم اس میں شرکت کرلیں ۔ کیوں فقط اس لئے کہ یہ لوگ ایسے شخص کی تقریب میں یا دعوت میں شریک ہوگئے جس نے ہمیں گالی دیدی ہماری آبرو گرادی ہماری بہو بیٹی پر تہمت لگادی چاہے یہ لوگ اس گالی دینے والے کے فعل سے کتنے ہی ناراض ہوں مگر اس کی تقریب میں شرکت کے جرم میں ان سے بھی ہمارا قطع تعلق ہے اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد یہ ہے کہ ہم خود بھی اس کی اعانت سے ہاتھ نہ روکیں اور ہمارا عمل یہ ہے کہ کوئی دوسرا بھی اس کی دعوت کردے تو ہم اس دوسرے سے بھی تعلقات منقطع کردیں لیکن جن کے دل میں حقیقی ایمان ہے اللہ جل شانہٗ کی عظمت ان میں راسخ ہے اس کے پاک ارشاد کی ان کو وقعت ہے انھوں نے اس پر عمل کرکے دکھا دیا کہ اطاعت کرنا اس کو کہتے ہیں ۔ مطیع ایسے ہوتے ہیں اللہ جل شانہٗ اپنے عالی شان کے موافق ان پر رحمتیں نازل

فرمائے اور انکی شان کے موافق انکے درجات بلند فرمائے آخر یہ بھی جذبات رکھتے تھے غیرت حمیت رکھتے تھے انکے سینوں میں دل اور اس میں جذبات بھی تھے لیکن اللہ جل شانہ کی رضا کے سامنے کیسا دل اور کہاں کے جذبات کیسی غیرت اور کہاں کی بڑائی اللہ کی رضا کے مقابلہ میں سب چیز فنا تھی۔

(۳) وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ

(احقاف ع ۲)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا (بالخصوص ماں کے ساتھ احسان کا اور بھی زیادہ کیونکہ) اس کی ماں نے بڑی مشقت کے ساتھ اس کو پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت سے اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھڑانے میں (اکثر کم سے کم) تیس مہینے ہو جاتے ہیں (کتنی طویل مشقت ہے) یہاں تک کہ جب وہ بچہ جوان ہوتا ہے (اور دانائی کے زمانہ) چالیس برس کو پہونچتا ہے تو (جو سعید ہوتا ہے وہ) کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھے اس پر مداومت دیجئے کہ میں ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھکو اور میرے والدین کو عطا فرمائیں اور (اسکی توفیق دیجئے کہ) میں ایسے نیک کام کیا کروں جن سے آپ راضی ہو جائیں اور میری اولاد میں بھی میرے (نفع کے) لئے صلاحیت پیدا فرما دیجئے میں (اپنے سارے گناہوں سے) توبہ کرتا ہوں اور میں آپ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں (آگے حق تعالیٰ

بشانہ ان لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہی لوگ
ہیں جنکے نیک کاموں کو ہم قبول کر لیں گے
اور ان کی بُرائیوں سے درگذر کریں گے اس طرح
پر کہ یہ جنت والوں میں سے ہوں گے یہ اس وعدہ
کی وجہ سے ہو جس کا ان سے دنیا میں وعدہ کیا
جاتا تھا (کہ نیک اعمال کا صلہ جنت ہے)

ف ۔حق تعالیٰ شانہٗ نے اہل قرابت اور والدین کے بارہ میں بار بار تاکید فرمائی جیسا کہ پہلی آیت شریفہ کے ذیل میں بھی گذر چکا۔ اس آیت شریفہ میں خاص طور سے والدین کے بارہ میں احسان کی خصوصی تاکید فرمائی کہ ہم نے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا ہے یہ مضمون اسی عنوان سے کہ ہم نے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا۔ تین جگہ قرآن پاک میں وارد ہے پہلی جگہ سورہ عنکبوت ع ۱ میں پھر سورۂ لقمان ع ۲ میں تیسری مرتبہ یہاں جس سے بہت زیادہ تاکید معلوم ہوتی ہے صاحب خازن نے لکھا ہے کہ یہ آیت شریفہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی شان میں نازل ہوئی کہ ابتداءً ان کی رفاقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شام کے سفر میں ہوئی تھی جبکہ انکی عمر ۱۸ سال کی تھی اور حضور کی عمر شریف ۲۰ سال کی تھی اس سفر میں راستہ میں ایک بیری کے درخت کے پاس ان دونوں حضرات کا قیام ہوا حضرت ابوبکر رضؓ وہاں ایک راہب تھا اس کی طرف تشریف لے گئے اور حضور درخت کے سایہ میں تشریف فرما رہے اس راہب نے ابوبکر رضؓ سے پوچھا کہ یہ شخص جو درخت کے نیچے ہے کون ہے آپ نے فرمایا محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب۔ راہب نے کہا خدا کی قسم یہ نبی ہیں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سے اس درخت کے نیچے کوئی نہیں بیٹھا یہی نبی آخر الزماں ہیں جب حضور کی عمر شریف چالیس ۴۰ سال کی ہوئی اور آپ کو نبوت ملی تو حضرت ابوبکر مسلمان ہوئے اور دو برس بعد جب آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو یہ دعا کی رَبِّ اَوْزِعْنِیْ کہ مجھے توفیق دیجئے کہ میں اس نعمت کا شکر ادا کروں جو مجھ پر اور

میں کہ والدین پر ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ یہ فضیلت مہاجرین میں اور کسی کو حاصل نہیں کہ اس کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوئے ہوں اور دوسری دعا اولاد کے متعلق صلاحیت کی فرمائی جس کا ثمرہ یہ ہے کہ آپ کی اولاد بھی مسلمان ہوئی۔ (خازن) سب سے پہلی آیت سورۂ عنکبوت والی اور بھی زیادہ سخت ہے کہ اس میں ان والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم ہے جو کافر ہوں۔ اور جب کافر والدین کے ساتھ بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اچھا برتاؤ اور بھلائی کرنیکا حکم ہے تو مسلمان والدین کے ساتھ بھلائی اور احسان کی تاکید بطریق اولیٰ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میری ماں نے یہ عہد کر لیا کہ میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیونگی جب تک کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے نہ پھریگا اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا حتی کہ زبردستی اس کے منہ میں ڈالا جاتا تھا اسپر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی (درمنثور) عبرت کا مقام ہے کہ ایسی سخت حالت میں بھی اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ہم نے آدمی کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا ہے۔ البتہ اگر وہ مشرک بنانے کی کوشش کریں تو اس میں اطاعت نہیں ہے۔ حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی کیا مقدار ہے انھوں نے فرمایا کہ جو کچھ تیری ملک میں ہے انپر خرچ کرے اور جو وہ حکم کریں اسکی اطاعت کرے بجز اسکے کہ وہ کسی گناہ کا حکم کریں کہ اس میں اطاعت نہیں ہے۔ یہ تھی اسلام کی تعلیم مسلمانوں کا عمل کہ مشرک والدین اگر اولاد کو مشرک بنانیکی کوشش بھی کریں تب بھی انکے ساتھ بھلائی کا حکم ہے البتہ شرک کرنے میں انکی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں اس لئے کہ خالق کا حق ہے والدین کا حق خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو جائے مالک کے حق کے مقابلہ میں کسی کا حق نہیں ہے۔ "لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق" خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں لیکن ان کے اس حکم اور اولاد کو مشرک بنانیکی کوشش پر بھی انکے ساتھ احسان کا بھلائی کا حکم ہے۔

ایک اور حدیث میں سورۂ لقمان والی آیت کے متعلق وارد ہوا ہے کہ یہ حضرت سعد کے واقعہ میں نازل ہوئی اس حدیث میں ہے حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں

اپنی والدہ کے ساتھ بہت سلوک کیا کرتا تھا جب میں مسلمان ہو گیا تو میری والدہ نے کہا سعد یہ کیا کیا یا تو اس دین کو چھوڑ دے ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دونگی یہاں تک کہ مر جاؤنگی ہمیشہ تیرے لئے یہ طعن کی چیز رہے گی لوگ تجھے اپنی ماں کا قاتل کہیں گے میں نے اس سے کہا کہ ایسا نہ کریں اپنا دین تو چھوڑ نہیں سکتا اس نے ایکدن بالکل نہ کھایا نہ پیا دوسرا دن بھی اسی حال میں گذر گیا تو میں نے اس سے کہا کہ اگر تمہاری ستّو جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب ختم ہو جائیں تب بھی دین تو نہیں چھوڑ سکتا جب اُس نے یہ سختی دیکھی تو کھانا پینا شروع کر دیا (درمنثور)

اس آیت شریفہ میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کا حکم ہے۔ فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ والدین کے حق کا حکم نہ بھی فرماتے تب بھی عقل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انکا حق بہت ضروری اور اہم ہے چہ جائیکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنی سب کتابوں تورات، انجیل، زبور، قرآن شریف میں انکے حق کا حکم فرمایا۔ تمام انبیاء کرام کو انکے حق کے بارہ میں وحی بھیجی اور تاکید فرمائی اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ وابستہ کیا اور انکی ناراضی پر اپنی ناراضی مرتب فرمائی (تنبیہ الغافلین) یہ تین آیات حسن سلوک کے متعلق تھیں اس کے بعد صرف تین آیات بدسلوکی پر تنبیہ کے متعلق بھی ذکر کرتا ہوں۔

(۱) وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ

(بقرہ ع ۳)

اور نہیں گمراہ کرتے اللہ تعالیٰ شانہٗ اس مثال سے (جس کا پہلی آیت میں ذکر ہوا) مگر ایسے فاسق لوگوں کو جو توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اس معاہدہ کی پختگی کے بعد۔ اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو جن کے وابستہ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ اور فساد کرتے ہیں زمین میں یہی لوگ ہیں ٹوٹا اٹھانے والے۔

ف: جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں کئی جگہ صلہ رحمی بالخصوص والدین کے

حقوق کی رعایت کا حکم اور ترغیب فرمائی جیسا کہ اوپر گذرا اسی طرح سے بہت سی جگہ اپنے پاک کلام میں قطع رحمی بالخصوص والدین کے ساتھ بدسلوکی پر تنبیہ بھی فرمائی پہلی کی طرح سے ان میں سے بھی چند آیات کا حوالہ لکھتا ہوں ان کو غور کرو اللہ کے پاک کلام میں جب بار بار اس پر تنبیہ ہے تو اس کو سوچو اور عبرت حاصل کرو اللہ کا پاک ارشاد ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ (نساء ع۱) وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ (انعام ع۱۹) وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ (بنی اسرائیل ع۴) وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا (احقاف ع۲) أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ (محمد ع۳) حضرت محمد باقر رح کو ان کے والد نے جو خاص طور سے اہتمام سے وصیت فرمائی ہے جو پہلی فصل کی احادیث کے سلسلہ میں ۲۳ پر بھی گذر چکی ہے وہ بہت تجربہ کی بات ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد (حضرت امام زین العابدین) نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ قسم کے آدمیوں کے پاس نہ پھٹکیو ان سے بات نہ کیجیو حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے اتفاقاً بھی انکے ساتھ نہ چلنا اوّل فاسق شخص کہ وہ ایک لقمہ کے بدلہ میں تجھ کو بیچ دیگا بلکہ ایک لقمہ سے کم میں بھی، میں نے پوچھا کہ ایک لقمہ سے کم میں کس طرح بیچے گا فرمانے لگے کہ محض لقمہ کی امید پر تجھ کو بیچ دے گا اور وہ لقمہ اس کو میسر بھی نہ ہوگا۔ ۲ بخیل کہ وہ تیری سخت احتیاج کے وقت بھی تیرے سے کنارہ کش ہو جائے گا ۳ جھوٹا شخص کہ وہ بالو (دھوکہ) کی طرح سے تجھے دھوکہ میں رکھے گا جو چیز دور ہوگی اس کو قریب بتلائے گا جو قریب ہوگی اس کو دور ظاہر کرے گا (۴) بیوقوف کے پاس نہ لگنا کہ وہ تجھے نفع پہونچانے کا ارادہ کریگا تب بھی اپنی حماقت سے نقصان پہونچا دیگا مثل مشہور ہے کہ دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہے۔ ۵ قطع رحمی کرنیوالے کے پاس نہ جائیو کہ میں نے قرآن پاک میں تین جگہ اس پر اللہ کی لعنت پائی ہے۔ (روض)

(۲) وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے معاہدہ کو اسکی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن تعلقات کے جوڑنے کا حکم فرمایا ان کو توڑتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں۔ یہی لوگ

وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ ٥ ہیں جن پر لعنت ہے اور ان کے لئے اس

(رعد ع ۳) جہان میں خرابی ہے۔

ف :- حضرت قتادہ رضؓ سے نقل کیا گیا کہ اس سے بہت احتراز کرو کہ عہد کر کے توڑو اللہ جل شانہ نے اس کو بہت ناپسند کیا ہے اور بیس۲۰ آیتوں سے زائد میں اس پہ وعید فرمائی ہے جو نصیحت کے طور پر اور خیر خواہی کے طور پر اور محبت قائم کرنے کے لئے وارد ہوئی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اللہ جل شانہ نے عہد کے توڑنے پر جتنی وعیدیں فرمائی ہیں اس سے زائد کسی اور چیز پر فرمائی ہوں پس جو شخص اللہ کے واسطے عہد کرے اسکو ضرور پورا کرے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ جو شخص امانت کو ادا نہ کرے اس کا ایمان ہی نہیں اور جو عہد کو پورا نہ کرے اسکا دین نہیں حضرت ابو امامہ اور حضرت عبادہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا (درمنثور) حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں کافر مسلمان کی کوئی تفریق نہیں سبکا حکم برابر ہے اول جس سے معاہدہ کیا جائے اسکو پورا کیا جائے چاہے وہ معاہدہ کافر سے کیا ہو یا مسلمان سے اس لئے کہ عہد حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے ہے دوسرے جس سے رشتہ کا تعلق ہو اسکی صلہ رحمی کی جائے چاہے وہ رشتہ دار مسلمان ہو یا کافر تیسرے جو شخص امانت رکھوائے اسکی امانت واپس کی جائے چاہے امانت رکھوانے والا مسلمان ہو یا کافر ہو (تنبیہ الغافلین) قرآن پاک میں بہت سی آیات کے علاوہ ایک جگہ خاص عہد سے ہی کا حکم ہے۔ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل ع) عہد کو پورا کیا کرو۔ بیشک عہد کی بازپرس ہوگی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جن تعلقات کو جوڑنے کا حکم فرمایا اس سے رشتہ داریاں قریب کی اور دور کی مراد ہیں (در) دوسری چیز تعلقات کے توڑنے کے متعلق ارشاد فرمائی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرابت کے تعلقات کو توڑنے والا ہو اس سے میل جول پیدا نہ کیجیو کہ میں نے قرآن پاک میں دو جگہ ان لوگوں پر لعنت پائی ہے۔ ایک اس آیت شریفہ میں دوسری سورہ محمدؐ میں (در) سورہ محمدؐ کی آیت شریف کا حوالہ قریب گذر چکا ہے جس میں قطع رحمی کے بعد ارشاد فرمایا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے پھر (انکو اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام سننے سے) بہرا کر دیا اور (راہ حق دیکھنے سے) اندھا کر دیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دو جگہ لعنت کا لفظ فرمایا اور حضرت زین العابدینؒ

نے جیسا کہ ابھی گذرا تین جگہ فرمایا اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ دو جگہ تو لعنت ہی کا لفظ ہے سورۂ رعد میں اور سورۂ محمد میں اور تیسری جگہ ان کو گمراہ اور خسارہ والا فرمایا ہے جو لعنت ہی کے قریب ہے جیسا کہ اس سے پہلے نمبر پر سورۂ بقرہ کی آیت میں ابھی گذرا ہے۔ حضرت سلمان رضہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس وقت کہ قول ظاہر ہو جائے۔ اور عمل خزانہ میں چلا جائے (یعنی تقریریں تو بہت ہونے لگیں مضامین بہت کثرت سے لکھے جائیں لیکن عمل ندارد ہو جائے گویا مقفل رکھا ہوا ہے) اور زبانی اتفاق تو آپس میں ہو جائے لیکن قلوب مختلف ہوں اور رشتہ دار آپس کے تعلقات توڑنے لگیں تو اس وقت میں اللہ جل شانہ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتے ہیں اور اندھا بہرا کر دیتے ہیں۔ حضرت حسن رضہ سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ جب لوگ علوم کو ظاہر کریں اور عمل کو ضائع کر دیں اور زبانوں سے محبت ظاہر کریں اور دلوں میں بغض رکھیں اور قطع رحمی کرنے لگیں تو اللہ جل شانہ اس وقت انکو اپنی رحمت سے دور کر دیتے ہیں اور اندھا بہرا کر دیتے ہیں (در منثور) کہ پھر نہ سیدھا راستہ ان کو نظر آتا ہے نہ حق بات ان کے کانوں میں پہونچتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی خوشبو اتنی دور تک جاتی ہے کہ وہ راستہ پانچسو برس میں طے ہو والدین کی نافرمانی کرنیوالا اور قطع رحمی کرنیوالا جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا (احیاء) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ ہم عرفہ کی شام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حلقہ کی طور پر چاروں طرف بیٹھے تھے حضور نے فرمایا کہ مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنیوالا ہو تو وہ اٹھ جائے ہمارے پاس نہ بیٹھے سارے مجمع میں سے صرف ایک صاحب اُٹھے جو دور بیٹھے ہوئے تھے اور پھر تھوڑی دیر میں واپس آکر بیٹھ گئے حضور نے ان سے دریافت فرمایا کہ میرے کہنے پر مجمع میں سے صرف تم اٹھے تھے اور پھر آکر بیٹھ گئے یہ کیا بات ہے انھوں نے عرض کیا کہ حضور کا ارشاد سنکر میں اپنی خالہ کے پاس گیا تھا اس نے مجھ سے قطع تعلق کر رکھا تھا میرے جانے پر اس نے کہا کہ تو خلاف عادت کیسے آگیا میں نے اُسے آپ کا ارشاد مبارک سُنایا اس نے میرے لئے دعائے مغفرت کی میں نے اُس کیلئے دعائے مغفرت کی (اور آپس میں صلح کر کے واپس حاضر ہو گیا) حضور

نے ارشاد فرمایا تم نے بہت اچھا کیا بیٹھ جاؤ اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنیوالا ہو فقیہ ابو اللیث نے اس کو نقل کیا ہو لیکن صاحب کنز نے اس کے ایک راوی کے متعلق ابن معین سے کذب کی نسبت نقل کی ہو (کنز) ، فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں اس قصہ سے معلوم ہوا کہ قطع رحمی اتنا سخت گناہ ہو کہ اسکی وجہ سے اسکے پاس بیٹھنے والے بھی اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اسلئے ضروری ہے کہ جو شخص اس میں مبتلا ہو وہ اس سے توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔ حضور کا پاک ارشاد ہے کہ کوئی نیکی جس کا ثواب بہت جلد ملتا ہو صلہ رحمی سے بڑھکر نہیں ہو اور کوئی گناہ جس کا وبال دنیا میں اسکے علاوہ ملے جو آخرت میں ملے گا قطع رحمی اور ظلم سے بڑھکر نہیں ہو (تنبیہ الغافلین) متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ قطع رحمی کا وبال آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی پہونچتا ہے اور آخرت میں بڑے ٹھکانے کا تو خود اس آیت شریفہ ہی میں ذکر ہو۔ فقیہ ابو اللیث نے ایک عجیب قصہ لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک نیک شخص امانت دار خراسان کے رہنے والے تھے لوگ انکے پاس اپنی امانتیں رکھوایا کرتے تھے ایک شخص انکے پاس دس ہزار اشرفیاں امانت رکھوا کر اپنی کسی ضرورت سے سفر میں چلا گیا جب وہ سفر سے واپس آیا تو ان خراسانی کا انتقال ہو چکا تھا ان کے اہل وعیال سے اپنی امانت کا حال پوچھا انھوں نے لاعلمی ظاہر کی انکو بڑا فکر ہوا کہ بہت بڑی رقم تھی علمائے مکہ مکرمہ سے کہ اتفاق سے اس وقت ایک مجمع انکا موجود تھا مسئلہ پوچھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے انھوں نے کہا کہ وہ آدمی تو بڑا نیک تھا ہمارے خیال میں جنتی آدمی تھا تو ایک ترکیب کر جب آدھی یا تہائی رات گذر جائے تو زمزم کے کنوئیں پر جاکر اسکا نام لیکر پکار کے اس سے دریافت کر اس نے تین دن تک ایسا ہی کیا وہاں سے کوئی جواب نہ ملا اس نے پھر جاکر ان علمائے سے تذکرہ کیا انھوں نے اناللہ پڑھا اور کہا کہ ہمیں تو یہ ڈر ہو گیا کہ شاید وہ جنتی نہ ہو تو فلاں جگہ جا وہاں ایک وادی ہو جسکا نام برہوت ہو اس میں ایک کنواں ہو اس کنویں پر آواز دے اس نے ایسا ہی کیا وہاں سے پہلی ہی آواز میں جواب ملا کہ تیرا مال ویسا ہی محفوظ رکھا ہی مجھے اپنی اولاد پر اطمینان نہ ہوا اسلئے میں نے فلاں جگہ مکان کے اندر اس کو گاڑ دیا ہے میرے لڑکے سے کہکر تجھے اس جگہ پہونچادے وہاں سے زمین کھود کر اس کو نکال لے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور مال مل گیا۔ اس شخص نے وہاں بہت تعجب سے اس سے یہ بھی دریافت کیا کہ تو تو بہت نیک

آدمی تھا تو یہاں کیوں پہونچ گیا کہنے لگا کہ آواز آئی کہ خراسان میں میرے کچھ رشتہ دار تھے جن سے میں نے قطع تعلق کر رکھا تھا اسی حال میں میری موت آگئی اسکی گرفت میں میں یہاں پکڑا ہوا ہوں (تنبیہ الغافلین) حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ سب سے بہترین وادی تمام وادیوں میں مکہ مکرمہ کی وادی ہے اور ہندوستان کی وہ وادی جہاں حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اترے تھے اسی جگہ ان خوشبوؤں کی کثرت ہے جنکو لوگ استعمال کرتے ہیں اور بدترین وادی احقاف ہے اور وادی حضرموت جسکو برہوت کہتے ہیں اور سب سے بہترین کنواں دنیا میں زمزم کا ہے اور بدترین کنواں برہوت کا ہے جس میں کفار کی روحیں جمع ہوتی ہیں (درمنثور) ان اور جیسا کسی وقت ان مواقع میں ہونا شرعی حجت نہیں ہے کشفی امور سے تعلق رکھتا ہے جو حق تعالیٰ شانہ جس پر چاہے کسی وقت منکشف فرما دیتے ہیں۔ لیکن کشف شرعی حجت نہیں ہے۔

(۳) اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ ا ه (بنی اسرائیل ع۳)

اگر وہ (یعنی ماں باپ) تیرے سامنے (یعنی تیری زندگی میں) بڑھاپے کو پہنچ جائیں چاہے ایک ان میں سے پہونچے یا دونوں (اور بڑھاپے کی بعض باتیں جانوں کو گراں ہونے لگتی ہیں اور اس وجہ سے انکی کوئی بات تجھے گراں لگنے لگے) تب بھی ان سے کبھی ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان سے جھڑک کر بولنا ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے ہمارے پروردگار تو ان پر رحمت کر جیسا کہ انھوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے (اور صرف ظاہر داری ہی نہیں بلکہ دل سے انکا احترام کرنا) تمہارا رب تمہارے دل کی بات کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادتمند ہو (اور غلطی سے کوئی بات خلاف ادب کے صادر ہو جائے اور تم توبہ کر لو) تو وہ توبہ کرنیوالوں کی خطائیں بڑی کثرت سے معاف کرنے والا ہے۔

ف۔ حضرت مجاہد سے اسکی تفسیر میں نقل کیا گیا اگر وہ بوڑھے ہو جائیں اور تمہیں انکا پیشاب پاخانہ دھونا پڑ جائے تو کبھی اف بھی نہ کرو جیسا کہ وہ بچپن میں تمہارا پیشاب پاخانہ دھوتے رہے ہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر بے ادبی میں اف کہنے سے کوئی ادنیٰ درجہ ہوتا تو اللہ جل شانہ اسکو بھی حرام فرما دیتے حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ نافرمانی کی مقدار کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اپنے مال سے

انکو محروم کئے اور ملنا چھوڑدے اور انکی طرف تیز نگاہ سے دیکھے حضرت حسن سے کسی نے پوچھا کہ ان سے قول کریم کا کیا مطلب ہے انھوں نے فرمایا کہ انکو اماّں اباّ کرکے خطاب کرے انکا نام نہ لے حضرت زہیر بن محمدؒ سے اسکی تفسیر میں نقل کیا گیا کہ جب وہ پکاریں تو حاضر ہوں حاضر ہوں کہہ جواب دے حضرت قتادہ سے نقل کیا گیا کہ نرمی سے بات کرے حضرت سعید ابن المسیبؒ سے کسی نے عرض کیا کہ قرآن پاک میں حسن سلوک کا حکم تو بہت جگہ ہے اور میں اسکو سمجھ گیا لیکن قول کریم کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا تو انھوں نے فرمایا کہ جیسا کہ بہت سخت مجرم غلام سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے انکے ساتھ ایک بڑے میاں بھی تھے حضور نے ان سے پوچھا کہ یہ کون ہیں انھوں نے عرض کیا کہ یہ میرے والد ہیں حضور نے فرمایا کہ ان سے آگے نہ چلنا، ان سے پہلے نہ بیٹھنا ان کا نام لیکر نہ پکارنا اور انکو برا نہ کہنا حضرت عروہ سے کسی نے پوچھا کہ قرآن پاک میں ان کے سامنے جھکنے کا حکم فرمایا ہے اسکا کیا مطلب ہے انھوں نے فرمایا کہ اگر وہ کوئی بات تیری ناگواری کی کہیں تو ترچھی نگاہ سے انکو مت دیکھ کہ آدمی کی ناگواری اوّل اس کی آنکھ سے ہی پہچانی جاتی ہے حضرت عائشہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ جس نے اپنے باپ کی طرف تیز نگاہ کرکے دیکھا وہ فرمانبردار نہیں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ نماز کا اپنے وقت پر پڑھنا میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ حضور نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ حضور نے فرمایا جہاد۔

ایک اور حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہے کہ اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔ در منثور، صاحب مظاہر نے لکھا ہے کہ ماں باپ کے حقوق میں ہے کہ ایسی تواضع اور تملق کرے اور ادائے خدمت کرے کہ وہ راضی ہو جائیں جائز کاموں میں انکی اطاعت کرے بے ادبی نہ کرے تکبّر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ کافر ہی ہوں اپنی آواز کو انکی آواز سے بلند نہ کرے انکو نام لیکر نہ پکارے کسی کام میں ان سے پہل نہ کرے امر بالمعروف نہی عن المنکر میں نرمی کرے ایکبار کہے اگر وہ قبول نہ کریں تو خود سلوک کرتا رہے اور انکے لئے دعا اور استغفار کرتا رہے اور یہ بات قرآن پاک سے نکالی ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنے باپ کو نصیحت کرنے سے

(مظاہر بتغیر) یعنی حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک مرتبہ نصیحت کرنے کے بعد کہدیا تھا کہ اچھا اب میں اللہ سے تمھارے لئے دُعا کرتا ہوں جیسا کہ سورہ کہف کے تیسرے رکوع میں آیا ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ انکی اطاعت حرام میں تو ناجائز ہے لیکن مشتبہ امور میں واجب ہے اسلئے کہ مشتبہ امور سے احتیاط تقویٰ اور انکی رضاجوئی واجب ہے پس اگر ان کا مال مشتبہ ہو اور وہ تیرے علیحدہ کھانے سے مکدر ہوں تو ان کے ساتھ کھانا چاہئے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کے والدین حیات ہوں اور وہ انکے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو اس کیلئے جنت کے دو دروازے نہ کھل جاتے ہوں اور اگر انکو ناراض کردے تو اللہ جلّ شانہٗ اس وقت تک راضی نہیں ہوتے جب تک ان کو راضی نکرلے کسی نے عرض کیا کہ اگر وہ ظلم کرتے ہوں ابن عباسؓ نے فرمایا اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور جہاد میں شرکت کی درخواست کی حضور نے فرمایا تمھاری والدہ زندہ ہیں انھوں نے عرض کیا زندہ ہیں حضور نے فرمایا کہ انکی خدمت کو مضبوط پکڑ لو جنت انکے پاؤں کے نیچے ہے پھر دوبارہ اور سہ بارہ حضور نے یہی ارشاد فرمایا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا جہاد کو بہت دل چاہتا ہے لیکن مجھ میں قدرت نہیں حضور نے فرمایا تمھارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے انھوں نے عرض کیا والدہ زندہ ہیں حضور نے فرمایا کہ انکے بارہ میں اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی انکے حقوق کی ادائیگی میں فتویٰ سے آگے بڑھ کر تقویٰ پر عمل کرتے رہو) جب تم ایسا کروگے تو تم حج کرنے والے بھی ہو عمرہ کرنے والے بھی ہو جہاد کرنے والے بھی ہو یعنی جتنا ثواب ان چیزوں میں ملتا اتنا ہی تمھیں ملے گا حضرت محمد بن المنکدرؒ کہتے ہیں کہ میرا بھائی عمر تو نماز پڑھنے میں رات گذارتا تھا اور میں والدہ کے پاؤں دبانے میں رات گذارتا تھا مجھے اس کی کبھی تمنا نہ ہوئی کہ انکی رات (کا ثواب) میری رات کے بدلہ میں مجھے مل جائے حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ خاوند کا میں نے پھر پوچھا کہ مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ حضور نے فرمایا ماں کا ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ تم لوگوں کی عورتوں کے ساتھ عفیف رہو تمھاری عورتیں بھی عفیف رہیں گی تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو تمھاری اولاد تمھارے ساتھ نیکی کا برتاؤ

کر گئی اور منثور) حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ ایک شخص کے چار بیٹے تھے وہ بیمار ہوا۔ ان بیٹوں میں سے ایک نے اپنے تینوں بھائیوں سے کہا کہ اگر تم باپ کی تیمارداری اس شرط پر کرو کہ تم کو باپ کی میراث میں سے کچھ نہیں ملے گا تو تم کرو ورنہ میں اس شرط پر تیمارداری کرتا ہوں کہ میراث میں سے کچھ نہ لوں گا وہ اس پر راضی ہو گئے کہ تو ہی اس شرط پر تیمارداری کر ہم نہیں کرتے اس نے خوب خدمت کی لیکن باپ کا انتقال ہی ہو گیا اور شرط کے موافق اُس نے کچھ نہ لیا رات کو خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے فلاں جگہ پر سو دینار اشرفیاں گڑی ہوئی ہیں وہ تو لے لے اُس نے خواب میں دریافت کیا کہ ان میں برکت بھی ہو گی اس نے کہا کہ برکت ان میں نہیں ہے صبح کو بیوی سے خواب کا ذکر کیا اس نے انکے نکالنے پر اصرار کیا اس نے نہ مانا دوسرے دن پھر خواب دیکھا جس میں کسی نے دوسری جگہ دس دینار بتائے اس نے پھو ہی برکت کا سوال کیا اس نے کہا کہ برکت ان میں نہیں ہے۔ اس نے صبح کو بیوی سے اس کا بھی ذکر کیا اس نے پھر اصرار کیا مگر اس نے نہ مانا تیسرے دن اس نے پھر خواب دیکھا کوئی شخص کہتا ہے فلاں جگہ جا وہاں تجھے ایک دینار (اشرفی) ملے گا وہ لے لے اس نے پھر وہی برکت کا سوال کیا اس شخص نے کہا ہاں اس میں برکت ہے یہ جا کر وہ دینار لے آیا اور بازار میں جا کر اس سے دو مچھلیاں خریدیں جن میں سے ہر ایک کے اندر سے ایک ایسا موتی نکلا جس قسم کا عمر بھر کسی نے نہیں دیکھا تھا بادشاہ وقت نے ان دونوں کو بہت اصرار سے نوے خچروں کے بوجھ کے بقدر سونے سے خریدا۔

احادیث

(۱) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رجل یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ابوک وفی روایۃ قال امک ثم امک ثم امک ثم اباک ثم ادناک ۔ (۔۔۔)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ میرے بہترین تعلقات (احسان سلوک) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے حضور نے ارشاد فرمایا ماں پھر دوبارہ سہ بارہ ماں کو ہی بتایا پھر فرمایا کہ باپ پھر دوسرے رشتہ دار الاقرب فالاقرب (جو جتنا قریب ہو اتنا ہی مقدم ہے)

متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

ف۔ اس حدیث شریف سے بعض علمائنے استنباط کیا ہو کہ حسن سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصے ہو اور باپ کا ایک حصہ اسلئے کہ حضور نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا اس کی وجہ علما یہ بتاتے ہیں کہ اولاد کے لئے ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے جمل کی جننے کی دودھ پلانے کی، اسی وجہ سے فقہانے اسکی تصریح کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتا تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہو البتہ اعزاز اور ادب تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے (مظاہر حق) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عورت ہونے کی وجہ سے ماں احسان کی زیادہ محتاج ہوتی ہے اور ان دونوں کے بعد دوسرے رشتہ دار ہیں جس کی قرابت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی مقدم ہوگا۔

ایک حدیث میں ہو کہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ابتدا کرو اس کے بعد باپ کے ساتھ پھر بہن کے ساتھ پھر بھائی کے ساتھ الاقرب فالاقرب اور اپنے پڑوسیوں اور حاجتمندوں کو (کنز) حضرت بہز بن حکیم اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ حضور میں سلوک و احسان کس کے ساتھ کروں؟ حضور نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ انھوں نے پھر دریافت کیا، حضور نے پھر یہی جواب دیا اسی طرح تیسری مرتبہ بھی چوتھی مرتبہ میں حضور نے فرمایا باپ کے ساتھ اس کے بعد پھر دوسرے رشتہ دار جو جتنا قریب ہو اتنا ہی مقدم ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے کوئی حکم دیں تاکہ تعمیل ارشاد کروں؟ حضور نے فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ احسان کرو دوسری اور تیسری مرتبہ کے بعد حضور نے فرمایا کہ باپ کے ساتھ احسان کرو (در منثور)

ایک حدیث میں ہو کہ تین چیزیں ایسی ہیں جس میں یہ پائی جائیں حق تعالیٰ شانہ مرنے کے دن کو اس پر آسان کر دیتے ہیں اور جنت میں اس کو داخل کر دیتے ہیں ضعیف پر مہربانی والدین پر شفقت اور ماتحتوں پر احسان (مشکوٰۃ)

(۶) عن انس رض قال قال رسول اللہ ﷺ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس کے نشانات قدم میں تاخیر کی جائے اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

ف۔ نشانات قدم میں تاخیر کئے جانے سے عمر کی درازی مراد لی جاتی ہے اس لئے کہ جس شخص کی جتنی عمر زیادہ ہوگی اتنے ہی زمانہ تک اس کے چلنے سے نشانات قدم زمین پر پڑیں گے اور جو مر گیا اس کے پاؤں کا نشان زمین سے مٹ گیا اس پر اشکال کیا جاتا ہے کہ عمر ہر شخص کی متعین ہے قرآن پاک میں کئی جگہ یہ مضمون صراحت سے مذکور ہے کہ ہر شخص کا ایک مقررہ وقت ہے جس میں ایک ساعت کی نہ تو تقدم ہو سکتی ہے نہ تاخیر ہو سکتی ہے اس وجہ سے درازی عمر کو بعض علماء نے وسعت رزق کی طرح سے برکت پر محمول فرمایا ہے کہ اس کے اوقات میں اس قدر برکت ہوتی ہے کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں وہ گھنٹوں میں کر لیتا ہے اور جس کام کو دوسرے لوگ مہینوں میں کرتے ہیں وہ دنوں میں کر گزرتا ہے اور بعض علماء نے درازی عمر سے اس کا ذکر خیر مراد لیا ہے کہ بہت دنوں تک اس کے کارناموں کے نشانات اور ذکر خیر اس کا جاری رہتا ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی اولاد نیک زیادہ ہوتی ہے جس کا سلسلہ اس کے مرنے کے بعد دیر تک رہتا ہے اور یہی وجہ اس کی ہو سکتی ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کا قول سچا ہے ارشاد برحق ہے اس کی اطلاع دی ہے تو صورت اس کی جو بھی ہو اس کا حاصل ہونا یقینی ہے اور اللہ جل شانہ کی پاک ذات قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہے اس کو اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے وہ ہر چیز کا جس کو وہ کرنا چاہے ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ عقلاء کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اس لئے اس میں نہ کوئی اشکال ہے نہ کوئی مانع ہے (ظاہر بغیر) مقدرات کا مسئلہ اپنی جگہ پر اٹل ہے لیکن اس دنیا کو اللہ جل شانہ نے دار الاسباب بنایا ہے اور ہر چیز کے لئے ظاہری یا باطنی سبب پیدا کیا ہے۔ اگر ہیضہ کے بیمار کے لئے حکیم ڈاکٹر وغیرہ کے لئے ایک ایک منٹ میں آدمی دوڑ سکتا ہے کہ شاید اس دوا سے فائدہ ہو اس دوا سے فائدہ ہو کیوں؟ تاکہ عمر باقی رہے حالانکہ وہ ایک مقررہ متعینہ چیز ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ بقاء عمر کے لئے اس سے زیادہ جد وجہد صلہ رحمی میں نہ

کیجائے اس لئے اس کا ابقاء اور طول عمر کیلئے سبب ہونا یقینی ہو اور ایسے حکیم کا ارشاد ہے جس کے نسخہ میں نہ کبھی غلطی ہوئی نہ ہو اور ان معمولی حکیم ڈاکٹروں کے نسخوں اور تشخیص میں غلطی کے سیکڑوں احتمالات ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد جو اوپر گذرا مختلف احادیث میں مختلف عنوانات سے وارد ہوا ہے اس لئے اس میں تردد نہیں۔

ایک حدیث میں حضرت علی رضؓ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ایک بات کا ذمہ لے میں اس کے لئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں جو شخص صلہ رحمی کرے اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔ اعزہ اس کی محبت کرتے ہیں رزق میں اسکے وسعت ہوتی ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے (کنز) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے فرمایا کہ تین باتیں بالکل حق (اور سچی ہیں) ۱۔ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ چشم پوشی کرے اس کی عزت بڑھتی ہے ۲۔ جو شخص مال کی زیادتی کے لئے سوال کرے اس کے مال میں کمی ہوتی ہے ۳۔ جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھولے اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے (در منثور) فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی میں دس چیزیں قابل لحاظ ہیں اول یہ کہ اس میں اللہ جل شانہ عم نوالہ کی رضا وخوشنودی ہے کہ اللہ پاک کا حکم صلہ رحمی کا ہے دوسرے رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرنا ہے اور حضور کا پاک ارشاد ہو کہ افضل ترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے تیسرے اس سے فرشتوں کو بھی بہت مسرت ہوتی ہے چوتھے مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے پانچویں شیطان علیہ اللعنۃ کو اس سے بڑا رنج وغم ہوتا ہے چھٹے اس کی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے ساتویں رزق میں برکت ہوتی ہے۔ آٹھویں مُردوں کو اس سے مسرت ہوتی ہو کہ باپ دادا جن کا انتقال ہوگیا ان کو جب اس کی خبر ہوتی ہے تو ان کو بڑی خوشی اس سے ہوتی ہو۔ نویں آپس کے تعلقات میں اس سے قوت ہوتی ہے جب تم کسی کی مدد کروگے اس پر احسان کروگے تمہاری ضرورت اور مشقت کے وقت میں وہ دل سے تمہاری اعانت کرنے کا خواہش مند ہوگا دسویں مرنے کے بعد تمہیں ثواب ملتا رہیگا کہ جس کی بھی تم مدد کروگے تمہارے مرنیکے بعد وہ ہمیشہ تمہیں یاد کرکے دعائے خیر کرتا رہے گا حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمٰن کے عرش کے سایہ میں تین قسم کے آدمی ہونگے ایک صلہ رحمی کرنے والا کہ اس کے لئے دنیا میں بھی اس کی عمر

بھی بڑھائی جاتی ہے رزق میں بھی وسعت کی جاتی ہے اور اس کی قبر میں بھی وسعت کردی جاتی ہے دوسرے وہ عورت جس کا خاوند مرگیا ہو اور وہ چھوٹی اولاد کی پرورش کی خاطر ان کے جوان ہونے تک نکاح نہ کرے تاکہ ان کی پرورش میں مشکلات پیدا نہ ہوں تیسرے وہ شخص جو کھانا تیار کرے اور یتامٰی مساکین کی دعوت کرے حضرت حسنؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ دو قدم اللہ کے یہاں بہت محبوب ہیں ایک وہ قدم جو فرض نماز ادا کرنے کے لئے اٹھا ہو دوسرا وہ قدم جو کسی محرم کی ملاقات کے لئے اٹھا ہو بعض علماء نے لکھا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر دوام اور استقلال سے اللہ جل شانہ کے یہاں ایسی نیکیاں ملتی ہیں جیسے کہ اونچے اونچے پہاڑ اور ان کی وجہ سے رزق میں بھی وسعت ہوتی ہے۔ ایک صدقہ کی مداومت تھوڑا ہو یا زیادہ دوسرے صلہ رحمی پر مداومت چاہے قلیل ہو یا کثیر تیسرے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا چوتھے ہمیشہ باوضو رہنا پانچویں والدین کی فرماں برداری پر مداومت کرنا (تنبیہ الغافلین)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس عمل کا ثواب اور بدلہ سب سے جلدی ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے بعض آدمی گنہگار ہوتے ہیں لیکن صلہ رحمی کی وجہ سے ان کے مالوں میں بھی برکت ہوتی ہے اور ان کی اولاد میں بھی (احیاء) ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ طریقہ کے موافق کرنا اور معروف (بھلائی) کا اختیار کرنا والدین کے ساتھ احسان کرنا اور صلہ رحمی آدمی کو بدبختی سے نیک بختی کی طرف پھیر دیتا ہے۔ عمر میں زیادتی کا سبب ہے اور بری موت سے حفاظت ہے (کنز) عمر میں اور رزق میں زیادتی جتنی کثرت سے روایات میں ذکر کی گئی ہے اس کا نمونہ معلوم ہوگیا اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن پر ہر شخص مرتا ہے اور دنیا کی ساری کوششیں انھیں دو چیزوں کی خاطر ہیں حضور نے ان دونوں کے لئے بہت سہل تدبیر بتادی کہ صلہ رحمی کیا کرے دونوں تمنائیں حاصل ہوں گی اگر حضور کے ارشاد کے حق ہونے پر یقین ہے تو پھر عمر اور رزق کی زیادتی کے خواہشمند وں کو اس نسخہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنا چاہئے اور جو میسر ہو اقربا پر خرچ کرنا چاہئے کہ رزق میں زیادتی کے وعدہ سے اس کا بدل بھی ملے گا۔ اور عمر میں اضافہ مفت میں ہے۔

(۲۱) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان من ابر البر صلۃ الرجل اھل ود ابیہ بعد ان یولی رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ۔	باپ کے ساتھ حسن سلوک کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے چلے جانے کے بعد اس کے ساتھ تعلقات رکھنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

ف :۔ چلے جانے مراد عارضی چلا جانا بھی ہو سکتا ہے اور مستقل چلا جانا یعنی مر جانا بھی ہو سکتا ہے اور یہ درجہ بڑھا ہوا اس لئے ہے کہ زندگی میں تو اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک میں اپنے ذاتی اغراض کا شائبہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھ تعلق کی قوت اور اچھا سلوک ان اغراض کے پورا ہونے میں معین ہو گا جو والد سے وابستہ ہیں۔ لیکن باپ کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ سلوک اور احسان کرنا اپنے ذاتی اغراض سے بالا تر ہوتا ہے اس میں باپ ہی کا احترام خالص رہ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے ابن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ مکہ کے راستہ میں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک بدو جاتا ہوا نظر پڑ گیا حضرت ابن عمر نے اس کو اپنی سواری دے دی اور اپنے سر مبارک سے عمامہ اتار کر اس کی نذر کر دیا ابن دینار نے عرض کیا کہ حضرت یہ شخص تو اس سے کم درجہ احسان پر بھی بہت خوش ہو جاتا (آپ نے عمامہ بھی دیدیا اور سواری بھی) حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اس کا باپ میرے باپ کے دوستوں میں تھا۔ اور میں نے حضور سے یہ سنا کہ بہترین صلہ آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں پر احسان کرنا ہے حضرت ابو بردہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو حضرت ابن عمرؓ مجھ سے ملنے تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے میں کیوں آیا میں نے حضور سے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اپنے باپ کے ساتھ اس کی قبر میں صلہ رحمی کرے اس کو چاہیئے کہ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میرے باپ عمرؓ میں اور تمھارے والد میں دوستی تھی اس لئے آیا ہوں (ترغیب) کہ دوست کی اولاد بھی دوست ہی ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور کی خدمت میں حاضر تھے قبیلہ بنو سلمہ کے ایک صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے والدین کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کا کوئی درجہ باقی ہے حضور نے فرمایا ہاں ہاں ان کے لئے دعائیں کرنا ان کی مغفرت کی دعا مانگنا ان کے عہد کو

جو کسی سے کر رکھا ہو پورا کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کے دوستوں کا اکرام کرنا (مشکوٰۃ بروایۃ ابی داؤد) ایک اور حدیث میں اس قصہ کے بعد ہے اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیسی بہترین اور بڑھیا بات ہے حضور نے فرمایا تو پھر اس پر عمل کرو (ترغیب)

(۴) عن انس رضؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان العبد لیموت والداہ او احدھما وانہ لھما لعاق فلا یزال یدعو لھما ویستغفر لھما حتی یکتبہ اللہ بارًا رواہ البیھقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ -

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مرجائے اور وہ شخص ان کی نافرمانی کرنیوالا ہو تو اگر وہ انکے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتا رہے اس کے علاوہ انکے لئے اور دعائیں کرتا رہے تو وہ شخص فرمانبرداروں میں شمار ہو جائے گا۔

ف: یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر انعام و احسان اور لطف و کرم ہے کہ والدین کی زندگی میں بسا اوقات ناگوار امور پیش آجانے سے دلوں میں میل آجاتا ہے لیکن جتنا بھی رنج ہو جائے والدین ایسی چیز نہیں جن کے مرنے کے بعد بھی دلوں میں رنج رہے ان کے احسانات یاد آکر آدمی بیتاب نہ ہو جائے لیکن اب وہ مر گئے اب کیا تلافی ہو سکتی ہے ؟ اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل سے اس کا دروازہ بھی کھول دیا کہ انکے مرنے کے بعد ان کے لئے دعائیں کرے انکی مغفرت کو اللہ سے مانگتا رہے ان کے لئے ایصال ثواب جانی اور مالی کرتا رہے کہ یہ ان کی زندگی کے زمانہ میں جو ان کے حقوق ضائع ہوئے ہیں اس کی تلافی کر دے گا اور بجائے نافرمانوں میں شمار ہونے کے فرمانبرداروں میں شمار ہو جائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ ہاتھ سے وقت نکل جانے کے بعد بھی اس کا راستہ کھول دیا۔ کس قدر بے غیرتی اور دلی قساوت ہو گی اگر اس موقعہ کو بھی ہاتھ سے کھو دیا جائے ایسا کون ہو گا جس سے ہمیشہ والدین کی رضا ہی کے کام ہوتے رہے ہوں ؟ اور ادائے حقوق میں کوتاہی تو کچھ نہ کچھ ہوتی ہی ہے اگر اپنا معمولی اور کوئی ضابطہ التزام مقرر کر لیا جائے جس سے ان کو ثواب پہونچتا رہے تو کس قدر اچھی چیز حاصل ہو سکتی ہے ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو یہ ان کے لئے حج بدل

ہوسکتا ہے انکی روح کو آسمان میں اسکی خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ شخص اللہ کے نزدیک فرماں برداروں میں شمار ہوتا ہے اگرچہ پہلے سے نافرمان ہو ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین میں سے کسی کی طرف سے حج کرے تو ان کے لئے ایک حج کا ثواب ہوتا ہے اور حج کرنے والے کے لئے نو حجوں کا ثواب ہوتا ہے (رحمۃ للمہداۃ)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے الحمد للہ رب العالمین رب السموات ورب الارض رب العالمین ولہ الکبریاء فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم للہ الحمد رب السموات ورب الارض رب العالمین ولہ العظمۃ فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم ھو الملک رب السموات ورب الارض ورب العالمین ولہ النور فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔

اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ یا اللہ اسکا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفلی صدقہ کرے تو اس میں کیا حرج ہے کہ اس کا ثواب اپنے والدین کو بخشدیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں کہ اس صورت میں انکو ثواب پہونچ جائیگا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی (کنز) اس حدیث شریف کے موافق کچھ کرنا بھی نہیں پڑتا جو کچھ بھی کسی موقع پر خرچ کیا جائے اس کا ثواب اپنے والدین کو پہونچا دیا کرے حضرت عبد اللہ بن سلام رض فرماتے ہیں اس پاک ذات کی قسم جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حق بات کے ساتھ بھیجا ہے یہ اللہ کے پاک کلام میں ہے کہ جو شخص تیرے باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہو تو اس کے ساتھ قطع رحمی نہ کر اس سے تیرا نور جاتا رہے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اس کی مغفرت کی جائے گی۔ اور وہ فرماں برداروں میں شمار ہوگا اوزاعی کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے استغفار کرے اگر انکے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کرے اور ان کو برا نہ کہے تو وہ فرماں برداروں

میں شمار ہو جاتا ہے اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرمانبردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد انکو برا بھلا کہتا ہے ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا انکے لئے استغفار بھی نہیں کرتا وہ نافرمان شمار ہو جاتا ہے۔ (در منثور)

(۵) عن سراقة بن مالك رضـ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الا ادلکم علی افضل الصدقة ابنتك مردودة الیك لیس لھا کاسب غیرك رواہ ابن ماجة کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں بہترین صدقہ بتاتا ہوں تیری وہ لڑکی (اس کا حال) ہے جو لوٹ کر تیرے ہی پاس آگئی ہو اور اسکے لئے تیرے سوا کوئی کمانے والا نہ ہو۔ کہ ایسی لڑکی پر جو بھی خرچ کیا جائیگا وہ بہترین صدقہ ہے)

ف: لوٹ کر آجانے سے مراد یہ ہے کہ لڑکی کا نکاح کر دیا تھا اس کے خاوند کا انتقال ہو گیا یا خاوند نے طلاق دے دی یا کوئی عارضہ پیش آگیا جس کی وجہ سے وہ لڑکی پھر باپ کے ذمہ ہو گئی تو اس کی خبرگیری اس پر خرچ کرنا افضل ترین صدقہ ہے اور اس کا افضل ہونا صاف ظاہر ہے کہ اس میں ایک صدقہ ہے دوسری مصیبت زدہ کی امداد ہے تیسرے صلہ رحمی ہے چوتھے اولاد کی خبرگیری ہے پانچویں غمزدہ کی دلداری ہے کہ اولاد کا ابتداء میں والدین کے ذمہ ہونا رنج کے بجائے خوشی کا سبب ہوتا ہے لیکن اس کا اپنا گھر ہو جانے کے بعد اپنا ٹھکانا بن جانے کے بعد پھر والدین کے ذمہ ہو جانا زیادہ رنج کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرے اس کے لئے ۷۳ درجے مغفرت کے لکھے جاتے ہیں جن میں سے ایک میں اس کے تمام امور کی اصلاح اور درستی ہے اور بہتر ۷۲ درجے اس کے لئے قیامت میں ترقیات کا سبب ہیں اس مضمون کی بہت سی روایات پہلی فصل کی احادیث میں ۲۶ کے ذیل میں گذر چکیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضـ نے حضور سے دریافت کیا کہ میرے پہلے خاوند ابو سلمہ کی جو اولاد میرے پاس ہے ان پر خرچ کرنے کا بھی مجھے ثواب ملے گا وہ تو میری ہی اولاد ہیں۔ حضور نے فرمایا ان پر خرچ کیا کر اس کا تجھے ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

اور اولاد پر رحمت اور شفقت تو بغیر اس کے احتیاج اور ضرورت کے بھی مستقل مندوب اور مطلوب ہے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دونوں نواسے حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے ایک موجود تھے حضور نے ان کو پیار کیا اقرع بن حابس قبیلہ تمیم کا سردار بھی وہاں موجود تھا کہنے لگا کہ میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کبھی بھی کسی کو پیار نہیں کیا حضور نے اس کی طرف تیز نگاہ سے دیکھا اور فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا۔

ایک اور حدیث میں ہے ایک بدو نے عرض کیا کہ تم بچوں کو پیار کرتے ہو ہم تو نہیں کرتے حضور نے فرمایا میں اس کا کیا علاج کروں کہ اللہ نے تیرے دل سے رحمت کا مادہ نکال دیا (ترغیب)

اولاد ہونے کا علاوہ اس کا مصیبت زدہ ہونا مستقل اجر کا سبب ہے۔

(۶) عن سلیمان بن عامرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وھی علی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ رواہ احمد و الترمذی وغیرھما کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غریب پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی دو چیزیں ہو گئیں۔

ف۔ جہاں تک اہل قرابت اور رشتہ داروں کا تعلق ہے ان پر صدقہ عام غربا سے صدقہ پر مقدم ہے اور افضل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مختلف روایات میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون بھی بہت کثرت سے نقل کیا گیا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ ایک اشرفی تو اللہ کے راستہ میں خرچ کرے ایک اشرفی تو غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کرے ایک اشرفی تو کسی فقیر کو دے ایک اشرفی تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے۔ ان میں سب سے افضل یہی ہے جو تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے بشرطیکہ محض اللہ کے واسطے خرچ کیا جائے اور وہ ضرورت شدید بھی ہو جیسا کہ آگے آرہا ہے) ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت میمونہ نے

ایک باندی آزاد کی حضور نے فرمایا کہ اگر اس کو اپنے ماموں کو دیدیتیں تو زیادہ ثواب ہوتا ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خاص طور سے صدقہ کرنے کی ترغیب دی حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ مشہور صحابی اور فقہا صحابہ میں ہیں انکی اہلیہ حضرت زینبؓ نے ان سے کہا کہ آج حضور نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے تمہاری مالی حالت کمزور ہے، اگر تم حضور سے جاکر یہ دریافت کر لو کہ میں صدقہ کا مال تمہیں دیدوں تو یہ کافی ہے یا نہیں انھوں نے فرمایا کہ تم خود ہی جاکر دریافت کر لو (کہ انکو اپنی ذات کے لئے دریافت کرنے میں غالباً حجاب اور خود غرضی کا خیال ہوا ہو گا) حضرت زینبؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں دروازہ پر دیکھا کہ ایک عورت بھی کھڑی ہیں اور وہ بھی یہی مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں لیکن حضور کے رعب کی وجہ سے دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوئی اتنے میں حضرت بلال رضؓ آگئے ان دونوں نے ان سے درخواست کی کہ حضور سے عرض کر دیں کہ دو عورتیں کھڑی ہیں اور یہ دریافت کرتی ہیں کہ اگر وہ اپنے خاوندوں پر اور جو یتیم بچے پہلے خاوندوں سے انکے پاس ہیں ان پر صدقہ کر دیں تو یہ کافی ہے حضرت بلال رضؓ نے حضور سے پیام پہنچایا۔ حضور نے دریافت فرمایا کون عورتیں ہیں؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ ایک فلاں عورت انصاریہ ہیں اور ایک عبداللہ بن مسعود رضؓ کی بیوی زینب ہیں حضور نے فرمایا کہ ان انکے لئے دوگنا ثواب ہے، صدقہ کا بھی اور قرابت کا بھی (مشکوٰۃ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے کسی بھائی کی ایک درم سے مدد کر دوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے دوسرے پر بیس درم خرچ کرنے سے اور میں اس پر سو درم خرچ کر دوں یہ زیادہ محبوب ہے ایک غلام آزاد کرنے سے (احیاء، اتحاف)

ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی خود ضرورتمند ہو تو وہ مقدم ہے جب اپنے سے زائد ہو تو عیال مقدم ہے اس سے زائد ہو تو دوسرے رشتہ دار مقدم ہیں ان سے زائد ہو تو پھر ادھر اُدھر خرچ کرے (کنز) یہ مضمون کنز العمال وغیرہ میں کئی روایات میں ذکر کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو مؤخر کرنا جب ہی ہے جبکہ اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو احتیاج زیادہ ہو اور اگر اپنے سے زیادہ محتاج دوسرے ہوں یا خود باوجود احتیاج کے صبر پر قادر ہے اور اللہ پر اعتماد کامل ہے تو دوسروں کو مقدم کر دینا کمال کا درجہ ہے۔ پہلی فصل کی آیات نمبر ۲۳ یؤثرون علی انفسہم کے ذیل میں یہ مضمون مفصل گذر چکا ہے۔ حضرت علی رضؓ ارشاد

فرماتے ہیں کہ میں تمہیں اپنا اور (اپنی بیوی حضرت) فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی سب سے زیادہ لاڈلی اولاد تھیں قصہ سناؤں وہ میرے گھر رہتی تھیں خود چکی پیستیں جس کی وجہ سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے خود پانی بھر کر لاتیں جس کی وجہ سے مشکیزہ کی رگڑ سے بدن پر رسی کے نشان پڑ گئے خود گھر میں جھاڑو وغیرہ دیتیں جس سے کپڑے میلے رہتے خود کھانا پکاتیں جس سے دھوئیں کے اثر سے کپڑے کالے رہتے غرض ہر قسم کی مشقتیں اٹھاتی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضورؐ کے پاس کچھ باندی غلام وغیرہ آئے تو میں نے کہا کہ تم بھی جا کر ایک خادم مانگ لو کہ اس مشقت سے کچھ امن ملے وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں کچھ مجمع تھا شرم کی وجہ سے کچھ عرض نہ کر سکیں واپس چلی آئیں۔ ایک حدیث میں ہے حضرت عائشہؓ سے عرض کر کے چلی آئیں دوسرے دن حضورؐ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ تم کل کیا کہنے گئی تھیں وہ تو شرم کی وجہ سے چپکی ہو گئیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے انکی ساری حالت پانی وغیرہ بھرنے کی بیان کر کے عرض کیا کہ میں نے ان کو بھیجا تھا کہ ایک خادم آپ سے مانگ لیں حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں خادم سے بہتر چیز بتاؤں جب سونے لیٹا کرو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھا کرو یہ خادم سے بڑھ کر ہے (ابو داؤد) ایک اور حدیث میں اس قصہ میں حضورؐ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا کہ میں تمہیں ایسی حالت میں ہرگز نہیں دے سکتا کہ اہل صفہ کے پیٹ بھوک کی وجہ سے لپٹ رہے ہیں میں ان غلاموں کو بیچ کر انکی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں گا (فتح الباری)۔

(۷) عن اسماء بنت ابی بکرؓ قالت قدمت علی امی وھی مشرکۃ فی عھد قریش فقلت یارسول اللہ ان امی قدمت علی وھی راغبۃ افاصلھا قال نعم صلیھا متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جس زمانہ میں حضورؐ کا قریش سے معاہدہ ہو رہا تھا اس وقت میری کافر والدہ (مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ) آئیں میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ میری والدہ (میری اعانت کی) طالب بنکر آئی ہیں ان کی اعانت کر دوں حضورؐ نے فرمایا ہاں ان کی اعانت کرو۔

ف۔ ابتداء زمانہ میں کفار کی طرف سے مسلمانوں پر جس قدر مظالم ہوئے وہ بیان سے باہر ہیں تواریخ کی کتب ان سے پر ہیں حتی کہ مسلمانوں کو مجبور ہو کر مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنی پڑی مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد بھی مشرکین کی طرف سے ہر طریقہ سے لڑائی اور ایذا رسانی کا سلسلہ رہا حضور اقدس صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ محض عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو کافروں نے مکہ میں داخل بھی نہ ہونے دیا باہر ہی سے واپس ہونا پڑا لیکن اسی وقت آپس میں ایک معاہدہ چند سال کے لئے ہو گیا تھا جس میں چند سال کے لئے کچھ شرائط پر آپس میں لڑائی نہ ہونے کا فیصلہ ہوا تھا۔

مشہور قصہ ہے اسی معاہدہ کی طرف حضرت اسماءؓ نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا کہ جس زمانہ میں قریش سے معاہدہ ہو رہا تھا اس معاہدہ کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کی ایک بیوی جو حضرت اسماء کی والدہ تھیں اور مسلمان نہیں ہوئی تھیں اپنی بیٹی حضرت اسماء کے پاس کچھ اعانت کی خواہش لے کر گئیں چونکہ وہ مشرکہ تھیں اس لئے حضرت اسماءرض کو اشکال پیش آیا کہ انکی اعانت کی جائے یا نہیں اس لئے حضور سے دریافت کیا حضور نے اعانت کا حکم فرمایا امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ کافر رشتہ داروں کی صلہ رحمی بھی مال سے ضروری ہے جیسا کہ مسلمان رشتہ داروں کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (ممتحنہ ع ۱) نازل ہوئی (فتح الباری) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑتے اور تم کو تمھارے گھروں سے انھوں نے نہیں نکالا اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت اقدس حکیم الامتہ مولانا تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مراد وہ کافر ہیں جو ذمّی یا مصالح ہوں یعنی محسنانہ برتاؤ ان سے جائز ہے اور اسی کو منصفانہ برتاؤ فرمایا پس انصاف سے مراد خاص انصاف ہے یعنی ان کی ذمیت یا مصالحت کے اعتبار سے انصاف اسی کو متقاضی ہے کہ ان کے ساتھ

احسان سے دریغ نہ کیا جائے ورنہ مطلق انصاف تو ہر کافر بلکہ جانور کے ساتھ بھی واجب ہے (بیان القرآن)
حضرت اسماء کی یہ والدہ جن کا نام قیلہ یا قتیلہ بنت عبد العزیٰ ہے چونکہ مسلمان نہ ہوئی تھیں اس لئے
حضرت ابوبکرؓ نے ان کو طلاق دیدی تھی بعض روایات میں ہے کہ یہ کچھ گھی پنیر وغیرہ ہدیہ
کے طور پر لے کر اپنی بیٹی حضرت اسماء کے پاس گئیں انھوں نے ان کو اپنے گھر میں داخل
نہ ہونے دیا اور اپنی علاتی ہمشیرہ حضرت عائشہؓ کے پاس مسئلہ دریافت کرنے کے لئے
آدمی بھیجا کہ حضور سے دریافت کرکے اطلاع دیں حضور نے اجازت فرمادی اور یہ آیت شریفہ اسی
قصہ میں نازل ہوئی (فتح و درمنثور) یہ ان حضرات کی دین پختگی اور قابل رشک جذبہ تھا کہ ماں گھر
پر آئی ہے محض بیٹی سے ملنے کے واسطے آئی ہے کہ اس وقت تک اعانت کی طلب کا تو وقت بھی
نہ آیا تھا لیکن حضرت اسماء نے مسئلہ تحقیق کرنے کیلئے آدمی دوڑا دیا کہ میں اپنی ماں کو گھر میں داخل
ہونے کی اجازت دے سکتی ہوں یا نہیں۔ متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے
کہ صحابہ کرامؓ غیر مسلموں پر صدقہ کرنا ابتداءً پسند نہیں کرتے تھے جس پر حق تعالیٰ شانہ نے
آیت شریفہ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ الآية (بقرہ ع ۳۷) نازل فرمائی کہ آپ کے ذمہ انکی ہدایت نہیں ہے یہ
تو خدا تعالیٰ کا کام ہے جس کو چاہے ہدایت پر لا دیں جو کچھ تم (خیرات وغیرہ) خرچ کرتے ہو اپنے نفع
کے واسطے کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے علاوہ کسی اور فائدہ کی غرض سے نہیں کرتے
یعنی تم تو صدقہ وغیرہ اللہ تعالیٰ شانہ کی رضا کے واسطے کرتے ہو اس میں ہر حاجتمند
داخل ہے کافر ہو یا مسلمان ہو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنے
کافر رشتہ داروں پر احسان کرنا پسند نہیں کرتے تھے تاکہ وہ بھی مسلمان ہوجائیں انھوں
نے اس بارہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا اس پر یہ آیت شریفہ لیس
علیک هدٰهم نازل ہوئی اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے (الدر المنثور)
امام غزالی نے لکھا ہے کہ ایک مجوسی حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں
حاضر ہوا اور آپ کا مہمان بننے کی درخواست کی آپ نے فرمادیا کہ اگر تو مسلمان ہوجائے
تو میں تیری مہمانی قبول کرتا ہوں وہ مجوسی چلا گیا اللہ جل شانہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی

کہ ابراہیم تم ایک رات کا ... ھانا تبدیلی مذہب بغیر نہ کھلا سکے ہم تو برسوں سے اس کے کفر کے باوجود اس
کو کھانا دے رہے ... ں میں ایک وقت کا کھانا کھلا دیتے تو کیا مضائقہ تھا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
فوراً اس ... ی تلاش میں دوڑنے لگے وہ مل گیا اس کو اپنے ساتھ واپس لائے اور اس کو کھانا
کھا ... مایا۔ اس مجوسی نے پوچھا کہ کیا بات پیش آئی کہ تم خود مجھے تلاش کرنے نکلے حضرت ابراہیمؑ نے
... حی کا قصہ سنایا وہ مجوسی کہنے لگا اس کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے تو مجھے اسلام کی تعلیم
دیجئے اور اسی وقت مسلمان ہو گیا (احیاء)

ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی شخص کو کوئی گنجائش نہیں ۱؎ والدین کے ساتھ احسان کرنا چاہے والدین مسلمان ہوں یا کافر ۲؎ جس سے عہد کر لیا جائے اس کو پورا کرنا چاہے مسلمان سے عہد کیا ہو یا کافر سے ۳؎ امانت کو واپس کرنا چاہے مسلمان کی امانت ہو یا کافر کی (جامع الصغیر) محمد بن الحنفیہ عطاء اور قتادہ تینوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا کہ حق تعالیٰ شانہ کے پاک ارشاد الا ان تفعلوا الی اولیاء کم معروفا (احزاب ع ۱) میں مسلمان کی یہود نصاریٰ غیر مسلم رشتہ داروں کے لئے وصیت مراد ہے (مغنی)

(۸) عن انس وعبد اللہ قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی عیال ہے پس اللہ تعالیٰ کو وہ شخص بہت محبوب ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کرے۔

ف:- مخلوق کے اندر مسلمان کافر انسان حیوان سب ہی داخل ہیں ہر مخلوق کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا اسلام کی تعلیم ہے اور اللہ جل شانہ کو محبوب ہے پہلی فصل کے نمبر ۹ پر یہ حدیث گذر چکی کہ ایک فاحشہ عورت کی اس پر بخشش ہو گئی کہ اس نے پیاسے کتے کو پانی پلایا۔ دوسری فصل کی مشکل ۲ پر یہ حدیث گذری ہے کہ ایک عورت کو اس بنا پر عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی پال رکھی تھی اور اس کو کھانے کو نہ دیا۔ جب جانوروں کا یہ حال ہے تو آدمی تو

اشرف المخلوقات ہے اس پر احسان اور اچھے برتاؤ کا کیا کچھ اجر ہوگا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے ۔ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء تم زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والے رحم کریں گے ۔

دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص آدمیوں پر رحم نہیں کرتا اللہ جل شانہ اس پر رحم نہیں فرماتا ایک اور حدیث میں ہے کہ رحم اسی شخص کے دل سے نکالا جاتا ہے جو بدبخت ہو (مشکوٰۃ) خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی ساری دنیا کے لئے رحمت تھی آپ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کی شہادت دیتا ہے امت کے لئے ضروری ہے کہ حضور کی زندگی کے واقعات کی تحقیق کرے اور اس کا اتباع کرے حق تعالیٰ شانہ کا پاک ارشاد ہے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (انبیاء ۷) اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے لئے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے حضرت ابن عباس رضہ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضور پر ایمان لے آئے ان کے لئے تو آپ کا وجود دنیا اور آخرت کی رحمت ہے ہی لیکن جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے لئے بھی آپ کا وجود اس لحاظ سے رحمت ہے کہ وہ پہلی امتوں کی طرح دنیا کے عذاب مسخ ہو جانے سے زمین میں دھنس جانے سے آسمانوں سے پتھر برسنے سے محفوظ ہو گئے ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حضور سے درخواست کی کہ قریش نے مسلمانوں کو بہت اذیت پہونچائی ہے بہت نقصانات دیئے آپ ان لوگوں پر بد دعا فرمائیں حضور نے فرمایا کہ میں بد دعائیں دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا میں لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے (درمنثور) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا جانگداز واقعہ حکایات صحابہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ ان بدنصیبوں نے کتنی سخت سخت تکلیفیں پہونچائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے خون جاری ہو گیا اور اس پر جب اس فرشتہ نے جو پہاڑوں پر متعین تھا آکر درخواست کی کہ اگر آپ فرمادیں تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب بیچ میں کچل جائیں گے

حضور نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی ذات سے یہ امید ہے کہ اگر یہ لوگ مسلمان نہ بھی ہو تو ان کی اولاد میں
سے کچھ لوگ اللہ کا نام لینے والے پیدا ہو جائیں گے احد کی لڑائی میں جب حضور پر سخت حملہ کیا گیا
حضور کا دندان مبارک شہید ہو گیا لوگوں نے کفار پر بددعا کی درخواست کی حضور نے ارشاد فرمایا
یا اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ لوگ ناواقف ہیں حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ
بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح بددعا فرما دیتے تو ہم سب کے سب ہلاک ہو جاتے کہ آپکو
ہر قسم کی تکلیفیں پہونچائی گئیں لیکن آپ ہر وقت یہی فرماتے رہے کہ یا اللہ میری قوم کی مغفرت
فرما کہ وہ جانتے نہیں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ان حالات کو بڑے غور سے دیکھنا
چاہیئے کہ کس قدر حضور کا حلم اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ اور جود وکرم کی انتہا ہے کہ ان سخت
سخت تکلیفوں پر حضور کبھی مغفرت کی کبھی ہدایت کی دعائیں ہی کرتے رہے غورث
بن حارث کا واقعہ مشہور ہے کہ جب ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہا سو
رہے تھے وہ تلوار ہاتھ میں لے کر حضور اقدس کے پاس پہونچ گیا اور حضور کی آنکھ اس وقت
کھلی جبکہ وہ تلوار سونتے ہوئے پاس کھڑا تھا اس نے للکار کر کہا کہ بتا اب تجھے بچانے والا
کون ہے؟ حضور نے فرمایا اللہ جل شانہ۔ حضور کا یہ فرمانا تھا کہ اس کے ہاتھ کو کپکپی ہوئی اور
تلوار ہاتھ سے گر گئی حضور نے وہ تلوار اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا کہ اب تو بتا کہ
تجھے بچانے والا کون ہے وہ کہنے لگا کہ آپ بہترین تلوار لینے والے ہیں۔ یعنی معاف
فرمائیں حضور نے معاف فرمادیا۔ یہودی عورت کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر
دینے کا واقعہ بھی مشہور ہے اور اس عورت نے اس کا اقرار بھی کر لیا کہ میں نے حضور
کو زہر دیا لیکن حضور نے اپنا انتقام نہیں لیا۔ لبید بن اعصم نے حضور پر جادو کیا حضور کو اس
کا علم بھی ہو گیا مگر حضور نے اس واقعہ کا چرچا بھی گوارا نہیں کیا غرض دو چار واقعات نہیں
ہزاروں واقعات حضور کے دشمنوں پر رحم وکرم کے ہیں (شفاء) حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے
کے ساتھ رحم کا برتاؤ نہ کرو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص رحم تو کرتا ہی
ہے حضور نے فرمایا یہ رحم نہیں ہے جو اپنے ہی کے ساتھ ہو بلکہ رحم وہ ہے جو عام ہو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں تشریف لے گئے وہاں چند قریش کے حضرات بیٹھے ہوئے تھے حضور نے فرمایا کہ یہ سلطنت اور حکومت کا سلسلہ قریش میں رہے گا جب تک کہ وہ یہ معمول رکھیں کہ جو ان سے رحم کی درخواست کرے اسپر رحم کریں جب کوئی حکم لگائیں تو عدل کا لحاظ رکھیں جب کوئی چیز تقسیم کریں تو انصاف کو اختیار کریں اور جو شخص ان امور کا خیال نہ کرے اسپر اللہ کی لعنت فرشتوں کی لعنت سارے آدمیوں کی لعنت ۔ ایک مرتبہ حضور ایک مکان میں تشریف لے گئے جہاں مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت تشریف رکھتی تھی حضور کو تشریف لاتا دیکھ کر ہر شخص اپنی جگہ سے ہٹ گیا اس اُمید پر کہ حضور وہاں تشریف رکھیں حضور دروازہ پر تشریف فرما رہے اور دروازہ کی دونوں جانبوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ میرا تم پر بہت حق ہے یہ امر سلطنت کا قریش میں رہیگا جب تک وہ تین باتوں کا اہتمام رکھیں ۔ ۱؎ جو شخص ان سے رحم کی درخواست کرے اس پر رحم کریں ۲؎ جو فیصلہ کریں انصاف سے کریں ۳؎ جو معاہدہ کسی سے کرلیں اس کو پورا کریں اور جو شخص ایسا نہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے فرشتوں کی لعنت ہے تمام آدمیوں کی لعنت ہے ۔

حضور کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص ایک چڑیا کو بھی بغیر حق کے ذبح کرے گا قیامت کے دن اس سے مطالبہ ہوگا صحابہ نے عرض کیا کہ اس کا حق کیا ہے ؟ حضور نے فرمایا کہ اس کو ذبح کر کے کھایا جائے یہ نہیں کہ ویسے ہی ذبح کر کے پھینک دی جائے ۔ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ غلام جو تمہارے ماتحت ہیں ان کو اس چیز سے کھلاؤ جس سے خود کھاتے ہو اس چیز سے پہناؤ جس سے خود پہنتے ہو اور جس سے موافقت نہ آئے اس کو فروخت کر دو اس کو عذاب میں مبتلا کرنے کا کوئی حق نہیں (ترغیب) حضور کا ارشاد ہے کہ جب تمھارا کوئی خادم تمھارے لئے کوئی چیز پکا کر لائے کہ اس کی گرمی اور دھوئیں کی مشقت اس نے اُٹھائی ہے تو تمہیں چاہیئے کہ اس کو کھانے میں اپنے ساتھ شریک کر و اگر اتنی مقدار نہ ہو کہ اس کو شریک کر سکو تو اس میں سے تھوڑا سا اسے بھی دیدو (مشکوٰۃ) حضور کا ارشاد ہے کہ ماتحتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا مبارک ہے اور ان کے ساتھ بدخلقی برتنا بدبختی ہے (مشکوٰۃ) غرض ہر نوع سے حضور نے مخلوق پر رحم کی تاکید

نے مختلف نوع سے ان پر اکرام کی ترغیب دی۔

(۹) عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمہ وصلہا رواہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر سرابر کا معاملہ کرنے والا ہو صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے جو دوسرے کے توڑنے پر صلہ رحمی کرے۔

ف۔ بالکل ظاہر اور بدیہی بات ہے جب آپ ہر بات میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ جیسا برتاؤ دوسرا کرے گا ویسا ہی میں بھی کروں گا تو آپ نے کیا صلہ رحمی کی؟ یہ بات تو ہر اجنبی کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ جب دوسرا شخص آپ پر احسان کرے گا تو آپ خود اس پر احسان کرنے میں مجبور ہیں صلہ رحمی تو درحقیقت یہی ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے التفاتی بے نیازی قطع تعلق ہو تو تم اس کے جوڑنے کی فکر میں رہو اس کو مت دیکھو کہ وہ کیا برتاؤ کرتا ہے اس کو ہر وقت سوچو کہ میرے ذمہ کیا حق ہے مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہو ایسا نہ ہو کہ اس کا کوئی حق اپنے ذمہ رہ جائے جس کا قیامت میں اپنے سے مطالبہ ہو جائے اور اپنے حقوق کے پورا ہونے کا واہمہ بھی دل میں نہ لو بلکہ اگر وہ پورے نہیں ہوتے تو اور بھی زیادہ مسرور ہو کہ دوسرے عالم میں جو اجر و ثواب اس کا ملے گا وہ اس سے بہت زیادہ ہوگا جو یہاں دوسرے کے ادا کرنے سے وصول ہوتا۔

ایک صحابیؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میرے رشتہ دار ایسے ہیں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ہر معاملہ میں تحمل سے کام لیتا ہوں وہ جہالت پر اترے رہتے ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو تو ان کے منہ میں خاک ڈال رہا ہے (یعنی خود ذلیل ہوں گے) اور تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ شانہ کی مدد شامل حال رہے گی جب تک تو اپنی اس عادت پر جارہے گا (مشکوٰۃ) اور جب تک اللہ جل شانہ کی مدد کسی کے شامل حال رہے نہ کسی کی برائی سے نقصان پہنچ سکتا ہے نہ کسی کا قطع تعلق نفع پہنچے

مانع ہو سکتا ہے ؎

تو نہ چھوٹے مجھ سے یا رب تیرا چھٹتا ہے غضب
یوں میں راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کسی کا مددگار ہو جائے تو اس کو کب کسی دوسرے کی کسی مدد کی احتیاج باقی رہ سکتی ہے پھر ساری دنیا اس کی مجبوراً معین ہے اور ساری دنیا مل کر اس کو کوئی نقصان پہونچانا چاہے تو نقصان نہیں پہونچا سکتی - ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے ۱ حق تعالیٰ شانہٗ کا خوف ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی (یعنی دل سے اور ظاہر سے یا خلوت میں اور جلوت میں) ۲ انصاف کی بات خوشی میں بھی غصہ میں بھی (آدمی جب کسی سے خوش ہوا کرتا ہے تو عیوب چھپا کر تعریفوں کے پل باندھا کرتا ہے - جب خفا ہوتا ہے تو جھوٹے الزام تماشا کرتا ہے مجھے حکم ہے کہ ہر حالت میں انصاف کی بات کہوں) ۳ میانہ روی فقر کی حالت میں بھی اور وسعت کی حالت میں بھی (نہ تنگی میں کنجوسی کروں نہ وسعت میں اسراف کروں یا نہ فقر میں جزع فزع کروں، نہ غنا میں عجب اور فخر کروں) ۴ نیز یہ کہ جو شخص مجھ سے قطع تعلق کرے میں اس کے ساتھ بھی تعلقات وابستہ کروں ۵ اور جو شخص مجھے اپنی عطا سے محروم کرے میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں ۶ جو شخص مجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دوں (انتقام لینے کی فکر میں نہ پڑوں) ۷ یہ کہ میرا سکوت (آخرت کا یا اللہ تعالیٰ کی آیات کا فکر ہو ۸ میری گویائی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو (تسبیح وغیرہ یا اللہ کے احکام کا بیان) (۹) میری نظر عبرت ہو (یعنی جس چیز کو دیکھوں عبرت کی نگاہ سے دیکھوں) - ۱۰ اور میں نیک کام کا حکم کرتا رہوں (مشکوٰۃ) شروع میں نو چیزیں فرمائی تھیں تفصیل میں دس ہو گئیں مگر یہ دسویں چیز سابقہ نو چیزوں کا اجمال بھی ہو سکتا ہے اور (۷، ۸) دو متقابل ہونے کی وجہ سے ایک بھی شمار ہو سکتے ہیں جیسا کہ شروع میں ظاہر باطن ایک شمار ہوئے - خوشی اور غصہ ایک شمار ہوئے حضرت حکیم بن حزام فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور سے دریافت کیا کہ افضل ترین صدقہ کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کاشح رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک کرنا (ترغیب) کاشح اس شخص کو کہتے ہیں جو دل

کسی سے بغض و کینہ رکھے ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ قیامت
میں اس کو بلند مکانات ملیں اس کو اونچے درجے ملیں اس کو چاہیئے کہ جو شخص اس پر ظلم کرے
اس سے درگذر کرے جو اس کو اپنی عطا سے محروم رکھے اس پر احسان کرے اور جو اس سے تعلقات
توڑے اس سے تعلقات جوڑے (درمنثور)

ایک حدیث میں ہے کہ جب آیت شریفہ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ
عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○ (اعراف ع ۲۴) معافی کو اختیار کرو نیکی کا حکم کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو
نازل ہوئی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس کی تفسیر دریافت
کی تو انھوں نے عرض کیا کہ جاننے والے (تعالیٰ شانہ) سے دریافت کر کے عرض کروں گا وہ واپس
تشریف لے گئے اور پھر آکر عرض کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف
کریں اور جو آپ کو اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو عطا فرمائیں اور جو آپ سے تعلقات توڑے اس
سے تعلقات جوڑیں ایک اور حدیث میں اس واقعہ کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعد حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں تم کو دنیا اور آخرت کے
بہترین اخلاق بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو تم پر
ظلم کرے اس کو معاف کرو جو تمھیں اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو عطا کرو جو تم سے تعلقات
توڑے اس سے صلہ رحمی کرو حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں اوّلین اور آخرین کے بہترین اخلاق بتاؤں؟ میں نے عرض کیا
ضرور ارشاد فرمائیں حضورؐ نے فرمایا کہ جو تمھیں اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو عطا کرو جو تم
پر ظلم کرے اس کو معاف کرو اور جو تم سے قرابت کے تعلقات توڑے اس کے ساتھ تعلقات
جوڑو حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمھیں دنیا اور آخرت کے بہترین اخلاق
بتاؤں؟ پھر یہی تین چیزیں ارشاد فرمائیں اور بھی متعدد صحابہ کرام سے یہ مضمون ذکر
کیا گیا حضرت ابوہریرہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی
خالص ایمان تک اس وقت تک نہیں پہونچ سکتا جب تک کہ یہ کام نہ کرے
کہ اپنے سے تعلق توڑنے والوں کے ساتھ تعلقات جوڑا کرے اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو

معاف کیا کرے اپنے کو گالیاں دینے والے کو بخش دیا کرے اور جو اپنے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کرے۔ (درمنثور)

(۷) عن ابی بکرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ذنب احری ان یعجل اللہ لصاحبہ العقوبۃ فی الدنیا مع ما یدخر لہ فی الاخرۃ من البغی وقطیعۃ الرحم رواہ الترمذی وابوداؤد وکذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہیں ہو کوئی گناہ جو زیادہ مستحق اس بات کا ہو کہ اس کا وبال آخرت میں ذخیرہ رہنے کے باوجود دنیا میں اس کی سزا بہت جلد نہ بھگتنی پڑے ان دو کے علاوہ ایک ظلم دوسرا قطع رحمی۔

ف۔ یعنی یہ دو گناہ ظلم اور قطع رحمی ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان پر جو کچھ وبال ہوگا وہ ہو ہی گا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان کی سزا بہت جلد ملتی ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ہر گناہ کی جب چاہے مغفرت فرما دیتے ہیں مگر والدین کی قطع رحمی کی سزا مرنے سے پہلے پہلے دیدیتے ہیں (مشکوٰۃ) ایک حدیث میں ہے کہ ہر گناہ کی سزا اللہ جل شانہٗ آخرت پر موخر فرما دیتے ہیں لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا کو بہت جلد دنیا میں دے دیتے ہیں (جامع الصغیر) بہت سی احادیث میں یہ بھی مضمون ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن رحم (قرابت) کو زبان عطا فرما دیں گے وہ عرش معلی کو پکڑ کر درخواست کرتا رہے گا کہ یا اللہ جس نے مجھے ملایا تو اس کو ملا اور جس نے مجھے قطع کیا تو اس کو قطع کر بہت سی احادیث میں ہو کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ رحم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے پاک نام رحمٰن سے نکالا گیا ہے جو اس کو ملائے گا رحمٰن اس کو ملائے گا جو اس کو قطع کرے گا رحمٰن اس کو قطع کرے گا ایک حدیث میں ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو ایک حدیث میں ہے کہ ہر پنجشنبہ کو اللہ جل شانہ کے یہاں اعمال پیش ہوتے ہیں قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا (درمنثور) فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ قطع رحمی اس قدر بدترین گناہ ہے کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی رحمت سے دور کر دیتا ہے اس

لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اس سے بہت جلد توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے حضور کا ارشاد ہے کہ صلہ رحمی کے علاوہ کوئی نیکی ایسی نہیں جس کا بدلہ بہت جلد ملتا ہو اور قطع رحمی اور ظلم کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا وبال آخرت میں باقی رہنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں جلدی نہ مل جاتا ہو (تنبیہ الغافلین) حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنیوالا ہو تو وہ چلا جائے ہم لوگ اللہ تعالیٰ شانہ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہو جاتے ہیں (ترغیب) یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی اس سے پہلے ہی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ ہماری دعا ہوگی تو وہ دروازہ بند ہونیکی وجہ سے رہجائیگی - انکے علاوہ بہت سی روایات سے یہ مضمون معلوم ہوتا ہے اور دنیا کے واقعات بہت کثرت سے اس کی شہادت دیتے ہیں کہ قطع رحمی کرنے والا دنیا میں بھی ایسی مصائب میں پھنستا ہے کہ پھر روتا ہی پھرتا ہے اور اپنی حماقت اور جہالت سے اس کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ اتنے اس گناہ سے توبہ نہ کرے اس کی تلافی نہ کرے اتنے اس آفت اور اس عذاب سے جس میں مبتلا ہے خلاصی نہ ہوگی چاہے لاکھ تدبیریں کرے اور اگر کسی دینوی آفت میں مبتلا ہو جائے تو وہ اس سے بہت ہلکی ہے کہ کسی بددینی میں خدانہ کرے مبتلا ہو جائے کہ اس صورت میں اس کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ توبہ ہی کرلے حق تعالیٰ شانہ ہی اپنے فضل سے محفوظ فرمائے -

چوتھی فصل زکوٰۃ کی تاکید اور فضائل میں

زکوٰۃ کا ادا کرنا اسلام کے ارکان میں سے اہم ترین رکن ہے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پاک کلام میں مشہور قول کے موافق ۸۲ بیاسی جگہ نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا حکم فرمایا اور جہاں جہاں صرف زکوٰۃ کا حکم ہے وہ ان کے علاوہ ہیں. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہے کلمہ طیبہ کا اقرار - نماز - زکوٰۃ - روزہ - حج ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتے جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن پاک میں) اس کو نماز کے ساتھ جمع کیا ہے پس ان دونوں میں فرق نہ کرو (کنز) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے کسی چیز کا انکار کرنیوالا کافر ہے - یہی پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں یہی اہم العبادات ہیں یہی وہ چیزیں ہیں جن پر اسلام کا گویا مدار ہے لیکن اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ان کا خلاصہ کیا ہے اقرار عبدیت کے بعد صرف دو حاضریاں ہیں آقا کے دربار کی محبوب کی بارگاہ کی پہلی حاضری روحانی ہے جو نماز کے ذریعہ سے ہے اسی لئے حضور کا ارشاد ہے کہ نمازی اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے اسی لئے اس کو معراج المومنین کہا جاتا ہے - یہ حاضری اپنی ہر وقت کی حاجات اور ضرورتیں مالک کے حضور میں پیش کرنے کا وقت ہے اسی لئے بار بار حاضری کی ضرورت پیش آتی ہے کہ آدمی کی ضرورتیں ہر وقت پیش آتی رہتی ہیں اسی وجہ سے احادیث میں کثرت سے یہ مضمون آیا ہے. کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے انبیاء کرام کو جب کوئی حاجت پیش آتی نماز کی طرف رجوع کرتے اس حاضری میں بندہ کی طرف سے حمد و ثنا کے بعد اعانت کی

درخواست ہو اور اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے اجابت کا وعدہ ہے جیسا کہ احادیث میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں اس کی تصریح ہے اسی لئے جب نماز کے لئے پکارا جاتا ہے تو نماز کے لئے آؤ کے ساتھ ہی اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاح کے لئے آؤ یعنی دونوں جہان کی کامیابی کے لئے آؤ اس کی تائید میں کثرت سے احادیث کا ذخیرہ موجود ہے اور نماز پر چونکہ دونوں جہاں کی فلاح اور کامیابی ہی مولیٰ اور آقا کے دربار سے ملتی ہے دین اور دنیا دونوں ہی عطا ہوتی ہیں اس لئے زکوٰۃ گویا اس کا تکملہ اور تتمہ ہے کہ ہمارے دربار سے جو عطا ہو اس میں سے نہایت قلیل مقدار ڈھائی روپیہ سیکڑہ ہمارے نام لیوا فقیروں کو بھی دیدیا کرو یہ گویا شکرانہ ہے دربار کی عطا کا جو عقلی بھی ہے فطری بھی ہے اور معتاد بھی ہے کہ دربار کی عطاؤں میں سے دربار کے نوکروں کو بھی دیا ہی جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں بکثرت سی جہاں جہاں نماز کا حکم آتا ہو اسکے ساتھ ہی اسکے بعد اکثر زکوٰۃ کا حکم ہوتا ہو کہ نماز کے ذریعہ ہم سے مانگو اور لو پھر جو لے اسمیں سے تھوڑا سا ہمارے نام لیواؤں کو دیتے جاؤ پھر لطف پر لطف یہ ہے کہ اس قلیل مقدار کی ادائیگی پر مستقل اجر ہے مستقل ثواب ہو اور انعامات کثیرہ کا وعدہ ہے۔ دوسری حاضری جسمانی محبوب کے گھر کی ہے جس کو حج کہتے ہیں اس میں چونکہ فی الجملہ مشقت ہے جانی بھی مالی بھی اس لئے استطاعت پر عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ کی حاضری ضروری قرار دی اور وہاں کی حاضری کے لئے اپنے آپ کو گندگیوں سے پاک کرنے کیلئے چند یوم کا روزہ ضروری قرار دیا کہ ساری گندگیونکی جڑ پیٹ اور شرم گاہ ہو انکی چند یوم اہتمام سی حفاظت کی جائے تاکہ وہاں کی حاضری کی قابلیت پیدا ہو جائے اسی لئے روزہ کا مہینہ ختم ہوتے ہی حج کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اسی مصلحت سے غالباً فقہاء کرام اسی ترتیب سے ان عبادات کو اپنی کتابوں میں ذکر فرماتے ہیں اس کے علاوہ روزہ میں دوسری مصالح کا ملحوظ ہونا اس کے منافی نہیں مال خرچ نہ کرنے پر آیات میں جو وعیدیں آئی ہیں جن میں سے بعض دوسری فصل میں گذر چکی ہیں وہ اکثر علماء کے نزدیک زکوٰۃ ادا نہ کرنے ہی پر نازل ہوئی ہیں ان سب آیات یا احادیث کا ذکر کرنا تو ظاہر ہے کہ دشوار ہے نمونہ کے طور پر چند آیات اور چند احادیث اس بارہ میں ذکر کی جاتی ہیں مسلمان کیلئے تو ایک آیت یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد بھی کافی ہو اور جو محض نام کا مسلمان ہے اس کے لئے تمام قرآن پاک اور احادیث کا سارا دفتر بھی

بیکار ہے فرماں بردار کے لئے تو اس کا ایک مرتبہ معلوم ہو جانا بھی کافی ہے کہ آقا کا یہ حکم ہے اور نافرمان کے لئے ہزار تنبیہیں بھی بیکار ہیں اتنے عذاب کا جوتا نہ پڑے اتنے کب سمجھ میں آسکتا ہے۔

آیات

(۱) وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ٥ (بقرہ ع ٥)

اور قائم کرو تم لوگ نماز کو اور دو زکوٰۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ یا رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

ف: حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں فروع اسلامیہ میں اعمال دو قسم کے ہیں اعمال ظاہری اور اعمال باطنی پھر اعمال ظاہری دو قسم کے ہیں عبادت بدنی اور عبادت مالی تو یہ تین کلیات ہوئیں ان تینوں کلیات میں سے ایک ایک جزئی کو ذکر کر دیا۔ نماز عبادت بدنی ہے اور زکوٰۃ عبادت مالی ہے اور خشوع خضوع عبادت باطنی ہے چونکہ تواضع باطنی میں اہل تواضع کی معیت کو بڑا دخل اور تاثیر عظیم ہے اس لئے مع الراکعین کا لفظ بڑھانا نہایت برمحل ہوا (بیان القرآن) اس قول کے موافق رکوع سے خشوع خضوع مراد ہے اور بڑے لطیف امور آیت شریفہ سے ظاہر ہوتے ہیں ۱؎ یہ کہ ساری عبادات میں اہم العبادات نماز ہے اسی لئے اس کو سب سے مقدم کیا ۲؎ دوسرے درجہ میں زکوٰۃ ہے اسی لئے اس کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا ۳؎ زکوٰۃ اس عطا کا شکرانہ ہے جیسا کہ ابھی مفصل گذرا ۴؎ یہ کہ عبادات میں بدنی عبادات مالی عبادات پر مقدم ہیں اس لئے بدنی عبادت کو اوّل اور مالی کو دوسرے نمبر پر ذکر فرمایا۔ ۵؎ یہ کہ عبادات میں ان کی ظاہری صورت باطنی حقیقت پر مقدم ہے اسی لئے خشوع خضوع کو تیسرے نمبر پر ذکر فرمایا ۶؎ یہ کہ خشوع خضوع پیدا کرنے میں اس جماعت کے ساتھ شرکت کو بڑا دخل ہے اسی وجہ سے مشائخ خانقاہوں کے قیام کو اہمیت دیتے ہیں کہ ان حضرات کی خدمت میں رہنے سے یہ صفت جلدی پیدا ہوتی ہے ۷؎ تینوں قسم کی عبادات میں مسلمانوں کے عمومی افراد کے عمل کو بہت اہمیت ہے اسی لئے سب جگہ جمع کے صیغے ارشاد ہوئے غور سے اور بھی لطائف پیدا ہوتے ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ رکوع سے مراد نماز کا رکوع ہی ہے اس

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ یعنی جماعت سے نماز ادا کرو اس لفظ میں گویا جماعت کی تاکید ہے اور جماعت کی نماز اسی مذہب کا خاصہ ہے اور دینوں میں نہیں ہے اور اس کو رکوع کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ یہود کا اوپر سے بیان ہو رہا ہے اور ان کی نماز میں رکوع نہیں ہوتا پس گویا اشارہ ہے اس طرف کہ نماز مسلمانوں کی طرح پڑھو (تفسیر عزیزی) نماز کے ذیل میں جماعت کو بہت خصوصی دخل ہے جیسا کہ رسالہ فضائل نماز میں اس کا بیان تفصیل سے گذر چکا ہے حتی کہ فقہاء نے بغیر جماعت کے نماز کو ناقص ادا بتایا ہے۔

ورحمتي وسعت كل شيء فسأكتبها للذين يتقون ويؤتون الزكاة والذين هم بآياتنا يؤمنون

(اعراف ع ۱۹)

اور میری رحمت (ایسی عام ہے کہ) تمام چیزوں کو محیط ہے پس اس کو ان لوگوں کے لئے (کامل طور پر خاص طور سے) لکھوں گا جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

ف: حضرت حسن اور قتادہ سے منقول ہے کہ اللہ جل شانہ کی رحمت دنیا میں ہر شخص کو شامل ہے۔ نیک ہو یا بد ہو لیکن آخرت میں خاص طور سے متقی لوگوں ہی کے لئے ہے ایک اعرابی مسجد میں آئے اور نماز پڑھ کر انہوں نے دعا کی یا اللہ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت فرما اور ہمارے ساتھ رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا کرتے ہوئے سن لیا تو فرمایا کہ تم نے اللہ کی وسیع رحمت کو تنگ کیا اللہ جل شانہ نے رحمت کے سو حصے فرما کر ایک حصہ دنیا میں اتارا جس کو ساری دنیا میں تقسیم فرما دیا اسی کی وجہ سے مخلوق ساری کی ساری جنات ہوں یا انسان یا چوپائے ایک دوسرے پر (اور اپنی اولاد پر اپنے پر بیگانے پر) رحم کرتے ہیں اور ننانویں حصہ اپنے پاس رکھلی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں جن میں سے ایک کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کھاتی ہے اسی کی وجہ سے جانور اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں اور ننانوے حصہ قیامت کے دن کے لئے موخر کر دیئے اور بھی متعدد احادیث میں یہ مضمون آیا ہے (درمنثور) کس قدر مسرت کی بات ہے کس قدر لطف

کی چیز ہے کہ مائیں اپنی اولاد پر جتنی شفقت کرتی ہیں کہ اس کی ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتی ہیں باپ اپنی اولاد کو کسی مصیبت میں دیکھتے ہی پریشان ہو جاتے ہیں عزیز اقربا میاں بیوی اپنے اور اجنبی کسی پر مصیبت دیکھ کر تلملانے لگتے ہیں یہ ساری چیزیں اس رحمت ہی کا تو اثر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قلوب میں رکھی ہے۔ ساری دنیا کی ساری رحمتیں ملا کر ایک بٹہ سو حصہ ہے۔ اس رحمت کا جس کے ننانوے حصے اللہ جل شانہ نے اپنے لئے اختیار فرمائے اتنے بڑے رحیم اتنے بڑے شفیق کے احکام کی پرواہ نہ کرنا کس قدر بے غیرتی ہے کس قدر ظلم ہے کوئی ماں اپنے لڑکے پر انتہائی کرم کرتی ہو اور پھر وہ لڑکا اس کے کہنے کی پرواہ نہ کرے تو ماں کو کس قدر رنج ہو حالانکہ اُس کا لطف و کرم اللہ کے لطف و کرم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے اسی سے حق تعالیٰ شانہ کے احکام کی پرواہ نہ کرنے کا اندازہ کر لیا جائے۔

(۳) وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ (روم ع ۴)

اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ سود بن کر لوگوں کے مال میں بڑھوتری کا سبب بنے تو اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو کچھ زکوٰۃ (وغیرہ) دو گے جس سے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو ایسے لوگ اپنے دیئے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہتے ہیں۔

ف: مجاہد کہتے ہیں کہ بڑھوتری کی غرض سے مال دینے میں وہ سب مال داخل ہیں جو اس نیت سے دیئے جائیں کہ اس سے افضل ملے یعنی چاہے دنیا میں اس سے افضل ملنے کی زیادہ ملنے کی امید پر خرچ کرے یا آخرت میں زیادہ ملنے کی اُمید پر خرچ کرے وہ سب بڑھوتری کی اُمید میں داخل ہے اسی لئے ربوٰا اور زکوٰۃ کو ساتھ ذکر کیا۔ ایک اور حدیث میں حضرت مجاہد سے نقل کیا گیا کہ اس سے ہدایا مراد ہیں (درمنثور) یعنی جو ہدیہ وغیرہ کسی کو اس غرض سے دیا جائے کہ وہ اس کے بدلہ میں اس سے بڑھ کر دے گا۔ مثلاً کسی کی دعوت اس غرض سے کی جائے کہ پھر وہ نذرانہ دے گا جو اس سے زیادہ ہو گا جتنا دعوت میں خرچ کیا گیا اسی میں نوتہ وغیرہ بھی داخل ہے یہ سب کے سب بڑھوتری کی نیت سے خرچ

کیے جاتے ہیں ان سب کا ایک ہی ضابطہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اضافہ اسی چیز کا ہوتا ہے جو اس کی رضا کے لئے خرچ کیا جائے حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ جو کوئی ہدیہ اس نیت سے دیا جائے کہ اس کا بدلہ دنیا میں ملے اس کا کوئی ثواب آخرت میں نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ جب آخرت کی نیت سے دیا ہی نہیں تو وہاں کیوں ملے۔ حضرت کعب قرظی فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اس نیت سے دے کہ وہ بدلہ میں اس سے زیادہ دے گا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی اضافہ کا سبب نہیں اور جو شخص محض اللہ کے واسطے دے کہ جس شخص کو دیا ہے اس سے کسی قسم کی مکافات اور بدلہ کا اُمیدوار نہ ہو یہی وہ مال ہے جو اللہ کے نزدیک بڑھتا رہتا ہے (درمنثور) لہٰذا جو لوگ کسی کو زکوٰۃ وغیرہ کا مال دے کر اس سے اُمیدوار رہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ احسان مند رہیں گے وہ اپنے ثواب میں اس بدنیتی سے خود کمی کر دیتے ہیں سب سے پہلی فصل کی آیات میں ۳۲ پر گذرا ہے انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا ہم تم کو محض اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تو ہم اس کا تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کا شکریہ چاہتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ نے زیادہ بدلہ چاہنے کی نیت سے خرچ کرنے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خاص طور سے منع فرمایا ہے چنانچہ دوسری جگہ خصوصیت سے حضور کو ارشاد ہے ولا تمنن تستکثر (مدثر ع ۱) اور آپ کسی کو اس غرض سے نہ دیں کہ اس کا زیادہ معاوضہ چاہیں اور اللہ جل شانہ کے لئے خرچ کرنے کا ثواب اور اس کی زیادتی دین اور دنیا میں متعدد آیات اور روایات سے پہلی فصل میں گذر چکی ہے اس لئے خرچ کرنے والوں کو بہت اہتمام سے اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ کسی پر خرچ کرنے کی صورت میں ہرگز ان سے کسی قسم کے بدلہ یا شکریہ کا اُمیدوار نہ رہنا چاہیے یہ دوسری بات ہے کہ لینے والے کا فرض ہے کہ وہ احسان مند ہو اور اس کا شکر ادا کرے لیکن دینے والا اگر اس کی نیت کرے گا تو وہ اللہ کے واسطے سے نکل کر دنیا کے واسطے میں داخل ہو جائے گا بالخصوص زکوٰۃ میں تو اس کا واہمہ بھی نہ ہونا چاہیے کہ اس میں وہ خود اپنا فرض ادا کر رہا ہے اس میں کسی پر کیا احسان ہے؟ اسی لئے آیت شریفہ میں زکوٰۃ کو اللہ کی رضا کے لئے دینے کے ساتھ مقید کیا ہے۔

احادیث

(۱) عن ابن عباسؓ قال لما نزلت والذین یکنزون الذھب والفضۃ کبر ذلک علی المسلمین فقال عمرؓ انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللہ انہ کبر علی اصحابک ھذہ الآیۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکوۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض المواریث وذکر کلمۃ لتکون لمن بعدکم فقال فکبر عمرؓ ثم قال لہ الا اخبرک بخیر ما یکنز المرأ المرأۃ الصالحۃ اذا نظر الیہا سرتہ واذا امرھا اطاعتہ واذا غاب عنہا حفظتہ رواہ ابوداؤد وکذا فی المشکوۃ۔

حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ جب قرآن پاک میں آیت شریفہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ آیت بہت شاق ہوئی حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ اس مشکل کو میں حل کروں گا حضرت عمرؓ یہ فرما کر حضور کی خدمت میں تشریف لے گئے اور وہاں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ آیت لوگوں پر بڑی شاق ہو رہی ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ اسی لئے فرض کی ہے تاکہ بقیہ مال کو عمدہ اور طیب بنادے اور میراث تو آخر اسی وجہ سے فرض ہوئی کہ مال بعد میں باقی رہے حضرت عمرؓ نے خوشی میں اللہ اکبر فرمایا پھر حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں بہترین چیز خزانہ کے طور پر رکھنے کی بتاؤں وہ عورت ہے جو نیک ہو کہ جب خاوند اس کو دیکھے تو اس کی طبیعت خوش ہو جائے اور جب اس کو کوئی حکم کرے تو وہ اطاعت کرے اور جب وہ کہیں چلا جائے تو وہ عورت (خاوند کی متروکہ چیزوں کی) حفاظت کرے (جس میں اپنی عفت بھی داخل ہے)

ف - دوسری فصل کی آیات میں ۵ پر یہ آیت شریفہ اور اس کا ترجمہ گذر چکا ہے

اس آیت شریفہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ چاہے کیسی ہی ضرورت سے جمع کیا جائے وہ سخت عذاب کا سبب ہو اسی لئے صحابہ کرام رضہ کو بڑا شاق گذرا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جان تھی اور ضرورتیں با اوقات روپیہ وغیرہ رکھنے پر مجبور کرتی تھیں اس لئے بڑی گرانی ہو رہی تھی جس کو حضرت عمر رضہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے حل کیا حضور نے تسلی فرمادی کہ زکوٰۃ اسی لئے فرض ہوئی کہ اس کے ادا کرنے کے بعد باقی مال طیب ہو جائے اور اس سے مال کے جمع رکھنے پر دلیل ہوگئی کہ زکوٰۃ تو جب ہی واجب ہوگی جب سال بھر مال موجود رہے اگر مال کا رکھنا جائز نہ ہوتا تو زکوٰۃ کیوں واجب ہوتی۔ نیز اس سے زکوٰۃ کی کتنی بڑی فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کے ادا کرنے کا ثواب تو مستقل اور علیحدہ رہا اس کی وجہ سے باقی مال بھی پاک صاف اور طیب بن جاتا ہے خود قرآن پاک میں بھی اس طرف اشارہ ہے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا الآیۃ (توبہ ع ۱۳) آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک صاف کر دیں گے۔

ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیا کرو کہ یہ تمہارے پاک ہونے کا ذریعہ ہے (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ ادا کیا کرو کہ وہ پاک کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ تم کو (اس کے ذریعہ سے) پاک کر دے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ سے (گندگی سے یا اضاعت سے) محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کرو اور بلاؤں کے لئے دعاؤں کو تیار کرو (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ کے ذریعہ سے اپنے مال کو محفوظ بناؤ اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کرو اور بلاؤں کے زوال کے لئے دعا اور عاجزی سے مدد چاہو (کنز) اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں مال جمع رکھنے کے جواز کی دوسری دلیل ارشاد فرمائی کہ میراث کا حکم تو اسی وجہ سے ہے کہ مال رکھنا جائز ہے اگر مال کا رکھنا جائز نہ ہو تو پھر تقسیم میراث کس چیز کی ہوگی اس کے بعد حضور نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ جائز ہونا امر آخر ہے لیکن خزانوں میں رکھنے

کی چیز نہیں ہے بلکہ اس کو تو خرچ ہی کر دینا چاہیے محفوظ رکھنے کی چیز نیک بیوی ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے اس جگہ سوال فرمایا تھا جس پر حضور کا یہ ارشاد ہے حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت شریفہ والذین یکنزون الذھب الآیۃ نازل ہوئی تو ہم حضور کے ساتھ سفر میں تھے بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ خزانہ کے طور پر کیا چیز حفاظت سے رکھنے کی ہے تو حضور نے فرمایا بہترین چیز وہ زبان ہے جو ذکر کرنے والی ہو وہ دل ہے جو شکر گذار ہو اور وہ نیک بیوی ہے جو دین کے کاموں میں مدد کرنے والی ہو (درمنثور)

ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا کہ سونے چاندی کا ناس ہو کیسی بری چیز ہے تین مرتبہ حضور نے یہی فرمایا اس پر بعض صحابہ نے دریافت کیا کہ خزانہ کے طور پر قابل حفاظت کیا چیز بہتر ہے حضور نے فرمایا زبان ذکر کرنے والی دل اللہ سے ڈرنے والا اور وہ نیک بیوی جو دین کے کاموں میں معین مددگار ہو (تفسیر کبیر) کیسی پاک اور جامع تعلیم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ مال رکھنے کا جواز بھی بتا دیا اور جمع رکھنے کا پسندیدہ نہ ہونا بھی بتا دیا اور دنیا میں راحت کی ایسی زندگی جو آخرت میں کام دے وہ بھی بتا دی کہ ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دنیا کی لذت کی وہ چیز بھی بتا دی جو راحت سے زندگی گذرنے کا سبب ہو اور وہ فتنے اس میں نہ ہوں جو مال میں ہیں ہر قسم کی راحت اس سے میسر ہو اور وہ بیوی ہے بشرطیکہ نیک ہو دیندار ہو فرماں بردار ہو اور سمجھدار ہو کہ خاوند کے مال ومتاع کی حفاظت کرنے والی ہو۔

(۲) عن ابی الدرداء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الزکوٰۃ قنطرۃ الاسلام رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر کذا فی الترغیب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا (بہت بڑا مضبوط) پل ہے۔

ف:۔ جیسا کہ مضبوط پل ذریعہ اور سہولت کا سبب ہوتا ہے کسی جگہ جانے

کا اسی طرح زکوٰۃ ذریعہ ہے اور راستہ ہے اسلام کی حقیقت تک سہولت سے پہونچنے کا یا اللہ
جل شانہٗ کے عالی دربار تک پہونچنے کا عبدالعزیز بن عمیر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پوتے
فرماتے ہیں کہ نماز تجھے آدھے راستہ تک پہونچا دے گی اور روزہ بادشاہ کے دروازہ تک پہونچا
دے گا اور صدقہ تجھے بادشاہ کے پاس پہونچا دے گا (اتحاف) پل کے ساتھ ایک لطیف مناسبت
حضرت شقیق بلخیؒ جو مشہور بزرگ اور صوفی ہیں کے کلام سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ
فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا روزی کی برکت کو چاشت
کی نماز میں پایا اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی منکر نکیر کے جواب کو تلاوت قرآن
میں پایا اور پل صراط پر سہولت سے گذرنا روزہ اور صدقہ میں پایا اور عرش کا سایہ
خلوت میں پایا۔ (فضائل نماز)

(۳) عن جابرؓ قال قال رجل یا رسول اللہ ارایت ان ادی الرجل زکوٰۃ مالہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادی زکوٰۃ مالہ فقد ذھب عنہ شرہ رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم مختصراً وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب ؎

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ ادا کر دے تو اس مال کی شر اس سے جاتی رہتی ہے۔

ف:- بعض روایات میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے کہ جب تو مال کی زکوٰۃ ادا کر دے تو تو نے
اس مال کے شر کو زائل کر دیا (کنز) یعنی مال بہت سے شرور کا سبب ہوتا ہے لیکن اس کی زکوٰۃ
اگر اہتمام سے ادا ہوتی رہے تو اس کے شر سے حفاظت رہتی ہے آخرت کے اعتبار سے
تو ظاہر ہے کہ پھر اس کے مال پر عذاب نہیں ہوتا دنیا کے اعتبار سے اس لحاظ سے
کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا مال کے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے جیسا کہ اس سے اگلی حدیث

ہیں آرہا ہے اور اگر زکوٰۃ ادا نہ کی جائے تو وہ مال ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ آئندہ فصل کے ۶ پر آرہا ہے۔

(۴) عن الحسن قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حصنوا اموالکم بالزکوٰۃ وداووا مرضاکم بالصدقۃ واستقبلوا امواج البلاء بالدعاء والتضرع رواہ ابوداود فی المراسیل ورواہ الطبرانی والبیہقی وغیرھما عن جماعۃ من الصحابۃ مرفوعاً متصلاً والمرسل اشبہ کذا فی الترغیب۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو اور بلا اور مصیبت کی موجوں کا دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے استقبال کرو۔

ف تحصین کے معنے اپنے چاروں طرف قلعہ بنا لینے کے ہیں یعنی جیسا کہ آدمی قلعہ میں بیٹھ جانے سے ہر طرف سے محفوظ ہو جاتا ہے ایسا ہی زکوٰۃ کا ادا کر دینا اس مال کو ایسا محفوظ کر دیتا ہے جیسا کہ وہ مال قلعہ میں محفوظ ہو گیا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کعبہ میں حطیم میں تشریف رکھتے تھے کسی شخص نے تذکرہ کیا کہ فلاں آدمیوں کا بڑا نقصان ہو گیا سمندر کی موج نے انکے مال کو ضائع کر دیا حضور نے فرمایا کہ جنگل ہو یا سمندر کسی جگہ بھی جو مال ضائع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے سے ضائع ہوتا ہے اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کے ذریعہ حفاظت کیا کرو اور اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کیا کرو اور بلاؤں کے نزول کو دعاؤں سے دور کیا کرو۔ دعا اس بلا کو بھی زائل کر دیتی ہے جو نازل ہو گئی ہو اور اس بلا کو روک دیتی ہے جو ابھی تک نازل نہ ہوئی ہو جب اللہ جل شانہ کسی قوم کا بقار چاہتے ہیں یا ان کی بڑھوتری چاہتے ہیں تو اس قوم میں گناہوں سے عفت اور جواں مردی (یعنی جود و بخشش) عطا فرماتے ہیں اور جب کسی قوم کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس میں خیانت پیدا کر دیتے ہیں (کنز)

(۵) روی عن علقمۃ انھم اتوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فقال لنا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ جب ہماری جماعت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے

ان تمام اسلامکم ان تؤدوا زکوٰۃ اموالکم رواہ البزار کذا فی الترغیب۔

اسلام کی تکمیل اس میں ہے کہ مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

ف:- اسلام کی تکمیل کا زکوٰۃ پر موقوف ہونا ظاہر ہے کہ جب زکوٰۃ اسلام کے پانچ مشہور ارکان کلمہ طیبہ کا اقرار نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا ایک رکن ہے تو جب تک ایک رکن بھی باقی رہیگا اسلام کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابو ایوب فرماتے ہیں کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتادیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے حضور نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ کرو نماز کو قائم کرو زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو۔

ایک اور حدیث میں ہے ایک اعرابی نے سوال کیا کہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جس پر عمل کرکے جنت میں داخل ہو جاؤں حضور نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو فرض نماز کو اہتمام سے ادا کرتے رہو فرض زکوٰۃ ادا کرتے رہو رمضان کے روزے رکھتے رہو ان صاحب نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس میں ذرا بھی کمی زیادتی نہ ہوگی جب وہ چلے گئے تو حضور نے فرمایا کہ جس شخص کا کسی جنتی آدمی کو دیکھ کر دل خوش ہو وہ اس شخص کو دیکھے۔ (ترغیب)

(۷) عن عبد اللہ بن معویۃ الغاضری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث من فعلھن فقد طعم طعم الایمان من عبد اللہ وحدہ وعلم ان لا الٰہ الا اللہ واعطی زکوٰۃ مالہ طیبۃ بھا نفسہ رافدۃ علیہ کل عام ولم یعط الھرمۃ ولا الدرنۃ ولا المریضۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تین کام کرلے اس کو ایمان کا مزا آجائے صرف اللہ جل شانہ کی عبادت کرے اور اس کو اچھی طرح جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور زکوٰۃ کو ہر سال خوش دلی سے ادا کرے (بوجھ نہ سمجھے) اس میں (جانوروں کی زکوٰۃ میں) بوڑھا جانور یا خارشی جانور یا مریض یا گھٹیا قسم کا جانور

ولا الشرط اللئيمة ولكن من وسط اموالكم فان الله لم يسألكم خيره ولم يامركم بشره رواه ابوداؤد كذا فى الترغيب ۔

نہ دے بلکہ متوسط جانور دے اللہ جلّ شانہ زکوٰۃ میں تمہارے بہترین مال نہیں چاہتے لیکن گھٹیا مال کا بھی حکم نہیں فرماتے ۔

ف ۔ اس حدیث میں تذکرہ اگرچہ جانوروں کی زکوٰۃ کا ہی لیکن ضابطہ ہر زکوٰۃ کا یہی ہی کہ نہ تو بہترین مال واجب ہی نہ گھٹیا مال جائز ہے بلکہ درمیانی مال ادا کرنا اصل ہے البتہ کوئی اپنی خوشی سے ثواب حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے عمدہ مال ادا کرے تو اس کی سعادت ہے اس کی خوش قسمتی ہے اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضؓ کے احوال کو غور سے دیکھے ان کے طرز عمل کی تحقیقات کرے دو واقعے نمونہ کے طور پر اس جگہ نقل کرتا ہوں مسلم بن شعبہ کہتے ہیں کہ نافع بن علقمہ نے میرے والد کو ہماری قوم کا چودھری بنا دیا تھا ایک مرتبہ انھوں نے میرے والد کو حکم دیا کہ ساری قوم کی زکوٰۃ جمع کرکے لیجائیں میرے والد نے مجھے سب زکوٰۃ کا مال وصول کرنے اور جمع کرنیکو بھیجدیا ۔ میں ایک بڑے میاں کے پاس جن کا نام حضرت سعرؓ تھا انکی زکوٰۃ لینے کے لئے گیا انھوں نے مجھ سے پوچھا بھتیجے ! کس طرح کا مال لوگے میں نے کہا اچھے سے اچھا لوں گا ۔ حتیٰ کہ بکری کے تھن تک بھی دیکھوں گا کہ بڑے ہیں یا چھوٹے ۔ یعنی ایک ایک چیز دیکھ کر ہر اعتبار سے عمدہ سے عمدہ مال چھانٹ کر لوں گا انھوں نے فرمایا کہ پہلے میں تمھیں ایک حدیث سنادوں (تاکہ مسئلہ تم کو معلوم ہوجائے اس کے بعد جیسا دل چاہے لے لینا) میں حضور کے زمانہ میں اسی جگہ رہتا تھا میرے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دو آدمی قاصد بنکر آئے اور یہ کہا کہ ہمیں حضور نے تمھاری زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا ہے میں نے ان کو اپنی بکریاں دکھا کر دریافت کیا کہ ان میں کیا چیز واجب ہی انھوں نے شمار کرکے بتایا کہ ایک بکری واجب ہی میں نے ایک نہایت عمدہ بکری جو چربی اور دودھ سے لبریز تھی نکالی کہ زکوٰۃ میں دوں ان صاحبوں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ بچہ والی بکری ہے ہمیں ایسی بکری لینے کی حضور کی طرف سے اجازت نہیں ہی میں نے پوچھا کہ

پھر کیسی لوگے ان دونوں نے کہا کہ چھ مہینہ کا مینڈھا یا ایک سال کی بکری میں نے ایک ششماہا بچہ نکال کر ان کو دے دیا وہ لے گئے (ابوداؤد) اس واقعہ میں حضرت سعرؓ کی خواہش ابتداءً یہی تھی کہ تمام بکریوں میں جو بہتر سے بہتر ہو وہ ادا کی جائے۔ اور ابن نافع کو غالباً یہ واقعہ اس لئے سنایا کہ ان کو مسئلہ معلوم ہوجائے اور اس کے بعد ان کا انداز تو اس واقعہ سے خود ہی معلوم ہوگیا کہ یہ زکوٰۃ میں اپنا بہترین مال دینا چاہتے ہیں۔

دوسرا واقعہ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے ایک مرتبہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا میں ایک صاحب کے پاس گیا جب انھوں نے اپنے اونٹ میرے سامنے کئے تو میں نے دیکھا کہ ان میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہے میں نے ان سے کہا کہ ایک سالہ اونٹنی دیدو وہ کہنے لگے کہ ایک سالہ اونٹنی کس کام آئے گی نہ تو وہ سواری کا کام دے سکتی ہے نہ دودھ کا یہ کہنے کے بعد انھوں نے ایک نہایت عمدہ بہت موٹی تازی بڑی اونٹنی نکالی اور کہا کہ یہ لے جاؤ میں نے کہا میں تو اس کو قبول نہیں کرسکتا البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود سفر ہی میں تشریف فرما ہیں اور تمھارے قریب ہی آج منزل ہے اگر تمھارا دل چاہے تو براہِ راست حضورؐ کی خدمت میں جاکر پیش کردو اگر حضورؐ نے اجازت دیدی تو میں لے لونگا وہ صاحب اس اونٹنی کو لے کر میرے ساتھ چل دیئے جب ہم حضورؐ کی خدمت میں پہونچے تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے قاصد میرے پاس آئے تھے کہ میری زکوٰۃ لیں اور خدا کی قسم یہ سعادت مجھے آپ سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی کہ حضورؐ نے یا حضورؐ کے قاصد نے کبھی مجھ سے مال طلب کیا ہو میں نے آپ کے قاصد کے سامنے اپنے اونٹ کردیئے انھوں نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ ان میں ایک سالہ اونٹنی واجب ہے حضور ایکسالہ اونٹنی نہ تو دودھ کا کام دے سکتی ہے نہ سواری کا اس لئے میں نے ایک بہترین اونٹنی ان کی خدمت میں پیش کی تھی جو یہ میرے ساتھ حاضر ہے انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا اس لئے میں آپ کی خدمت میں لایا ہوں یا رسول اللہ اس کو قبول ہی فرما لیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے جو انھوں نے بتایا اگر تم نفل کے طور پر زیادہ عمر کی عمدہ اونٹنی دیتے ہو تو اللہ جل شانہ تمھیں اس کا اجر دے گا انھوں نے عرض

کیا یا رسول اللہ میں اسی لئے ساتھ لایا ہوں اس کو قبول فرمالیں حضور نے اس کے لینے کی اجازت فرمادی (ابوداؤد) ان حضرات کے دلوں میں زکوٰۃ کا مال ادا کرنے کے یہ ولولے تھے وہ اس پر فخر کرتے تھے اس کو عزت سمجھتے تھے کہ اللہ کا اور اللہ کے رسول کا قاصد آج میرے پاس آیا اور میں اس قابل ہوا۔ وہ اس کو تاوان اور بیگار نہیں سمجھتے تھے وہ اس کو اپنی ضرورت اپنی غرض اور اپنا کام سمجھتے تھے ہم لوگ عمدہ مال کو یہ سوچتے ہیں کہ اس کو رکھ لیں کہ اپنے کام آئے گا اور یہ حضرات اپنے کام آنا اسی کو سمجھتے تھے جو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا ہو۔ حضرت ابوذر کا واقعہ پہلی فصل کی آیات کے ذیل میں ۱۱ پر گذر چکا کہ جب قبیلہ بنی سلیم کے ایک شخص نے آپکی خدمت میں رہنے کی درخواست کی تو آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ اس شرط پر میرے پاس قیام کی اجازت ہو کہ جب میں کسی کو کوئی چیز دینے کو کہوں تو جو چیز میرے مال میں سب سے عمدہ اور بہتر ہو اس کو چھانٹ کر دینا ہوگا۔ یہ مفصل قصہ گذر چکا ہے۔ اور آئندہ فصل کی احادیث میں ۶ پر یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے کہ زکوٰۃ صدقات میں بالخصوص زکوٰۃ میں خراب مال ہرگز نہ دینا چاہیئے۔

(۷) عن ابی هریرة رض ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال اذا ادیت الزکوٰة فقد قضیت ما علیك ومن جمع مالا حراما ثم تصدق به لم یکن له فیه اجر وکان اصره علیه رواه ابن حبان وابن خزیمة فی صحیحهما والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب تو مال کی زکوٰۃ ادا کرے تو جو حق (واجب) تجھ پر تھا وہ تو ادا ہو گیا آگے نوافل کا مرتبہ درجہ ہے) اور جو شخص حرام طریقہ (سود رشوت وغیرہ) سے مال جمع کر کے صدقہ کرے اس کو اس صدقہ کا کوئی ثواب نہیں ہے بلکہ اس حرام کمائی کا وبال اس پر ہے۔

ف۔ اس حدیث پاک میں دو مضمون وارد ہوئے ہیں ایک تو یہ ہے کہ واجب کا درجہ زکوٰۃ کا ہے اس کے علاوہ جو درجات ہیں وہ صدقات اور نوافل کے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص زکوٰۃ کو ادا کر دے اس نے اس حق کو تو ادا کر دیا جو اس پر واجب

تھا اس سے زیادہ جواد اگر ہے وہ افضل ہے۔ (کنز) حضرت ضمام بن ثعلبہ کی مشہور حدیث جو بخاری شریف مسلم شریف وغیرہ سب کتب میں بہت طریقوں سے ذکر کی گئی جس میں انھوں نے حضور سے اسلام اور اس کے ارکان کے متعلق سوالات کئے اور حضور نے سب کو تفصیل سے بتایا اس میں منجملہ دوسرے ارکان کے حضور نے زکوٰۃ کا ذکر بھی فرمایا حضرت ضمام نے پوچھا کہ زکوٰۃ کے علاوہ کوئی چیز مجھ پر واجب ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ نہیں البتہ اگر نفل کے طور پر تم ادا کرو تو اختیار ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک شخص نے مکان فروخت کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کی قیمت کو احتیاط سے اپنے گھر میں گڑھا کھود کر اس میں رکھ دینا اس نے عرض کیا کہ اس طرح کنز میں داخل نہ ہو جائے گا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز میں داخل نہیں ہوتا حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس کی پروا نہیں کہ میرے پاس اُحد کے پہاڑ کی برابر سونا ہو میں اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہوں اور اس میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں (در منثور)

اس نوع کی بہت سی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جن کی بنا پر جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے کہ مال میں بحیثیت مال کے تو زکوٰۃ کے علاوہ کسی دوسری چیز کا وجوب نہیں البتہ دوسری حیثیات سے اگر وجوب ہو تو وہ امر آخر ہے جیسا کہ بیوی کا اور چھوٹی اولاد کا نفقہ ہے اور اسی طرح سے دوسرے نفقات ہیں یا اسی طرح سے مضطر کی ضرورت کا پورا کرنا ہے کہ جو شخص بھوک یا پیاس کی وجہ سے مر رہا ہے اس کو موت سے بچانا فرض کفایہ ہے امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ بعض تابعین کا مذہب یہ ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں جیسا کہ نخعی شعبی اور عطاء اور مجاہد کا مذہب ہے۔ امام شعبی سے کسی نے پوچھا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت وآتی المال علی حبه تلاوت فرمائی جو سب سے پہلی فصل کی آیات میں ۲ پر گذر چکی ہے یہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہ حقوق مسلم میں داخل ہے کہ مالداروں کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ جب وہ کسی ضرورت مند کو دیکھیں تو اس کی ضرورت کا ازالہ کریں لیکن جو چیز فقہ کے اعتبار سے صحیح ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو اضطرار

کا درجہ حاصل ہو جائے تو اس کا ازالہ فرض کفایہ ہے لیکن اس کا ازالہ بطور قرض کے کیا جائے یا اعانت کے طور پر، فقہا کے یہاں مختلف فیہ ہے (احیاء) مضطر کی اعانت اپنی جگہ پر مستقل واجب ہے جبکہ وہ بھوک سے یا پیاس سے یا کسی اور وجہ سے ہلاکت کے قریب ہو لیکن مالدار پر مالی حیثیت سے زکوٰۃ سے زیادہ واجب نہیں ہے یہاں دو امر قابل لحاظ ہیں اوّل افراط ہم لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب بھی کسی چیز کی طرف بڑھتے ہیں تو ایسا زور سے دوڑتے ہیں کہ پھر حدود کی ذرا بھی پروا نہیں رہتی اس لئے اس کی رعایت ضروری ہے کہ کسی دوسرے شخص کا مال بغیر اس کی طیب خاطر کے لینا جائز نہیں ہے۔ فقہا نے مضطر کے لئے دوسرے کا مال کھانے کی ضرور اجازت دی ہے لیکن اس میں خود حنفیہ کے یہاں بھی دو قول ہیں کہ اسکو مردار کا کھانا دوسرے کا مال کھانے پر مقدم ہے (یا دوسرے کا مال مردار کھانے پر مقدم ہے) جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ اس حالت پر پہونچ جائے کہ اس کو مردار کھانے کی اجازت ہو جائے جب وہ دوسرے کا مال کھا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون (بقرہ ع ۲۳) اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور ان کو حکام کے یہاں اس غرض سے نہ لیجاؤ کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھا جاؤ اور تم اس کو جانتے ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ کسی پر ظلم نہ کرو کسی شخص کا مال اس کی طیب خاطر بغیر لینا حلال نہیں ہے (مشکوٰۃ۔ زیلعی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ جو شخص ایک بالشت زمین کسی کی ظلم سے لے گا۔ قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا وہ حصہ جو اس ایک بالشت کے مقابل ہے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالدیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

وفد ہوازن کا قصہ نہایت مشہور ہے کہ جب وہ شکست کھانے کے بعد مسلمان ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ درخواست کی کہ غنیمت میں جو قیدی اور مال ان کا لیا گیا ہے وہ ان کو واپس مل جائے تو حضور نے بعض مصالح کی بناء پر یہ وعدہ فرما لیا کہ دونوں چیزیں تو واپس نہیں ہو سکتیں ان میں سے ایک واپس ہو سکتی ہے انھوں نے

قیدیوں کے واپس مل جانیکی درخواست کی تو حضور نے سب مسلمانوں سے جن کا ان میں حق تھا۔ یہ اعلان فرمایا کہ میں نے ان کے قیدی واپس کرنے کا وعدہ کر لیا ہے تم میں سے جو شخص طیب خاطر سے اپنا حصہ مفت دے وہ دیدے اور جو اس کو پسند نہ کرے ہم اس کا بدل اس کو دیدیں گے بھلا حضور کے ایما کے بعد صحابہ میں کون انکار کرنے والا تھا مجمع نے عرض کیا کہ ہم طیب خاطر سے پیش کرتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجمع کے درمیان میں یہ صحیح طور پر پتہ نہیں چل سکتا کہ کس کی خوشی سے اجازت ہے کس کی نہیں اس لئے تمہارے چودھری تم سے علیحدہ علیحدہ بات کر کے تمہاری رضا کی مجھے اطلاع کریں (بخاری) دوسرے کے مال میں احتیاط کا یہ اسوہ حضور کا ہے اور اس مضمون کی تائید میں احادیث کا بڑا ذخیرہ ہے۔ کہ جبر و اکراہ سے بلا رضامندی کسی دوسرے کا مال لینا ہرگز جائز نہیں ہے علمائے حق نے اس میں اتنی احتیاط برتی ہے کہ جو مجمع کی شرم میں کسی کار خیر میں چندہ دیا جائے اس کو بھی پسند نہیں کیا اس لئے ایک جانب تو اس میں افراط سے بچنا ضروری ہے کہ بجبر و اکراہ کسی دوسرے کا مال نہ لیا جائے کسی وقت تحریک سے مرعوب ہو کر ہرگز قول و فعل سے تحریر و تقریر سے جمہور اسلاف کا خلاف نہ کرنا چاہیئے غریب پروری کا جذبہ بہت مبارک ہے مگر اس میں حدود سے تجاوز ہرگز نہ کرنا چاہیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص جو دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو نقصان پہونچائے (مشکوٰۃ) اس لئے اس میں ایک جانب افراط سے بچنا ضروری ہے اور دوسری جانب اس میں تفریط سے بچنا بھی اہم اور نہایت ضروری ہے یہ صحیح ہے کہ مال میں زکوٰۃ ہی واجب ہے لیکن محض واجب کی ادائیگی پر کفایت کرنا ہرگز مناسب نہیں اب تک جو مضامین اور روایات رسالہ میں گذر چکی ہیں وہ سب کی سب بیانگ دہل اس کا اعلان کر رہی ہیں کہ اپنے کام آنے والا صرف وہی مال ہے جو اپنی زندگی میں دیدیا گیا اور اللہ کے یہاں جمع کر دیا گیا بعد میں نہ کوئی ماں باپ یاد رکھتا ہے نہ بیوی یا اولاد پوچھتی ہے سب چند روز کے فرضی آنسو مفت کے بہا کر اپنے اپنے مشغلہ میں لگ جائیں گے کسی کو مہینوں اور برسوں بھی مرنے والے کا خیال نہیں آئے گا اس سب سے قطع نظر حدیث بالا کے سلسلہ میں ایک

اہم اور کلی بات بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ دین کے متعلق ایک مہمل اور بیہودہ لفظ ہماری زبانوں پر ہوتا ہے اجی ہم دنیاداروں سے فرائض ہی ادا ہو جائیں تو غنیمت ہے نوافل تو بڑے لوگوں کا کام ہے یہ شیطانی دہوکہ ہے نوافل اور تطوعات فرائض ہی کی تکمیل کے واسطے ہوتے ہیں کون شخص یہ یقین کر سکتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے کسی فرض کو بھی پورا کا پورا ادا کر دیا اور جب اس میں کوتاہی رہتی ہی ہے تو اس کے پورا کرنے کے لئے نوافل ہوتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے ایسی حالت میں فارغ ہوتا ہے کہ اس کے لئے اس نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے نواں حصہ آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے (ابوداؤد) یہ مثال کے طور پر حضور نے ارشاد فرمایا ہم لوگ جیسی نماز پڑھتے ہیں اس کا تو ہزارواں بلکہ لاکھواں حصہ بھی لکھ لیا جائے تو محض اس کا لطف وکرم ہے ورنہ وہ تو اپنی بداعمالیوں اور بے اخلاصی کی وجہ سے ایسی ہوتی ہیں جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے کہ بعض نمازیں پرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر منہ پر ماردی جائیں گی کہ ان میں قبول کا کوئی درجہ بھی نہ ہوگا۔

ایسے احوال میں نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے فرائض کا کتنا حصہ لکھا گیا ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہوگا اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد فرشتوں کو ہوگا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو کہ ناقص ہے یا پوری ہے اگر پوری ہوتی ہے تو وہ پوری لکھی جاتی ہے اور اگر ناقص ہوتی ہے تو جتنا نقصان ہوتا ہے وہ درج ہو جاتا ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ دیکھو اس کے پاس کچھ نوافل ہیں یا نہیں اگر نوافل اس کے پاس ہوتے ہیں تو ان سے فرائض کی تکمیل کردی جاتی ہے اس کے بعد پھر اسی طرح زکوٰۃ کا حساب کتاب ہوتا ہے یعنی اوّل فرائض کا حساب ہوتا ہے پھر نوافل سے اس کی تکمیل ہوتی ہے اس کے بعد پھر اسی طرح بقیہ اعمال کا حساب کتاب ہوتا ہے (ابوداؤد) ایسی صورت میں اس گھمنڈ میں کسی شخص کو ہرگز نہ رہنا چاہیے کہ میں زکوٰۃ حساب کے موافق دیتا رہتا ہوں نہ معلوم کتنی کوتاہیاں اس میں ہو جاتی ہوں گی ان کی تلافی کے لئے زیادہ سے زیادہ مقدار میں صدقات نافلہ کا ذخیرہ رہنا چاہیے عدالت میں جب مقدمہ کے لئے آدمی جاتا ہے ہمیشہ خرچ سے زیادہ روپیہ جیب میں

ڈال کر جاتا ہے کہ نہ معلوم کیا خرچ پیش آجائے وہ عدالت تو سب عدالتوں سے اونچی ہے جہاں نہ جھوٹ چلتا ہے نہ زبان زوری نہ سفارش نہ مال اللہ کی رحمت ہر چیز سے بالاتر ہے وہ صاحب حق ہے بالکل ہی معاف کردے تو کسی کا کیا اجارہ ہے لیکن یہ ضابطہ کی چیز نہیں ہے اور مراحم خسروانہ کی امید پر جرم نہیں کئے جاتے اس لئے فرض کی مقدار کو بہت اہتمام سے اس کے شرائط اور آداب کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کرتے رہنا چاہیئے اور محض فرائض کی ادائیگی پر ہرگز ہرگز قناعت نہ کرنا چاہیئے بلکہ ان کی کوتاہی کے خوف سے تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ حصہ نوافل کے ذخیرہ کا اپنے پاس رہنا چاہیئے علامہ سیوطی نے مرقاۃ الصعود میں نقل کیا ہے کہ ستر نوافل ایک فریضہ کی برابری کرتے ہیں اس لئے فرض کو بہت اہتمام سے ادا کرنا چاہیئے کہ اس کی تھوڑی سی کوتاہی سے نوافل کا بہت بڑا ذخیرہ اس میں وضع ہوجاتا ہے اور فرائض میں اہتمام کے باوجود احتیاط کے طور پر نوافل کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے نامہ اعمال میں محفوظ رکھنا چاہیئے۔ دوسرا مضمون حدیث بالا میں یہ تھا کہ جو شخص حرام مال جمع کرکے اس میں سے صدقہ کرے اس کو صدقہ کا ثواب نہیں ہے بہت سی روایات میں یہ مضمون ذکر کیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ حلال مال سے صدقہ قبول کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ غلول کے مال کا صدقہ قبول نہیں کرتے غلول مال غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں علماء نے لکھا ہے کہ غلول کا تذکرہ اس وجہ سے فرمایا کہ غنیمت کے مال میں سب کا حصہ ہوتا ہے تو جب ایسے مال کا صدقہ جس میں خود اپنا بھی حصہ ہے قبول نہیں ہوتا تو جس مال میں اپنا کوئی حصہ نہ ہو اس میں سے صدقہ بطریق اولیٰ قبول نہ ہوگا ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص حرام مال کماتا ہے وہ اگر خرچ کرے تو اس میں برکت نہیں ہوتی صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا پیچھے میراث کے طور پر چھوڑ جائے تو گویا جہنم کا توشہ چھوڑ گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص حلال مال کماوے اس کا زکوٰۃ نہ ادا کرنا اس مال کو خبیث بنا دیتا ہے اور جو شخص حرام مال کماوے اس کا زکوٰۃ ادا کرنا اس مال کو طیب نہیں بناتا (درمنثور)

پانچویں فصل

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعید میں قرآن پاک میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں جن میں سے متعدد آیات دوسری فصل میں یعنی مال خرچ نہ کرنے کی وعید میں گذر چکی ہیں جن کے متعلق علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے میں ہیں اور ظاہر ہے کہ جتنی وعیدیں گذری ہیں وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر جب کہ زکوٰۃ بالاجماع فرض ہے بطریق اولی شامل ہوں گی چنانچہ (۱) والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ ۔ الآیۃ جو دوسری فصل کی ۸ ہ پر مع ترجمہ گذر چکی ہے ۔ جمہور صحابہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک زکوٰۃ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور جو سخت عذاب اس آیت شریفہ میں ذکر کیا گیا وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے ہے جیسا کہ اس کے ذیل میں بھی گذر چکا اور متعدد احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جو عذاب اس آیت شریفہ میں ذکر کیا گیا کہ اسکے مال کو تپا کر اس شخص کی پیشانی کو اور پہلو وغیرہ اس سے داغ دیئے جائیں گے یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا عذاب ہے اللہ ہی اپنے فضل سے محفوظ رکھے کہ دہکتے ہوئے دھات کا ذرا سا داغ بھی سخت اذیت پہنچانے والا ہوتا ہے چہ جائیکہ جتنا زیادہ مال ہو اتنے ہی زیادہ داغ آدمی کو دیئے جائیں گے چند روز ان سونے چاندی کے ٹھیکروں کو اپنے پاس رکھ کر کتنی سخت مصیبت کا سامنا ہے ۔

(۲) ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتٰھم اللہ من فضلہ الآیۃ ۔ آیت شریفہ

بجامع ترجمہ کے دوسری فصل کے ۳ پر گذر چکی ہے اور اس کی تائید میں بخاری شریف کی حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی گذر چکا ہے کہ جس شخص کو اللہ جل شانہ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو وہ مال سانپ بن کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور وہ کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔ تیرا خزانہ ہوں۔ سانپ جس گھر میں بھی نکل آئے دہشت کی وجہ سے اندھیرے میں اس گھر میں بھی جانا مشکل ہو جاتا ہے کہ کہیں لپٹ نہ جائے لیکن اللہ کا پاک رسول فرماتا ہے کہ یہی مال جس کو آج محفوظ خزانوں اور لوہے کی الماریوں میں رکھا جاتا ہے زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر کل کو سانپ بن کر تمھیں لپٹا دیا جائے گا۔ گھر کے سانپ لپٹنا ضروری نہیں محض احتمال ہے کہ شاید وہ لپٹ جائے اور اس شاید اور احتمال پر بار بار فکر وخوف ہوتا ہے کہ کہیں ادھر سے نہ نکل آئے ادھر سے نہ نکل آئے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر اس کا عذاب یقینی ہے مگر پھر بھی اس کا خوف ہم کو نہیں ہوتا۔

(۲) إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۝ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ۝ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ۝ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ

يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ج لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ
اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ط وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (قصص ع) قارون
حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا چچازاد بھائی تھا جس کا قصہ مشہور و معروف ہے
قرآن پاک میں سورۂ قصص کا آٹھواں رکوع سارے کا سارا اسی کے قصہ میں ہے جس کا ترجمہ
مع توضیح یہ ہے کہ قارون (حضرت) موسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی برادری میں
سے (ان کا چچازاد بھائی) تھا سو وہ (کثرت مال کی وجہ سے) ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے
لگا اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں
کو گراں بار کر دیتی تھیں (یعنی ان سے بمشکل اٹھتی تھیں اور جب خزانوں کی کنجیاں اتنی تھیں
تو ظاہر ہے کہ خزانے تو بہت ہی ہوں گے۔ اور اس نے یہ تکبر اس وقت کیا تھا) جبکہ
اس کو اس کی برادری نے (حضرت موسیٰ وغیرہ نے سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو (اس مال و
دولت پر) اترا مت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تجھ کو خدا تعالیٰ نے
جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں
لے جانا) فراموش نہ کر اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی (اس کے بندوں
پر) احسان کیا کر (اور خدا کی نافرمانی اور حقوق واجبہ ضائع کر کے) دنیا میں فساد کا
خواہاں مت ہو بیشک اللہ تعالیٰ فسادی لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے (ان کی
نصیحتیں سنکر یہ) کہا کہ مجھکو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا (کہ میری حسن تدبیر سے
یہ جمع ہوا نہ اس میں کچھ غیبی احسان ہے نہ کسی دوسرے کا اس میں کوئی حق ہے حق تعالیٰ شانہ
اس کے قول پر عتاب فرماتے ہیں کہ) کیا اس قارون نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے
گذشتہ امتوں میں ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو مالی قوت میں بھی اس سے
کہیں بڑھے ہوئے تھے اور (جماعتی حیثیت سے) مجمع بھی ان کا زیادہ تھا (یہ تو دنیا میں ہوا
اور آخرت میں جہنم کا عذاب الگ رہا) اور مجرموں سے ان کے گناہوں کا معلوم کرنے کی غرض
سے سوال بھی نہ ہوگا (کہ ہر شخص کا پورا حال اللہ تعالیٰ شانہ کو معلوم ہے۔ مطالبہ کی وجہ
سے سوال علیحدہ رہا) پھر (وہ قارون ایک مرتبہ) اپنی آرائش و شان کے ساتھ اپنی بلندی

کے سامنے نکلا تو جو لوگ (اس کی برادری ہیں) دنیا کے طالب تھے وہ کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو بھی یہ ساز و سامان ملا ہوتا جو قارون کو ملا ہے واقعی یہ قارون بڑا صاحب نصیب ہے (یہ تمنا اور حرص مال کی تھی اس سے ان لوگوں کا کافر ہونا لازم نہیں ہے جیسا اب بھی بہت سے مسلمان دوسری قوموں کی دنیاوی ترقیاں دیکھ کر ہر وقت للچاتے ہیں اور اس کی فکر و سعی میں لگے رہتے ہیں کہ یہ دنیاوی فروغ ہمیں بھی نصیب ہو) اور جن لوگوں کو علم دین (اور اس کا فہم) عطا کیا گیا تھا وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو (تم اس دنیا پر کیا للچاتے ہو) اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب (اس چند روزہ مال و دولت سے لاکھ لاکھ درجے) بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور ان میں سے بھی کامل درجہ کا ثواب ان ہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں۔ اور پھر (جب ہم نے قارون کی سرکشی اور فساد کی وجہ سے) اس کو اور اس کے محل سرائے کو زمین میں دھنسا دیا سو کوئی جماعت ایسی نہ ہوئی کہ اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی کسی تدبیر سے بچ سکا (بیشک اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے اور کون بچ سکتا ہے قارون پر یہ عذاب کی حالت دیکھکر) کل جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ (رزق کی فراخی کا اور تنگی کا مدار خوش نصیبی یا بدنصیبی پر نہیں ہے بلکہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے روزی کی فراخی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی دیتا ہے (یہ ہماری غلطی تھی کہ اس کی فراخی کو خوش نصیبی سمجھ رہے تھے واقعی) اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا (کہ گناہ گار تو آخر ہم بھی ہیں ہی) بس جی معلوم ہوگیا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہے (گو یہ چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ لیں۔ بیان القرآن تبغیر)

ف۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری سے تھا ان کا چچا زاد بھائی تھا (دنیاوی) علوم میں بہت ترقی کی تھی اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر حسد کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے تم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے اس نے زکوٰۃ دینے سے

انکار کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ موسیٰ اس نام سے تمہارے مالوں کو کھانا چاہتا ہے اس نے نماز کا حکم کیا تم نے برداشت کیا اس نے اور احکام جاری کئے جن کو تم برداشت کرتے رہے اب وہ تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے اس کو بھی برداشت کرو لوگوں نے کہا یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ اس نے کہا میں نے یہ سوچا ہے کہ کسی فاحشہ عورت کو اس پر راضی کیا جائے جو حضرت موسیٰ پر اس کی تہمت لگائے کہ وہ مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں لوگوں نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ انعام کا وعدہ کر کے اس پر راضی کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر یہ الزام لگائے اس کے راضی ہونے پر قارون حضرت موسیٰؑ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام آپ کو دیئے ہیں وہ بنی اسرائیل کو سب کو جمع کر کے سنا دیجئے حضرت موسیٰؑ نے اس کو پسند فرمایا اور سارے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور جب سب جمع ہو گئے تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے احکام بتانے شروع کئے کہ مجھے یہ احکام دیئے ہیں کہ اس کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ کرو صلہ رحمی کرو اور دوسرے احکام گنوائے جن میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے اس پر لوگوں نے کہا اور اگر آپ خود زنا کریں حضرت موسیٰ نے فرمایا اگر میں زنا کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے لوگوں نے کہا کہ آپ نے زنا کیا ہے حضرت موسیٰؑ نے (تعجب سے) فرمایا کہ میں نے لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے اور یہ کہہ کر اس عورت کو بلا کر اس سے پوچھا کہ تو حضرت موسیٰؑ کے متعلق کیا کہتی ہے حضرت موسیٰ نے بھی اس کو قسم دے کر فرمایا کہ تو کیا کہتی ہے اس عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ سے اتنے اتنے انعام کا وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں آپ اس الزام سے بالکل بری ہیں یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام روتے ہوئے سجدہ میں گر گئے اللہ جل شانہ کی طرف سے سجدہ ہی میں وحی آئی کہ رونے کی کیا بات ہے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے ہم نے زمین پر تسلط دیدیا تم جو چاہو ان کے متعلق زمین کو حکم فرماؤ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ سے سر اٹھایا اور زمین کو حکم فرمایا کہ ان کو نگل جا اس نے ایڑیوں تک نگلا تھا کہ وہ عاجزی سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو پکارنے لگے حضرت موسیٰ نے پھر حکم فرمایا کہ ان کو دھنسا دے حتی کہ وہ لوگ گردن تک دھنس گئے پھر بہت زور سے وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو پکارتے رہے حضرت موسیٰ نے پھر زمین کو یہی فرمایا کہ ان کو لے لے وہ سب کو نگل گئی اس پر اللہ جل شانہ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ پر وحی آئی کہ وہ تمھیں پکارتے رہے اور تم سے عاجزی کرتے رہے میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے اور مجھ سے دعا کرتے تو میں اُن کی دُعا کو قبول کر لیتا۔ ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ آیت شریفہ میں دنیا سے اپنا حصّہ نہ بھول کا مطلب یہ ہے کہ اس میں آخرت کے لئے عمل کر حضرت مجاہد سے نقل کیا گیا کہ اللہ کی اطاعت کرنا دنیا کا وہ حصّہ ہے جس میں آخرت کا ثواب ملتا ہے حضرت حسنؓ سے نقل کیا گیا کہ دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول یعنی جتنے کی دنیا میں ضرورت ہے اس کو باقی رکھ اور جو زائد ہے اُس کو آگے بھیجدے ایک اور حدیث میں ان سے نقل کیا گیا کہ ایک سال کی روزی باقی رکھ لے اور جو اس سے زائد ہے وہ صدقہ کردے (درمنثور) اس کا کچھ حصّہ بخل کے بیان میں دوسری فصل کی آیات کے سلسلہ میں ۸ پر بھی گذر چکا ہے۔

احادیث

(۱) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن صاحب ذھب ولا فضۃ لایؤدی منھا حقھا الا اذا کان یوم القیمۃ صفحت لہ صفائح من نار فاحمی علیھا فی نار جھنم فیکوی بھا جنبہ وجبینہ وظھرہ کلما ردت اعیدت لہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ حتی یقضی بین العباد فیری

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص جو سونے کا مالک ہو یا چاندی کا اور اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سونے چاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور انکو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں پھران سے اس شخص کا پہلو اور پیشانی اور کمر داغ دیجائیگی اور بار بار اسی طرح تپا تپا کر داغ دیئے جاتے رہیں گے قیامت کے پورے دن جسکی مقدار دنیا کے حساب پچاس ہزار برس ہوگی اس کے بعد اس کو جہاں جانا ہوگا جنت میں

سبیلہ اما الی الجنۃ واما الی النار الحدیث بطولہ فی المشکوٰۃ عن مسلم۔ | یا جہنم میں چلا جائے گا۔

ف۔ یہ بڑی لمبی حدیث ہے جس میں اونٹ والوں پر اونٹ کی زکوٰۃ نہ دینے کا گائے بکری والوں پر انکی زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب اور اسکی کیفیت بتائی گئی ہے یہاں عام طور سے جانوروں کی اتنی مقداریں جن پر زکوٰۃ واجب ہو نہیں ہوتیں عرب میں انھیں کی کثرت تھی البتہ سونا چاندی اور اسکے متعلقات ایسی چیزیں ہیں جو یہاں عام طور سے ہوتی ہیں اس لئے اتنی ہی حدیث پر قناعت کی اور اس سے بھی سب چیزوں کا انداز معلوم ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے کا کیا حشر ہے کہ یہ وبال اور عذاب جو اس حدیث میں ذکر کیا گیا کہ سونا چاندی جہنم کی آگ کے ٹکڑے بن کر داغ دیئے جائیں گے یہ تو صرف قیامت کے ایک دن کا عذاب ہے جو پیشی کا دن ہے لیکن اس دن کی مقدار بھی پچاس ہزار برس کی ہوگی اور اتنے دن زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب بھگت کر یہ معلوم ہوگا کہ اپنے دوسرے اعمال اس قابل ہیں کہ انکی وجہ سے معافی ہو کر جنت میں جانے کی اجازت ہو جائے یا اگر وہ اس قابل نہیں اور معافی کی کوئی صورت نہیں یا زکوٰۃ نہ دینے ہی کا ابھی کچھ اور عذاب بھگتنا باقی ہے تو جہنم میں پھینکدیا جائیگا وہاں جو کچھ گذرے گی وہ تو تحریر و تقریر میں آ ہی نہیں سکتی۔ اس حدیث میں قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہے اور قرآن پاک کی آیت شریفہ سورۂ معارج کے شروع میں بھی قیامت کے دن کو اسی مقدار کا بتایا ہے لیکن بعض احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندوں پر یہ دن ایسا ہلکا گذر جائے گا جیسا کہ ایک فرض نماز پڑھ لی ہو اور بعض لوگوں پر ان کے اعمال کے لحاظ سے ایسا ہوگا جیسا ظہر سے عصر تک کا وقت (درمنثور) اور اتنی جلدی گذر جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس دن سیر و تفریح میں ہونگے اور سیر و تفریح کے شوقین سب ہی اس سے واقف ہیں کہ لذت کے اوقات منٹوں میں ختم ہو جایا کرتے ہیں ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ یہ نہ ہوگا کہ روپیہ پر روپیہ اور اشرفی پر اشرفی رکھدی جائے بلکہ بلکہ اس کے بدن کو اتنا وسیع کر دیا جائے گا۔ جس پر یہ سب برابر برابر رکھے جا سکیں اور ان لوگوں سے کہا جائیگا کہ اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔ حضرت ثوبانؓ سے نقل کیا گیا کہ جتنا سونا چاندی

اس کے پاس ہوگا اس کے ہر قیراط کا (جو تقریباً تین رتی کا ہوتا ہے پھیلا کر) آگ کا ایک ٹکڑا بنا لیا جائیگا پھر اس سے اس کے سارے بدن کو منہ سے پاؤں تک داغ دیا جائے گا اس کے بعد چاہے اس کی بخشش ہو جائے یا جہنم میں ڈالدیا جائے (درمنثور) آگ میں تپا کر داغ دیئے جانے کا جو عذاب اس حدیث شریف میں گذر رہا ہے یہ قرآن پاک میں بھی آیا ہے جیسا کہ دوسری فصل کی آیات میں ۲ پر گزرا بعض احادیث میں اس کے مال کا سانپ بن کر طوق پہنانا بھی آیا ہے جیسا کہ آئندہ آرہا ہے ۔

(۲) عن ابی هریرة رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من آتاه الله مالا فلم یؤد زکوته مثل له ماله یوم القیمة شجاعا اقرع له زبیبتان یطوقه یوم القیمة ثم یاخذ بلهزمتیه یعنی شدقیه ثم یقول انا مالك انا کنزك ثم تلا ولا یحسبن الذین یبخلون الآیة رواه البخاری کذا فی المشکوة وقد ورد من مسند ثوبان وابن مسعود وابن عمر بمعناه فی الترغیب ـ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ جل شانہ نے مال دیا ہو اور وہ اسکی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن ایک ایسا سانپ بنا دیا جائیگا جو گنجا ہو اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں پھر وہ سانپ اس کی گردن میں طوق کی طرح ڈالدیا جائیگا جو اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تائید میں) قرآن پاک کی آیت ولا یحسبن الذین یبخلون الآیہ پڑھی ۔

ف - یہ آیت شریفہ مع اس کے ترجمہ کے دوسری فصل کے ۳ پر گذر چکی ہے اس سانپ کی ایک صفت تو یہ بیان کی کہ وہ شجاع ہو جس سے بعض علماء نے نر سانپ مراد لیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ شجاع وہ سانپ کہلاتا ہے جو دُم کے اوپر سیدھا کھڑا ہو کر مقابلہ کرے (فتح الباری) اور دوسری صفت اس سانپ کی یہ فرمائی کہ وہ گنجا

ہوگا اور گنجا اس واسطے کہا کہ سانپ جب بہت زیادہ زہریلا ہوتا ہے تو اس کے زہر کی شدت سے اس کے سر پر سے بال اُڑ جایا کرتے ہیں اور تیسری صفت اس سانپ کی یہ بیان فرمائی کہ اس پر دو نقطے سیاہ ہونگے اس پر دو نقطے سیاہ ہونا بھی سانپ کے زیادہ زہریلا ہونے کی علامت ہے ایسے سانپ کی عمر بھی زیادہ ہوتی ہے اور بعض علماء نے دو نقطوں کے بجائے سانپ کے منہ میں زہر کی کثرت سے دونوں جانب زہر کا جھاگ ترجمہ کیا ہے اور بعض نے دو دانت جو اس کے منہ سے باہر دونوں جانب نکلے ہوئے ہوں اور بعض نے دو زہر کی تھیلیاں جو دونوں جانب لٹکی ہوئی ہوں ترجمہ کیا ہے (فتح الباری)

اس حدیث پاک میں زکوٰۃ نہ دینے پر اس مال کا سانپ بنکر طوق پہنانا ذکر کیا ہے اور پہلی حدیث میں آگ پر تپا کر داغ دینا گذرا ہے اور دونوں قسم کے عذاب قرآن پاک کی دو آیتوں میں بھی گذر چکے ہیں اور دونوں آیتیں دوسری فصل کی آیات کے ذیل میں گذری ہیں دو عذابوں میں کوئی اشکال نہیں مختلف اوقات کے اعتبار سے بھی فرق ہو سکتا ہے اور مختلف انواع مال کے اعتبار سے بھی اور مختلف آدمیوں کے اعتبار سے بھی اور دونوں عذاب جمع بھی ہو سکتے ہیں۔ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ سانپ بنکر پیچھے لگنے میں اور پترے بن کر داغ دینے میں فرق اس وجہ سے ہے کہ آدمی کو اگر مجملاً مال سے محبت ہو اس کی تفاصیل سے خصوصی تعلق نہ ہو اس کا مال تو ایک شئے واحد سانپ بنکر اس کے پیچھے لگ جائے گا اور جس کو مال کی تفاصیل سے تعلق خاطر ہو وہ روپیہ اور اشرفی کو گن گن کر رکھتا ہو اور جمع کرلے اس کے روپیہ بنا کر رکھا ہو تو اس کا مال پترے سے بنا کر داغ دیا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے پیچھے خزانہ چھوڑ جائے تو وہ خزانہ ایک گنجا دو نقطوں والا سانپ بنکر قیامت کے دن اس شخص کے پیچھے لگ جائے گا وہ شخص گھبرا کر کہے گا تو کیا بلا ہے وہ کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں اس کو چھوڑ کر آیا تھا وہ سانپ اوّل اس کے ہاتھ کو کھائے گا۔ پھر سارے بدن کو (ترغیب) قیامت کے عذابوں میں کثرت سے یہ بات ہے کہ جو شخص کسی عذاب کی وجہ سے ریزہ ریزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا پھر عذاب کے مسلط ہونے کے واسطے اپنی اصلی حالت پر عود کر کے دوبارہ

عذاب کا محل بنے گا

(۳) عن عبد اللّٰہ بن مسعودؓ قال امرنا باقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ ومن لم یزک فلا صلوٰۃ لہ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسانید احدھا صحیح کذا فی الترغیب۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمیں نماز قائم کرنیکا اور زکوٰۃ ادا کرنیکا حکم ہے اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز بھی (قبول) نہیں۔

ف: یعنی نماز پر جو ثواب اللہ جل شانہ کے یہاں سے ملتا ہے وہ بھی نہیں ملے گا اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ (کامل) مسلمان نہیں اس کو اس کے نیک عمل فائدہ نہ دیں گے (ترغیب) یعنی دوسرے نیک اعمال سے زکوٰۃ نہ دینے کا وبال نہیں ٹلے گا اس کا مطالبہ بدستور رہے گا ایک اور حدیث میں ہے کہ بغیر زکوٰۃ ادا کرنے کے دین (کامل) نہیں ہے (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس شخص کی نماز کو قبول نہیں فرماتے جو زکوٰۃ نہ دیتا ہو جب اللہ تعالیٰ شانہ نے (بیسیوں جگہ قرآن پاک میں) نماز اور زکوٰۃ کو جمع فرمایا ہے تو اس کو علیحدہ نہ کرو (کنز) علیحدہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھی جائے اور زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔

(۴) عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ فرض علی اغنیاء المسلمین فی اموالھم القدر الذی یسع فقراءھم ولن یجھد الفقراء اذا جاعوا او عروا الا بما یمنع اغنیاؤھم الا وان اللّٰہ یحاسبھم حسابا شدیدا او یعذبھم عذابا الیما

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے دولت مندوں پر ان کے مالوں میں اتنی مقدار کو فرض کر دیا ہے جو ان کے فقراء کو کافی ہو اور نہیں مشقت میں ڈالتی فقراء کو جبکہ وہ بھوکے یا ننگے ہوں مگر صرف یہ بات کہ مالک غنی اپنے فریضہ کو روک لیتے ہیں یعنی پورا ادا نہیں کرتے غور سے سن لو کہ حق تعالیٰ شانہ ان دولتمندوں سے سخت محاسبہ فرمائیں گے اور (فرض کی کوتاہی پر) سخت عذاب دیں گے

كذا فى الدر - وقال اخرجه الطبرانى
فى الاوسط وابو بكر الشافعى فى الغيلانيات
قلت ولفظ المنذرى فى الترغيب
وبعين بجم بالواو وقال رواه الطبرانى
فى الاوسط والصغير وقال تفرد به
ثابت بن محمد الزاهد قال الحافظ
ثابت ثقة صدوق روى عنه البخارى
وغيره وبقية رواته لا باس بهم
وروى موقوفا على علىؓ وهو اشبه كذا
فى الترغيب وعزاه صاحب كنز العمال
الى الخطيب فى تاريخه وابن النجار
وقال فيه محمد بن سعيد البورقى
كذاب يضع اھ +

ف :- حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے علام الغیوب ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کی جو مقدار فرض فرمادی ہے۔ وہ یقیناً اتنی کافی مقدار ہے کہ اگر لوگ اس کو پورا پورا ادا کرتے رہیں اور اصول سے ادا کرتے رہیں تو کوئی شخص بھوکا یا ننگا نہیں رہ سکتا اور یہ بالکل ظاہری اور یقینی چیز ہے۔ حضرت ابوذر غفاری کی حدیث میں یہ مقصود زیادہ واضح الفاظ میں ذکر کیا گیا۔ یہ طویل حدیث ہے جس کو فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں مفصل ذکر کیا ہے اس میں منجملہ اور سوالات کے ایک یہ بھی ہے میں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے زکوٰۃ کا حکم فرمایا زکوٰۃ کیا ہے حضور نے ارشاد فرمایا ابوذر جو شخص امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کی نماز (مقبول) نہیں حق تعالیٰ شانہ نے غنی لوگوں پر ان کے مالوں کی زکوٰۃ اتنی مقدار میں واجب کر دی ہے جو ان کے فقراء کو کافی ہو جائے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ان کے مال کی زکوٰۃ کا مطالبہ کرے گا اور اس پر ان کو عذاب فرمائے گا یہ

حدیث صاف طور سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور کا یہ ارشاد زکوٰۃ ہی کے متعلق ہے۔ امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے زکوٰۃ میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے سخت وعید ارشاد فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے والذین یکنزون الذھب الاٰیۃ اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے مراد زکوٰۃ کا ادا کرنا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اپنے متعلقات کے اعتبار سے چھ قسم پر ہے جانوروں کی زکوٰۃ سونے چاندی کی زکوٰۃ تجارتی مال کی زکوٰۃ رکاز و معدن کی زکوٰۃ پیداوار کی زکوٰۃ اور صدقہ فطر (احیاء) یہ سب چیزیں ائمہ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ ہیں بجز معدن کے کہ اس میں حنفیہ کے نزدیک بجائے زکوٰۃ کے خمس یعنی پانچواں حصہ واجب ہے جو وجوب کے اعتبار سے زکوٰۃ ہی جیسا ہے اور یقیناً اگر مسلمان ان سب انواع کو اہتمام اور پابندی سے نکالتے رہیں تو کسی غریب کو اضطرار سے مرنے کی نوبت نہ آئے۔ بعض علماء کو حضرت علی رضی کی اس روایت سے یہ اشتباہ پیدا ہو گیا کہ اس سے زکوٰۃ سے زائد مقدار کا ایجاب مقصود ہے یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اگر یہ مراد ہو تو وہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری روایت کے خلاف ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی سے حضور کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے نے اسکے علاوہ صدقات کو منسوخ کر دیا یہ حدیث مرفوعاً بھی نقل کی گئی ہے اور امام رازی جصاص نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی کا قول ہونا بہتر سند سے نقل کیا گیا۔ صاحب کنز العمال نے متعدد کتب سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ زکوٰۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو قرآن پاک میں ہے اور غسل جنابت نے اس کے علاوہ اور غسلوں کو منسوخ کر دیا اور رمضان کے روزہ نے ہر روزہ کو منسوخ کر دیا اور قربانی نے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا۔ خود حضرت علی رض کا ارشاد ہے کہ جو شخص ساری دنیا کا مال لے لے اور اس کی نیت محض رضاء الٰہی ہی ہو وہ زاہد ہے جیسا کہ آئندہ فصل کے شروع میں آرہا ہے۔ بعض علمائے نے فرمایا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے اپنی ضرورت کے بقدر رکھ کر باقی کا خرچ کرنا ضروری تھا جس کو زکوٰۃ کی فرضیت نے منسوخ کر دیا جیسا کہ علامہ سیوطی نے خذ العفو وامر بالعرف (اعراف ع ۲۴) کی تفسیر میں سدی سے نقل کیا لہٰذا اگر اس سے ایجاب مراد ہو بھی تو وہ منسوخ ہے نیز حدیث بالا سے

زکوٰۃ سے زائد کا مراد لینا حضور کے اس ارشاد کے بھی خلاف ہو گا جس میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے زکوٰۃ ادا کر دی اس نے اس حق کو ادا کر دیا جو اس پر ہے اور جو زائد ہے وہ فضل ہے (کنز عن الحسن مرسلا) اس مضمون کی متعدد روایات پہلے بھی گذر چکی ہیں اور اس سے واضح وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضہ کے واسطے سے نقل کی گئی اور وہ حضرت علی رض کی حدیث کے ہم معنی ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر حق تعالے شانہ یہ جانتے کہ اغنیاء کی زکوٰۃ فقراء کے لئے کافی نہ ہو گی تو زکوٰۃ کے علاوہ اور چیز ان پر فرض کرتے پس اگر اب فقراء بھوکے ہوتے ہیں تو اغنیاء کے ظلم کی وجہ سے ہوتے ہیں (کنز) یعنی اغنیاء زکوٰۃ کو پورا ادا نہیں کرتے اس وجہ سے فقراء پر فاقوں کی نوبت آتی ہے اسی وجہ سے محدث ھثیمی نے مجمع الزوائد میں حضرت علی رضہ کی اس حدیث پر فرضیت زکوٰۃ کا ترجمہ باندھا بلکہ اس باب کو اسی حدیث سے شروع کیا جس سے اس کا محمل زکوٰۃ ہونا ظاہر ہے۔ اور صاحب کنز العمال نے بھی اسی وجہ سے کتاب الزکوٰۃ ہی میں اس کو ذکر کیا۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد والذین یکنزون الذھب والفضۃ اور اس قسم کے دوسرے ارشادات اس حالت پر محمول ہیں جبکہ زکوٰۃ ادا نہ کی جائے جمہور فقہاء امصار کا یہی یہی مذہب ہے اور یہی قول ہے حضرت عمرؓ حضرت ابن عمر حضرت جابر حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت عبد اللہ بن عباس کا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابو داؤد وغیرہ نے ذکر کیا کہ حضرت ام سلمہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں سونے کا ایک زیور پہن رہی تھی میں نے حضور سے دریافت کیا کہ یہ بھی کنز میں داخل ہے حضور نے فرمایا کہ جو چیز مقدار زکوٰۃ کو پہونچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز میں داخل نہیں نیز اس کی تائید ابو ہریرہ رضہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ترمذی نے اور حاکم نے ذکر کیا جس میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جب تو نے زکوٰۃ ادا کر دی تو اس حق کو پورا کر دیا جو تجھ پر واجب تھا نیز حضرت جابر کی حدیث میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو اس کی برائی کو زائل کر دیا حاکم نے اس حدیث کو مرفوعاً مسلم کی شرط پر نقل کیا ہے اور بیہقی نے اسکو حضرت جابر پر موقوف بتایا ہے اور ابو زرعہ نے بھی حضرت جابر پر موقوف بتایا ہے..

ان الفاظ کے ساتھ صحیح بتایا ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں ہے اور یہی مضمون حضرت عمر اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے بھی نقل کیا گیا عطاء اور مجاہد سے نقل کیا گیا کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ کنز نہیں ہے اگرچہ زمین کے اندر گاڑ رکھا ہو اور جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو وہ کنز ہے اگرچہ زمین کے اوپر رکھا ہو اور ظاہر ہے کہ شرعی اصطلاح لغوی اصطلاح پر مقدم ہے (یعنی لغت میں اگرچہ کنز اس کو کہتے ہیں جو زمین کے اندر گڑا ہوا ہو لیکن شریعت میں وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو) اور میں نے چند حضرات کے سوا کسی کو اس کا مخالف نہیں پایا کہ کنز وہی ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو البتہ چند حضرات حضرت علی حضرت ابوذر اور ضحاک اور بعض دوسرے زاہد اس طرف گئے ہیں کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں ان میں سے حضرت ابوذر تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو مال روزی اور زندگی سے زائد ہو وہ سارا ہی کنز ہے اور حضرت علی رضؓ سے نقل کیا گیا کہ چار ہزار کی مقدار سے زائد کنز ہے اور ضحاک کہتے ہیں کہ دس ہزار درہم کی مقدار مال کثیر ہے نیز ابراہیم نخعی مجاہد شعبی اور حسن بصری بھی اس کے قائل ہیں کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ حقوق ہیں ابن عبد البر کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ بقیہ سب علماء متقدمین اور متاخرین کا مذہب کنز کے بارہ میں وہی ہے جو پہلے گذرا (کہ کنز وہ ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو) اور جن آیات اور احادیث سے یہ دوسرا فریق استدلال کرتا ہے وہ جمہور کے نزدیک استحباب پر محمول ہیں یا زکوٰۃ کے واجب ہونے سے پہلے کا حکم ہے جو زکوٰۃ کے واجب ہونے سے منسوخ ہو گیا جیسا کہ عاشورہ کا روزہ رمضان کے روزہ سے منسوخ ہو گیا البتہ فضیلت کا درجہ اب بھی باقی ہے (اتحاف) اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب فقراء مہاجرین بے مال و زر ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مواساۃ کے طور پر مقامی انصار سے جو مالدار تھے ان کا بھائی چارہ کیا تو انصار نے یہ درخواست کی کہ ہمارے اموال کو بھی ان پر آدھا تقسیم کر دیجئے حضور نے اس کا انکار فرما دیا بلکہ یہ طے فرمایا کہ مہاجرین ان کے باغات میں کام کرینگے اور بٹائی کے طور پر پھلوں میں شرکت ہوگی اسی ذیل حضور نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن الربیع کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) فرمائی تو حضرت سعد نے حضرت عبد الرحمٰن سے کہا کہ سب کو یہ بات معلوم ہے کہ انصار میں

سب سے زیادہ مالدار میں ہوں میں اپنا مال آدھا تمہیں دیتا ہوں حضرت عبدالرحمن نے اس کو قبول فرمانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے بازار کا راستہ بتا دو وہاں جا کر خرید و فروخت کا کام شروع کر دیا اگر مال داروں کے زائد اموال میں فقراء کا بلا اضطرار حق تھا تو پھر کیوں حضور نے انکار فرمایا اور کیوں حضرت عبدالرحمن نے اپنا حق لینے سے انکار فرمایا۔ اصحاب صفہ کے واقعات اتنی کثرت سے کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں کہ ان کا احاطہ بھی مشکل ہے ان حضرات پر کئی کئی دن کے فاقے گذر جاتے تھے بھوک کی وجہ سے گر جاتے تھے اور انصار میں بہت سے حضرات مالدار بھی تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر جبر نہیں فرمایا کہ اپنے مال کا زائد از ضرورت حصہ ان لوگوں پر تقسیم کر دو ترغیبات البتہ کثرت سے فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ ستر آدمی تھے جن میں سے کسی ایک کے پاس بھی چادر نہ تھی (در منثور) حضرت ابوہریرہ نے خود اپنے واقعات اس حال کے کثرت سے بیان کئے ہیں جو کتب احادیث میں موجود ہیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں اپنے جگر کے بل زمین پر بھوک کی شدت سے پڑا رہتا تھا اور کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا ایک مرتبہ میں راستہ میں اس امید پر بیٹھ گیا کہ شاید کوئی مجھے اپنے ساتھ لے جائے اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے میں نے ایک آیت ان سے محض اس لئے دریافت کی کہ شاید وہ مجھے اپنے ساتھ لیجائیں مگر وہ ویسے ہی چلے گئے ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میری حالت دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ آجاؤ میں ہمراہ چل دیا حضور مکان تشریف لے گئے وہاں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا حضور نے فرمایا یہ کہاں سے آیا گھر والوں نے عرض کیا فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے حضور نے مجھ سے فرمایا کہ ابوہریرہؓ سب اصحاب صفہ کو بلا لاؤ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ اسلامی مہمان تھے نہ انکے اہل و عیال تھے نہ انکے پاس مال و زر تھا نہ کسی کے ذمہ ان کا کھانا مقرر تھا نہ کسی کے ذمہ ان کا بار تھا جب حضور کے پاس کہیں سے صدقہ کی کوئی چیز آتی تو ان کو مرحمت فرما دیتے خود اسمیں سے نوش نہ فرماتے اور جب ہدیہ کی کوئی چیز آتی تو خود بھی اسکو تناول فرماتے اور ان لوگوں کو بھی شریک

ذرا لیتے حضور نے اس وقت جب یہ فرمایا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ تو مجھے بہت گرانی ہوئی کہ یہ ایک پیالہ دودھ اصحاب صفہ کا کیا بنے گا حضور مجھے مرحمت فرما دیتے مجھ میں پی کر کچھ جان آجاتی اب میں ان سب کو لے کر آؤں گا تو حضور مجھی کو حکم فرمائیں گے کہ سب کو دیدو میں جب ان کو تقسیم کروں گا تو میرا نمبر آخر میں آئے گا نہ معلوم کچھ بچے گا بھی یا نہیں مگر تعمیل حکم بغیر چارہ کار کیا تھا میں ان سب کو بلا لایا جب وہ سب آکر حضور کی مجلس میں بیٹھ گئے تو حضور نے وہ پیالہ مجھے مرحمت فرمایا کہ ان سب کو پلا دو میں نے سب کو پلایا اور ہر ایک سیر ہو گیا آخر میں حضور نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ اب تو تم اور میں ہی باقی رہ گئے میں نے عرض کیا بے شک حضور نے فرمایا تو بیٹھ کر پی لو میں نے خوب سیر ہو کر پیا حضور نے فرمایا اور پیو میں نے اور پیا حضور نے پھر فرمایا کہ اور پی لو میں نے پھر اور پیا حتیٰ کہ میں نے عرض کیا کہ حضور اب مجھ میں اور پینے کی گنجائش نہیں تو پھر بقیہ حضور نے پیا ایک اور مرتبہ کا اپنا یہی قصہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر تین دن کا فاقہ تھا مجھے کچھ کھانے کو نہ ملا میں صفہ پر جا رہا تھا کہ راستہ میں گر گیا بچے کہنے لگے کہ ابوہریرہؓ کو جنون ہو گیا میں نے کہا جنون تو تمھیں ہو رہا ہے بالآخر میں صفہ تک پہونچا وہاں حضور کے پاس دو پیالے ثرید کے کہیں سے آئے ہوئے تھے اور حضور اصحاب صفہ کو کھلا رہے تھے میں بھی سر اوپر کو اٹھا رہا تھا کہ حضور کی نظر مجھ پر پڑ جائے اور حضور مجھ کو بھی بلا لیں حتیٰ کہ سب فارغ ہو گئے اور پیالوں میں کچھ بھی نہ بچا حضور نے ان پیالوں کو اپنے دست مبارک سے چاروں طرف سے پونچھا۔ تو ایک لقمہ بن گیا حضور نے اپنی انگلیوں پر رکھ کر مجھ سے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اس کو کھاؤ میں نے اس کو کھایا تو پیٹ بھر گیا - حضرت فضالۃ بن عبید فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ کر تشریف فرما ہوتے تو اصحاب صفہ میں سے بعض لوگ بھوک کی شدت سے کھڑے کھڑے گر جاتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات فرما کر ارشاد فرماتے کہ اگر تمھیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمھارے لئے کیا درجہ ہے تو اس سے زیادہ فقر و فاقہ کو پسند کرنے لگو (ترغیب) پہلی فصل کی آیات میں نمبر ۳۰ پر قبیلہ مضر کی ایک جماعت کا مفصل قصہ گذر چکا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوکے اور ننگے حاضر ہوئے کہ ان کے پاس پہننے کے لئے کپڑا نہ تھا کھانے

کو کوئی چیز نہ تھی فاقہ کی وجہ سے مشقت میں پڑے ہوئے تھے حضورؐ نے اپنے گھروں میں ان کے لئے تلاش کیا کچھ نہ ملا تو مجمع اکٹھا کیا اور صدقہ کی ترغیب دی اور بہت زور سے ترغیب دی جس پر دو ڈھیر سامان کے جمع ہو گئے اور وہ ان لوگوں پر تقسیم فرما دیئے نہ کسی پر جبر فرمایا نہ کسی سے اس کے پاس زائد از ضرورت کا محاسبہ فرمایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے آکر حضورؐ سے سوال کیا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے انہوں نے عرض کیا ایک ٹاٹ ہے جس کو آدھا بچھا لیتے ہیں اور آدھا اوڑھ لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے پانی پینے کو حضورؐ نے دونوں چیزیں منگائیں اور دو درم میں نیلام کر دیں اور وہ ان کو دیئے کہ ایک درم کا غلہ خرید کر گھر دے آویں اور دوسرے درم کا کلہاڑی کا پھل خرید کر لائیں وہ لے کر آئے تو حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی یعنی دستہ لگایا اور پھر فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹ کر بیچو پندرہ دن تک تمہیں یہاں نہ دیکھوں انہوں نے ارشاد کی تعمیل کی اور پندرھویں دن دس درم کما کر لائے جن میں سے کچھ کا غلہ خریدا کچھ کا کپڑا خریدا حضورؐ نے فرمایا یہ اچھا ہے سوال کرنے سے کہ بھیک مانگنے سے قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر داغ ہوتا اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ سوال کی صرف تین آدمیوں کے لئے گنجائش ہے لذی فقر مدقع اولذی غرم مفظع اولذی دم موجع ایک اس شخص کے لئے جس کا فقر ہلاک کرنیوالا ہو دوسرے اس کے لئے جس پر کوئی تاوان سخت پڑ گیا ہو تیسرے جو دردناک خون کے معاملہ میں پھنس گیا ہو ان تین حالتوں میں بھی حضورؐ نے سوال ہی کی اجازت دی اور خود یہ صاحب واقعہ جس فقر میں مبتلا تھے ان کو نہ تو سوال کی اجازت دی نہ کسی پر ان کا نفقہ واجب فرمایا غرض ہزاروں واقعات کتب احادیث میں اس کے شاہد ہیں کہ جہاں تک وجوب کا تعلق ہے وہ صرف زکوٰۃ ہے اس پر اضافہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور قول المتعدی فی الصدقۃ کمانعہا صدقہ میں تعدی اور افراط کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کو نہ دینے والا کا مصداق ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضحاک بن قیس کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا وہ اس مال میں بہترین اونٹ چھانٹ لائے حضورؐ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ تم

ان لوگوں کا عمدہ مال لے آئے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت آپ جہاد میں تشریف لے جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں میں اس لئے ایسے اونٹ لایا جن پر سواری ہو سکے اور سامان لادا جا سکے حضورؐ نے فرمایا ان کو واپس کر کے آؤ اور معمولی مال لے کر آؤ (مجمع الزوائد) حالانکہ جہاد کی ضرورت بھی ظاہر اور اس موقعہ پر حضورؐ نے ایسی ایسی ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اپنے گھر کا سارا اثاثہ لے آئے اور حضرت عمر رضؓ نے ہر چیز کا آدھا حصہ پیش کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس چار ہزار ہیں دو ہزار گھر کے اخراجات کیواسطے رکھتا ہوں دو ہزار اللہ کیواسطے پیش کرتا ہوں اور ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے رات بھر مزدوری کر کے دو صاع (سات سیر) کھجوریں مزدوری میں کمائی ہیں آدھی گھر کے خرچ کیواسطے چھوڑ دیں آدھی حاضر ہیں (درمنثور) حضرت ابومسعود فرماتے ہیں کہ حضورؐ صدقہ کا حکم فرماتے اور ہم میں سے بعض کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو وہ صرف اس کے لئے بازار جاتا مزدوری کرتا اور مزدوری میں ایک مد (ڈیڑھ پاؤ) کھجور کماتا اور صدقہ کر دیتا (بخاری) پہلی فصل کی احادیث میں ۲۷ پر یہ مضمون تفصیل سے گذر چکا۔ لیکن اس سب کے باوجود ضابطہ کے طور پر یہاں معمولی اونٹ کی جگہ عمدہ اونٹ بھی قبول نہیں فرمایا اس لئے جہاں تک وجوب کا تعلق ہے وہ مالی حیثیت سے صرف زکوٰۃ ہے اور جہاں تک خرچ کرنے کا تعلق ہے مسلمان اس لئے پیدا ہی نہیں ہوا کہ وہ مال جمع کر کے رکھے قرآن پاک کی آیات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جو پہلی فصل میں گذر چکے وہ بڑے زور سے اس کی ترغیب و تاکید کر رہے ہیں کہ مال صرف اس لئے ہے کہ اس کو اللہ کی رضا کے کاموں میں خرچ کر دیا جائے خواہ اپنی طاقت کے موافق تنگی اٹھائی جائے دوسروں پر خرچ کیا جائے اپنے کام صرف وہی آئے گا جو اللہ کے خزانہ میں جمع کر دیا جائے گا کہ اس کے بنک میں جمع کر دینے پر نہ اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے نہ بنک کے فیل ہو جانے کا احتمال ہے اور ایسی ضرورت کے وقت کام آئے گا جس وقت کہ آدمی انتہائی محتاج ہو گا خود حق سبحانہ و تقدس کا ارشاد حضورؐ نقل فرماتے ہیں کہ اے آدمی تو اپنا خزانہ میرے

پاس پہنچادے نہ تو اس کو آگ لگ جانے کا خوف رہے گا نہ چوری کا نہ دریا برد ہونے کا اور میں ایسے وقت تجھکو پورا کا پورا دیدوں گا جب تو بے حد محتاج ہو گا (ترغیب) حق تعالےٰ شانہ کا پاک ارشاد پہلی فصل کے ۳۰ پر گذر چکا کہ ہر شخص یہ غور کرلے کہ اس نے کل قیامت کے دن کے لئے کیا چیز آگے بھیجی ہے ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلادیا اللہ تعالیٰ نے ان کو خود انکی جانیں بھلادیں۔ دوسری آیت میں ۳۱ پر گذرا کہ تمھارے مال و متاع آل اولاد تمھارے لئے امتحان کی چیزیں ہیں اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو یہ تمھارے لئے بہتر ہوگا۔ حضور کا پاک ارشاد اسی فصل کی احادیث میں ۱ پر گذر چکا کہ اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کی برابر سونا ہو تو میرا دل نہیں چاہتا کہ اس میں سے کچھ بھی میں اپنے پاس رکھوں بجز اس کے کہ قرض کی ادائیگی کے واسطے رکھا ہو ۳ پر حضور کا ارشاد گذرا کہ جو چیز ضرورت سے زائد ہو اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دینا تمھارے لئے بہتر ہے بچا کر رکھنا برا ہے ۱۲ پر حضور کا پاک ارشاد گذرا کہ گن گن کر خرچ نہ کر جتنا بھی ہوسکے خرچ کر ڈال ۳۰ پر یہ واقعہ گذر چکا کہ ایک بکری ذبح کی گئی اور بجز ایک شانہ کے ٹکڑے کے ساری تقسیم کر دی گئی حضور نے دریافت فرمایا کہ کتنی تقسیم ہو گئی تو عرض کیا گیا کہ ایک شانہ باقی رہ گیا اور باقی سب خرچ ہو چکی حضور نے فرمایا وہ ساری باقی ہے اس شانہ کے علاوہ اس قسم کے بہت سے ارشادات فصل اول میں گذر چکے ہیں اس لئے اس سے قطع نظر کہ واجب کیا ہے مندوب و مستحب کیا ہے اپنے کام آنے والا صرف وہی مال ہے جو اپنے زندگی میں آدمی آگے بھیجدے اگر اس محنت و مشقت سے کمائی ہوئی چیز کو اپنے ضرورت کے وقت کام آنے کے لئے کہیں محفوظ کرنا ہے تو وہ صرف اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہے جس کا نفع آخرت میں تو ہے ہی دنیا میں بھی زیادہ سے زیادہ ہے کہ بلاؤں کے دور ہونے میں امراض سے صحت ہونے میں صدقہ کو زیادہ سے زیادہ دخل ہے بڑے خاتمہ سے اس کی وجہ سے حفاظت ہوتی ہے حضور کا مشہور ارشاد ہے کہ قابل رشک دو آدمی ہیں ایک وہ جس کو اللہ جل شانہ نے قرآن پاک عطا فرمایا ہو کہ وہ رات دن اس کی تلاوت میں اس پر

عمل کرنے میں منہمک رہے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ جل شانہ نے بہت مال عطا کیا ہو اور وہ ہر وقت اس کو اللہ کے راستے میں لٹانے پر تلا ہوا ہو (مجمع الزوائد) حضور کا پاک ارشاد دوسری فصل کے ۳۰ پر گذر چکا کہ سرمایہ دار بڑے خسارہ میں ہیں بجز اس شخص کے جو دونوں ہاتھوں سے ادہر اُدہر دائیں بائیں آگے پیچھے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا رہے اور ۷ پر حضور کا پاک ارشاد گذر چکا کہ وہ حقیقت میں مؤمن ہی نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا پڑوسی بھوکا پڑا رہے۔ غرض اس رسالہ میں پہلی فصلوں میں تفصیل سے یہ مضمون گذر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کی ہرگز یہ شان نہیں ہے کہ مال جمع کر کے رکھے۔ اس کی صحیح مثال پاخانہ کی سی ہے کہ وہ ضروری تو اتنا کہ ایک دو دن نہ ہو تو حکیم اور ڈاکٹر، دوائیں وغیرہ سب ہی کچھ آدمی کرنے پر مجبور ہے لیکن اگر مناسب مقدار سے زائد آنے لگے تو اس کو بند کرنے کے واسطے بھی حکیم اور ڈاکٹر کی ضرورت ہے اور اگر کوئی شخص پاخانہ کو اس وجہ سے کہ وہ اتنی اہم اور ضروری چیز ہے اپنے گھر میں محفوظ رکھے کہ بڑی مشقت سے حاصل ہوئی ہے تو مکان بھی سڑ جائے گا دماغ بھی سڑ جائے گا امراض بھی بکثرت پیدا ہو جائیں گے بعینہ یہی صورت اس مال کی ہے کہ ضروری تو اتنا کہ اگر چند روز کچھ نہ ملے تو سارے جتن اس کے لئے بھی کرنا پڑیں لیکن اس کے باوجود اتنا ہی گندہ ہے کہ اگر اس کو فوراً مجبوری سے زائد مقدار کو پاخانہ کی طرح سے گھر سے نہ نکالا جائے تو تکبر اس سے پیدا ہوتا ہے غرور اس سے پیدا ہوتا ہے تفاخر اس سے ہوتا ہے دوسروں کو ذلیل وحقیر سمجھنا اس سے ہوتا ہے آوارگی عیاشی اس کا ثمرہ ہے غرض ہر قسم کی آفات اس پر مسلط ہیں اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اپنی اولاد کے لئے ہے اللّٰھم اجعل رزق آل محمد قوتا یا اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اولاد کا رزق بقدر کفایت عطا فرما یعنی زیادہ ہو ہی نہیں جس پر فسادات مرتب ہوں یہی وجہ ہے کہ سید عام طور سے متمول نہیں ہوتے ایک دو کا متمول ہو جانا اس کے منافی نہیں اکثریت ایسی ہی ملے گی۔ حق تعالیٰ شانہ نے لطف وکرم سے اس کی ناپاک حقیقت کو اس ناپاک پر بھی واضح

کرے تو کیسے لطف کی زندگی میسر ہو۔

(۵) عن بریدۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منع قوم الزکوٰۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین رواہ الطبرانی فی الاوسط ورواتہ ثقات کذا فی الترغیب وفی الباب روایات کثیرۃ فی الترغیب والکنز وغیرھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو قوم بھی زکوٰۃ کو روک لیتی ہے حق تعالیٰ شانہ اس کو قحط میں مبتلا فرماتے ہیں۔

ف۔ قحط کی وبا ہم لوگوں پر ایسی مسلّط ہو رہی ہے کہ اس کی حد نہیں ہزاروں تدبیریں اس کے زائل کرنے کے واسطے کی جاتی ہے لیکن کوئی بھی کارگر نہیں ہو رہی ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ کوئی وبال کسی گناہ پر آتار دیں دنیا میں کس کی طاقت ہو کہ اس کو ہٹا سکے لاکھ تدبیریں کیجئے ہزاروں طرح کے قانون بنایئے جو چیز مالک الملک کی طرف سے مسلّط ہے وہ تو اسی کے ہٹانے سے ہٹ سکتی ہے اس نے مرض بتادیا اس کا صحیح علاج بتادیا اگر مرض کو زائل کرنا مقصود ہے تو صحیح علاج اختیار کیجئے ہم لوگ امراض کے اسباب خود پیدا کرتے رہیں اور اس پر روتے رہیں کہ امراض بڑھ رہے ہیں یہ کہاں کی عقلمندی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم میں جو حوادث اور مصائب آتے ہیں ان پر اور ان کے اسباب پر خاص طور سے متنبہ فرمادیا جن کو بندہ مختصر طور پر اپنے رسالہ الاعتدال میں لکھ چکا ہے یہاں ان کا اعادہ تطویل کا سبب ہے کسی کا دل چاہے تو اس میں دیکھ لے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اہتمام سے اس پر متنبہ فرمایا کہ جب میری اُمت یہ حرکتیں کرنے لگے گی تو آفات اور بلاؤں میں پھنس جائے گی اس وقت سرخ آندھیاں زمینوں میں دھنس جانا۔ صورتوں کا مسخ ہو جانا۔ اور زلزلوں کا آنا۔ آسمان سے پتھر برسنا دشمنوں کا غلبہ اور مسلمانوں پر ان کا مسلّط ہو جانا۔ طاعون اور قتل و غارت کا مسلّط ہونا

بارش کا رک جانا، طوفان کا آجانا، دلوں کا مرعوب ہوجانا اور دلوں پر خوف کا مسلط ہوجانا، نیک لوگ
دعائیں بھی کریں تو اُن کی دعاؤں کا بھی قبول نہ ہونا یہ سب آفات حضورؐ نے بتائیں اور جس جس
حرکت پر جو آفت مسلط ہوتی ہے اس کو حضورؐ نے تقریباً چودہ سو برس پہلے سے بتا یا متنبہ کر دیا۔
اور ہم لوگ اب ان کے تجربے بھی کر رہے ہیں اور ایسے حرف بحرف یہ ارشادات سامنے آ رہے
ہیں کہ ذرا بھی فرق نہیں ہو رہا ہے کاش ہم لوگ حضورؐ جیسے شفیق کے ارشادات کی قدر کرتے
جو صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ ساری مخلوق کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اور ان
اصول پر عمل کرنا ساری ہی مخلوق کے لئے انتہائی فائدہ کی چیز ہے مگر جب خود مسلمان اپنے اسلامی
دعووں کے باوجود ان کی قدر نہ کریں تو دوسروں پر کیا الزام ہے اور دوسروں کو کیا خبر کہ اللہ کی
مجسم رحمت نے دنیوی آفات سے بچنے کے بھی کیسے کیسے زرین اصول پر متنبہ فرمایا ہے اب
بھی اگر ان اصولوں کو اہتمام سے پکڑ لیا جائے تو دنیا کو مصائب سے نجات مل جائے
مسلم حکیم ڈاکٹروں کا علاج غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔ اگر اس حاذق حکیم کے نسخہ پر لوگ عمل
کریں تو کیسی راحت آرام سب کو مل جائے۔ اس جگہ مجھے زکوٰۃ کے متعلق دو ایک احادیث
پر متنبہ کرنا ہے کہ وہی اس جگہ مقصود ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے ایک مرتبہ
ارشاد فرمایا کہ اے مہاجرین کی جماعت پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو جاؤ اور میں
اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم ان میں مبتلا ہو (تو بڑی آفات میں پھنس جاؤ)
ایک تو یہ ہے کہ فحش بدکاری جس قوم میں بھی کھلم کھلا علی الاعلان ہونے لگے تو ان میں ایسی
نئی نئی بیماریاں پیدا ہوں گی جو پہلے کبھی سننے میں نہ آئی ہوں اور جو لوگ ناپ تول میں کمی
کرنے لگیں گے ان پر قحط اور مشقت اور بادشاہ کا ظلم مسلط ہو جائیگا اور جو قوم زکوٰۃ کو روک لیگی
ان پر بارش روک دی جائیگی اگر جانور نہ ہوں تو ایک قطرہ بھی بارش کا نہ ہو (جانور چونکہ اللہ
کی مخلوق ہیں اور بے قصور ہیں انکی وجہ سے تھوڑی بہت بارش ہوگی) اور جو لوگ معاہدہ کی
خلاف ورزی کریں گے ان پر دوسری قوموں کا تسلط ہو جائے گا۔ اور ان کے مال و متاع کو
لوٹ لیں گے۔ اور جو لوگ اللہ کے قانون کے خلاف حکم جاری کریں گے ان میں خانہ جنگی ہو
جائیگی (ترغیب) آج ہم لوگوں کو بڑے غور سے ان عیوب کو دیکھنا چاہیے کہ ان میں

سے کونسا عیب ایسا ہے جس میں ہم مبتلا نہیں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی غور کرلیں کہ جو آفات ان پر بتائی گئی ہیں کونسی آفت ایسی ہے جو ہم پر مسلّط نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں ہیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا کیا مطلب ہے حضور نے فرمایا کہ جو قوم معاہدہ کی خلاف ورزی کرتی ہے اس پر دشمن غالب آجاتا ہے اور جو لوگ اللہ کے قانون کے خلاف حکم کریں گے ان میں اموات کی کثرت ہوگی اور جو لوگ زکوٰۃ کو روک لیں گے ان پر بارش بند کر دی جائے گی اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کی پیداوار کم ہوجائے گی اور قحط مسلّط ہوجائے گا (ترغیب) اس حدیث شریف میں غالباً اختصار ہوا کہ تفصیل میں چار ہی چیزیں ذکر کی گئیں اس حدیث پاک میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی پر اموات کی کثرت اور پہلی میں خانہ جنگی ارشاد ہوا ہے دونوں چیزیں علیحدہ علیحدہ بھی ہوسکتی ہیں اور خانہ جنگی سے اموات کی کثرت کا نمونہ آجکل تو آنکھوں کے سامنے ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ دونوں حضرات سے یہ حدیث نقل کی گئی کہ جب میری اُمت ان پندرہ عیوب میں مبتلا ہوجائے منجملہ ان کے یہ بھی دونوں حدیثوں میں ہے کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا تاوان بن جائے (یعنی اس کا ادا کرنا ایسا مصیبت ہوجائے جیسا تاوان ہوتا ہے یا وہ تاوان کی طرح سے وصول کی جانے لگے) تو اُس وقت سُرخ آندھیاں، زلزلے، زمینوں میں دھنس جانا صورتوں کا مسخ ہوجانا، آسمانوں سے پتھر برسنا، ایسے لگا تار مصائب یکے بعد دیگرے نازل ہونے لگیں گے جیسا کہ تسبیح کا تاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے ایک ایک ہوکر گرنا شروع کردیں۔ اعتدال میں یہ روایتیں پوری ذکر کی گئی ہیں اور اس میں ان پندرہ عیوب کی تفصیل بھی ہے جس پر یہ سخت سخت عذاب ذکر فرمائے ہیں ان کے علاوہ اور بھی روایات اس قسم کے مضامین کی ذکر کی گئیں۔ یہاں صرف زکوٰۃ کی وجہ سے ان روایات کی طرف اشارہ کردیا۔

(۶) عن ابی هريرة رضؓ قال سمعت عمر بن الخطاب رضؓ حدثنا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ما سمعته وكنت الكثرهم لزوما لرسول الله صلی الله علیه وسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مال کسی جنگل میں یا دریا میں کہیں بھی ضائع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ

قال عمر قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما تلف مال فی برو لا بحر الا بحبس الزکوٰۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط وھو غریب کذا فی الترغیب لہ شاھد من حدیث عبادۃ بن الصامت فی الکنز بروایۃ ابن عساکر۔

کے روکنے سے ضائع ہوتا ہے

ف یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے جو وبال و عذاب آخرت کے ہیں وہ تو علیحدہ رہے دنیا میں بھی اس کا وبال یہ ہوتا ہے کہ وہ مال کے ضائع ہو جانے کا سبب بنتا ہے ایک اور حدیث میں اس حدیث شریف کے متعلق ایک قصہ بھی نقل کیا ہے حضرت عبادہ ابن الصامت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں حطیم کے سایہ میں تشریف فرما تھے کسی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ فلاں گھرانہ کا سامان سمندر کے کنارہ پر پڑا ہوا تھا وہ ہلاک ہو گیا (سمندر کی موج کر بظاہر ضائع ہوا) حضور نے فرمایا کہ کوئی مال برو بحر میں (یعنی خشکی میں ہو یا سمندر میں مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا میں) اس کے بغیر ضائع نہیں ہوتا کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی ہو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کے ذریعہ حفاظت کیا کرو اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ سے علاج کیا کرو اور ناگہانی مصیبتوں کو دعا کے ذریعہ سے ہٹایا کرو کہ دعا اس مصیبت کو زائل کر دیتی ہے جو آن پڑی ہو اور اس کو روک دیتی ہے جو ابھی تک نہ آئی ہو اور حضور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ جل شانہ جس قوم کی بڑھوتری اور بقا کا ارادہ فرماتے ہیں اس میں عفت (پاکبازی) اور سماحت یعنی نرمی اور جود و عطا فرماتے ہیں اور جس قوم کے خاتمہ اور فنا کا ارادہ فرماتے ہیں اس میں خیانت پیدا فرما دیتے ہیں اس کے بعد حضور نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنا ھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون (الخ) یہ آیت شریفہ سورۂ انعام کے پانچویں رکوع کی ہے جس کا شروع فلما نسوا ما ذکروا بہ سے ہے اور اوپر کی دو آیات سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے پہلی امتوں کی ہلاکت کا ایک دستور ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے پہلی امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے تھیں پیغمبر بھیجے تھے (جب انھوں نے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا تو) پھر ہم نے ان کو مصیبتوں اور بیماریوں سے پکڑا (یعنی مصائب اور بیماریوں میں مبتلا کیا) تاکہ وہ عاجزی کریں پس جب ان کو ہماری

(طرف سے مصائب کی) سزا پہونچی تھی تو انھوں نے عاجزی کیوں نہ کی (کہ ان پر رحم کیا جاتا اور ان کا قصور معاف کر دیا جاتا) لیکن ان کے دل تو سخت ہو گئے تھے (وہ نصیحت کیا قبول کرتے) اور شیطان ان کے اعمال کو (جن کو وہ پہلے سے کر رہے تھے ان کی نگاہ میں) آراستہ کر کے دکھلاتا رہا (جس کی وجہ سے وہ اپنے بُرے اعمال میں جن کو وہ اچھا سمجھتے رہے پھنسے رہے) پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے (اور ان کی طرف التفات بھی نہ کیا) جن کی ان کو پیغمبروں کی طرف سے نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر (عیش و عشرت راحت و آرام کے) ہر قسم کے دروازے کھولدیئے یہانتک کہ جب وہ ان چیزوں پر (جو ان کو عیش و عشرت کی ملی تھیں) اترانے لگے (جس سے ان کی گمراہی اور بھی بڑھ گئی) تو ہم نے ان کو (عذاب میں ایسا) دفعۃً پکڑ لیا (کہ ان کو اس کا گمان بھی نہ تھا) پھر ظالم لوگوں کی جڑ بھی تک کٹ گئیں فقط۔ یہ آیات شریفہ بڑی عبرت کی آیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے باوجود اگر کسی قسم کی سختی کے بجائے عیش و عشرت اور راحت کے سامان ہوتے رہیں تو یہ زیادہ خطرہ کی چیز ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب تو یہ دیکھے کہ کوئی شخص اپنے گناہوں پر مصر ہے اور اس پر دنیا کی وسعت ہو رہی ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے پھر حضور نے یہی آیت فلما نسوا ما ذکروا بہ تلاوت فرمائی حضرت ابو حازم سے نقل کیا گیا کہ جب تو یہ دیکھے کہ تو اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے اور اس کی نعمتیں تجھ پر لگاتار ہو رہی ہیں تو اس سے ڈرتا رہ اور ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ شانہ سے قرب پیدا نہ کرے وہ مصیبت ہے (درمنثور) چھٹی فصل کی احادیث میں ۱۷ پر یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے اور چونکہ مال بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے اس کو زیادہ سے زیادہ حق تعالیٰ شانہ کی پاک بارگاہ میں تقرب پیدا کرنے کا ذریعہ بنانا چاہئے اور کوئی شخص بجائے اس کے کہ اس کو اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کر کے تقرب پیدا کرے اس کی زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے جو اللہ تعالیٰ شانہ کا اہم فریضہ ہے تو اس کی نافرمانی میں کیا شک ہے اور ایسے شخص کو اپنے مال کے باقی رہنے کی زیادہ امید نہ

رکھنی چاہیئے وہ خود اس کے ضائع ہو جانیکی تدبیر کر رہا ہے اور اگر اس حال میں بھی خدانخواستہ ضائع نہ ہو تو یہ اور بھی سخت خطرناک ہے کہ اس صورت میں یہ کسی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ہے اللہ تعالیٰ شانہ ہی اپنے فضل سے محفوظ رکھے۔

(۱) عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما خالطت الزکوٰۃ مالاً قط الا اھلکتہ رواہ الشافعی والبخاری فی تاریخہ کذا فی المشکوٰۃ وعزاہ المنذری الی البزار والبیہقی

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جس مال کے ساتھ زکوٰۃ کا مال مل جاتا ہے وہ اس مال کو ہلاک کئے بغیر نہیں رہتا۔

ف۔ اس حدیث پاک کے مطلب میں علما کی دو تفسیریں ہیں اور دونوں صحیح ہیں حضور کا یہ پاک ارشاد دونوں پر صادق آتا ہے ایک یہ کہ جس مال میں زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو اور اس میں سے زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو تو یہ سارا مال زکوٰۃ کے ساتھ مخلوط ہے اور یہ زکوٰۃ کا مال سب کو ہی ہلاک کر دے گا اس مطلب کے موافق یہ حدیث پاک اس سے پہلی حدیث شریف کے ہم معنی ہوئی گویا یہی مضمون بعینہٖ پہلی حدیث شریف کا ہے حافظ ابن تیمیہ نے منتقیٰ میں انھیں معنی کو اختیار کیا ہے اس لئے اس پر زکوٰۃ نکالنے میں جلدی کرنے کا باب لکھا ہے اور حمیدی سے اس حدیث کے بعد یہ نقل کیا ہے کہ اگر تجھ پر زکوٰۃ واجب ہو جائے اور تو اس کو نہ نکالے تو حرام مال حلال کو بھی ہلاک کر دیگا یعنی زکوٰۃ کا مال جس کا روکنا حرام ہے باقی مال کو جس کا روکنا حلال ہے ضائع کر دیگا دوسری تفسیر جو حضرت امام احمد بن حنبل رضؓ سے نقل کیگئی یہ ہے کہ جو شخص خود صاحبِ نصاب ہو یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کی کوئی چیز اصلی ضرورت سے زائد اسکے پاس ہو اور پھر وہ اپنے کو غریب ظاہر کر کے کسی سے زکوٰۃ کا مال لے لے تو یہ مال اسکے پاس جا کر اپنا اصلی مال پہلے سے تھا اس کو بھی ضائع کر دیگا (مشکوٰۃ) اس حدیث پاک سے ان لوگوں کو بہت ڈرتے رہنا چاہیئے جو صاحب نصاب ہونے کے باوجود لوگوں کی زکاتیں لیتے رہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ کا مال ان کے اصلی مال کو بھی فنا کر دے گا اور تھوڑے سے نفع کی خاطر بہت سا نقصان برداشت کرنا پڑ جائے گا۔ پھر چاہے چوروں کو گالیاں دیتے رہیں یا ظالموں کو بد دعائیں دیتے رہیں اپنی حرکت کی بدولت

مال چلا ہی جائے گا اور ایسی حالت میں اگر وہ مستحق نہ تھا لینے کا گناہ سر پر رہے گا۔

(۸) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضؓ قال من کسب طیبا خبثہ منع الزکوٰۃ ومن کسب خبیثا لم تطیبہ الزکوٰۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر موقوفا باسناد منقطع کذا فی الترغیب

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص طیب مال (حلال مال) کمائے زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا اس کو خبیث بنا دیتا ہے اور جو شخص حرام مال کمائے زکوٰۃ کا ادا کرنا اس کو پاک نہیں بناتا۔

ف: کتنی سخت وعید ہے کہ جس مال کو بڑی محنت جانفشانی سے جائز ناجائز کا اہتمام رکھتے ہوئے کمایا تھا وہ ذرا سے بخل سے کہ اس کی زکوٰۃ کا اہتمام نہیں رکھا سارا کا سارا اللہ تعالیٰ شانہ کے نزدیک خبیث بن گیا ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص حرام طریقہ سے مال کمائے اور پھر اس کو صدقہ کرے اس کے لئے اس میں کوئی اجر نہیں ہے اور اس کا وبال اس پر ہے (ترغیب) یعنی حرام کمانے کا وبال سر پر رہا اور اس صدقہ کا کوئی ثواب اس کو نہیں ہے۔

(۹) عن اسماء بنت یزید ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ایما امرأۃ تقلدت قلادۃ من ذھب تقلدت فی عنقھا مثلھا من النار یوم القیٰمۃ وایما امرأۃ جعلت فی اذنھا خرصا من ذھب جعل فی اذنھا مثلہ من النار رواہ ابوداؤد والنسائی باسناد جید کذا فی الترغیب

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے گلے میں سونے کا ہار ڈالیگی اسکے گلے میں اسی طرح کا آگ کا ہار قیامت کے دن ڈالا جائیگا اور جو عورت اپنے کان میں سونے کی بالی ڈالیگی اس کے کان میں اسی جیسی آگ کی بالی قیامت کے دن ڈالی جائے گی۔

ف ۔ اس حدیث شریف سے عورتوں کیلئے بھی سونے کا پہننا ناجائز اور حرام معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو ابتداء اسلام پر محمول کیا ہے اس لئے کہ سب علماء کے نزدیک دوسری احادیث کی بناء پر عورتوں کے لئے سونے چاندی کا زیور جائز ہے لیکن بعض علماء نے اس حدیث کو اور اس جیسی احادیث کو زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر محمول فرمایا ہے اور بعض روایات سے اس کی تائید فرمائی ہے چنانچہ خود حضرت اسماءؓ ہی کی روایت ہے کہ میں اور میری خالہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ہمارے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو ہم نے عرض کر دیا کہ نہیں حضورؐ نے فرمایا تم اس سے نہیں ڈرتیں کہ اللہ جل شانہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائیں ۔ ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو ۔ (ترغیب)

یہ روایت اس مضمون میں صاف اور واضح ہے کہ جہنم کی آگ اس کے بدلہ میں پہننا اسی صورت میں ہے کہ ان کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے عورتوں کو اس کا بہت خیال رکھنا چاہیئے کہ جو زیور آج بدن کی زینت بن رہا ہے وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی صورت میں کل کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ بن کر بدن کا عذاب بنے گا ۔ حضرت اسماءؓ کا یہ فرمانا کہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتی ممکن ہو اس وجہ سے ہو کہ ان کو اس وقت تک یہ مسئلہ معلوم نہ تھا چنانچہ دوسری احادیث میں ان کا سوال کرنا اس کی دلیل ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک وہ زیور کو عورت کی اصلی ضرورت میں سمجھتی ہوں حالانکہ زیور اصلی ضرورت میں نہیں ہے ایک زائد چیز ہے اس مطلب کے موافق سونے کی کوئی تخصیص نہ ہوگی چاندی کا بھی یہی حکم ہے چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ تشریف لائے تو میرے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے ملاحظہ فرمائے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے حضرت عائشہؓ نے عرض کیا میں نے اس لئے بنوائے کہ آپ کے لئے اپنی زینت کروں حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی زکوٰۃ بھی دیتی ہو میں نے عرض کیا کہ نہیں حضورؐ نے فرمایا تجھ کو تو جہنم کی آگ کے لئے یہی کافی ہیں (ترغیب) یہاں انکار کی ان دو وجہوں کے علاوہ جو پہلی حدیث میں گذر گیا تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چاندی کے چھلوں کا وزن عام طور سے اتنا نہیں ہوتا کہ وہ نصاب تک پہونچ جائے ۔ اور حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایک

زیور کی مقدار اگرچہ اتنی نہ ہو لیکن دوسرے زیور کے ساتھ ملا کر بھی نصاب کو پہونچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں انکے ساتھ انکی بیٹی تھیں جن کے ہاتھ میں دو وزنی کنگن سونے کے تھے حضور نے فرمایا کہ انکی زکوٰۃ ادا کرتی ہو انھوں نے عرض کیا کہ نہیں حضور نے فرمایا کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ انکے بدلہ میں آگ کے دو کنگن تمہیں قیامت میں پہنادیں انھوں نے یہ سنتے ہی دونوں کنگن حضور کی خدمت میں پیش کر دیے کہ یہ اللہ کے واسطے دیتی ہوں (ترغیب)

یہی وہ خاص ادا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مرد و عورت میں تھی کہ اللہ تعالیٰ شانہ یا اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سننے کے بعد پھر تعمیل میں کوئی حیل و حجت لیت و لعل ہوتی ہی نہ تھی ان سب روایات کے موافق سونے چاندی کے سب زیوروں کا ایک ہی حکم ہے زکوٰۃ نہ دینے پر جہنم کی آگ مسلط ہو جانے میں دونوں برابر ہیں خواہ کسی روایت میں سونے کے زیور ہوں یا چاندی کے زیور اور بعض علماء نے ان روایات کی وجہ سے جن میں زکوٰۃ کا ذکر نہیں ہے اور سونے چاندی میں فرق کیا گیا ہے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے تکبر تفاخر اور اظہار مراد ہے ایک روایت سے اس مفہوم کی تائید بھی ہوتی ہے چنانچہ ابو داؤد شریف اور نسائی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ اے عورتوں کی جماعت کیا تمہیں زیور بنانے کیلئے چاندی کافی نہیں ہے یاد رکھو کہ جو عورت سونے کا زیور بنائے اور اسکو ظاہر کرے وہ اسکی وجہ سے عذاب دیجائیگی (ترغیب) اور یہ بات عام طور سے مشاہدہ میں آتی ہے کہ عورتوں کے یہاں چاندی کا زیور بالخصوص جو عورتیں اپنی جہالت سے اپنے کو اونچے خاندان کی سمجھتی ہیں کچھ وقعت اور اہمیت نہیں رکھتا وہ چاندی کے زیور کو کوئی اظہار یا تفاخر کی چیز نہیں سمجھتیں ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن ہوں تو ذرا بھی انکو اسکے اظہار کا داعیہ پیدا نہ ہو لیکن سونے کے کنگن ہوں تو بے وجہ پچاس مرتبہ مکھی اڑانے کے بہانے سے ہاتھ ہلائیں گی بیس مرتبہ دوپٹہ درست کرنے کے واسطے ہاتھ کو پھیریں گی بالخصوص کوئی نئی عورت گھر میں آجائے یا وہ کسی دوسرے کے گھر جائیں پھر تو نہ مکھی اُن کے بدن سے اُڑ کر دیتی ہے نہ ان کا دوپٹہ درست ہو کر دیتا ہے۔ بار بار ہاتھوں کو حرکت دیتی رہتی ہیں۔

اور اس حرکت سے محض دوسرے پر تفاخر مقصود ہوتا ہے اپنے زیور کو دکھانا ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں باتوں کا اہتمام بہت ضروری ہے کہ زیور سے تفاخر اور تکبر اور اس کا اظہار ہرگز نہ ہونا چاہیئے اور اس کی زکوٰۃ بہت اہتمام سے ادا کرنا چاہیئے اور دونوں میں سے اگر کوئی سی ایک بات کا بھی لحاظ نہ رکھا جائے تو اپنے آپ کو عذاب کے لئے تیار رکھنا چاہیئے۔

(۱۰) عن الضحاک قال کان اناس من المنافقین حین امر اللّٰہ ان تؤدی الزکوٰۃ یجیئون بصدقاتھم باردء ما عندھم من الثمر فانزل اللّٰہ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون اخرجہ ابن جریر وغیرہ کذا فی الدر المنثور۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا تو منافق آدمی بدترین پھل جان کے پاس ہوتے تھے وہ دیا کرتے تھے اس پر حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن پاک میں آیت شریفہ ولا تیمموا الخبیث منہ نازل فرمائی۔

ف۔ یہ آیت شریفہ سورہ بقرہ کے سینتیس۳۷ ویں رکوع کی پہلی آیت کا جزو ہے یہ آیت شریفہ یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم سے شروع ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ایمان والو، اپنی کمائی میں سے عمدہ مال کو خرچ کیا کرو (نیک کاموں میں اور خرچ کیا کرو عمدہ مال کو) اس چیز میں سے جس کو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا (جیسے پھل وغیرہ) اور ردی مال کا ارادہ نہ کیا کرو۔ کہ اس میں سے خرچ کرنے لگو حالانکہ (اگر تم کو ایسی خراب چیز تمہارے حق واجب میں یا سوغات میں دینے لگے تو) تم کبھی بھی اس کو لینے والے نہ ہو مگر یہ کہ چشم پوشی کر کے (شرمے شرمائے) لے لو اور سمجھ لو کہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی کے محتاج نہیں ہیں (کہ ایسے ردی مال سے خوش ہو جائیں وہ) تعریف کے لائق ہیں۔ بہت سی احادیث ان آیات کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں کہ ان سب کا ایک ہی جز ہے حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیات ہم انصاریوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں ہم باغات کے مالک تھے ہر شخص اپنے باغ کی حیثیت کے موافق کم و بیش لایا کرتا تھا بعض آدمی ایک دو خوشے مسجد میں ٹانگ دیتے اہل صفہ فقراء کی جماعت تھی جن کے کھانے کا کوئی خاص انتظام نہ تھا ان میں سے جس کو بھوک لگتی وہ ان خوشوں میں لکڑی مارتا اور جو بچی کچی کھجوریں گرتیں کھالیتا بعض لوگ جنھیں خیر کے کاموں میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی وہ بعض ردی قسم کی کھجوروں کا خوشہ یا خراب شدہ خوشہ ٹانگ دیتا اس پر

یہ آیت شریفہ نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو ہدیہ میں ایسی چیز دی جائے تو شرمائے تو لے لو ویسے نہ لو اس کے بعد سے اچھے اچھے خوشے آنے لگے۔ اس مضمون کی متعدد روایات وارد ہوئی ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض لوگ بازار سے سستا مال خریدتے اور وہ صدقہ میں دیتے جس پر یہ آیت نازل ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ یہ آیت شریفہ فرض زکوٰۃ کے بارہ میں نازل ہوئی جب لوگ کھجوریں کاٹتے تو اچھا اچھا مال چھانٹ کر علیحدہ کر لیتے جب زکوٰۃ لینے کے لئے آدمی جاتا تو ردی مال اس کے سامنے کر دیتے ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے حضور کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی اور مسجد میں کسی نے ردی کھجوروں کا خوشہ لٹکا رکھا تھا۔ حضور نے اس خوشہ میں لکڑی ماری اور فرمایا کہ جس نے یہ لٹکایا ہے اگر اس سے بہتر لٹکاتا تو کیا نقصان ہو جاتا یہ شخص جنت میں ایسی ہی ردی کھجوریں پائے گا۔ (درمنثور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ مساکین کو اس مال کو نہ کھلاؤ جس کو تم خود نہ کھا سکو (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ گوشت میں بو ہو گئی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارادہ فرمایا کہ وہ کسی کو اللہ واسطے دیدیں حضور نے فرمایا کیا ایسی چیز کا صدقہ کرتی ہو جس کو خود نہیں کھاتیں (جمع الفوائد) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جب یہ دیا جا رہا ہے تو اچھا مال جہانتک ممکن ہو دینا چاہیئے لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ اچھا دیا نہ جائے اور خراب اس وجہ سے نہ دے بس حذف ہی ہو جائے اگر عمدہ کی توفیق نہ ہو تو نہ دینے سے گھٹیا دینا بہتر ہے زکوٰۃ میں ردی مال دینا بھی زکوٰۃ نہ دینے ہی کی ایک قسم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا زکوٰۃ ادا کرنے کا ضابطہ چوتھی فصل کی احادیث میں ۲ پر گذر چکا ہے کہ نہ تو اللہ جل شانہ بہترین مال کا مطالبہ فرماتے ہیں نہ گھٹیا مال کی اجازت دیتے ہیں۔ بلکہ متوسط مال کا مطالبہ ہے یہ ہی اصل ضابطہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو احکامات اپنے ماتحتوں کو زکوٰۃ وصول کرنے کے تحریر فرمائے ان میں زکوٰۃ کی تفصیل تحریر فرمائی اور تمہید میں تحریر فرمایا کہ جو اس تفصیل کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرے اس کو دی جائے اور جو اس سے زیادہ لینا چاہے اس کو نہ دی جائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب

حضرت معاذ رضؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو نماز کے حکم کے بعد زکوٰۃ ادا کرنیکے حکم کی تلقین فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جب وہ زکوٰۃ ادا کریں تو انکے بہترین مال کو لینے کی کوشش نہ کرنا مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ مظلوم کی بددعا کے قبول ہونے میں کوئی آڑ نہیں ہوتی۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ جب حکومت کا آدمی زکوٰۃ لینے آئے تو بکریوں کو تین حصے کر دیئے جائیں عمدہ عمدہ ایک جگہ اور ردی ردی ایک جگہ اور تیسرا حصہ جو درمیانی ہے ان میں سے لے لے (ابوداؤد) یہی اصل ضابطہ ہے زکوٰۃ لینے والے کے حق میں لیکن دینے والا اگر اپنی خوشی سے اچھے سے اچھا مال دے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث ۶ کے ذیل میں صحابہ کے بعض واقعات اور حضور کا پاک ارشاد گذر چکا کہ تم اگر اپنی خوشی سے عمدہ مال ضابطہ سے زائد دینا چاہو تو اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر دے گا۔ اس لئے دینے والے کو یہ سمجھ کر کہ اپنے کام آنے والا صرف یہی مال ہے جو دیا جا رہا ہے بہتر سے بہتر مال چھانٹ کر دینا چاہیئے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جو شخص زکوٰۃ کو آخرت کے واسطے ادا کرنا چاہے اس کے لئے کچھ آداب ہیں کچھ قواعد ہیں انکی رعایت کرنا چاہیئے امام غزالی نے اس مضمون کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے بندہ اس کو نہایت اختصار سے اور کہیں کہیں معمولی توضیح سے ذکر کرتا ہے یہ اس کا ترجمہ نہیں ہے امام غزالی نے آٹھ ادب ذکر فرمائے ہیں۔ سب سے پہلی چیز تو یہ سمجھنے کی ہے کہ آخر زکوٰۃ کیوں واجب ہوئی کیوں اسکو اسلام کا رکن قرار دیا گیا اس کی تین وجہیں ہیں (الف) اس وجہ سے کہ زبان سے کلمہ کا اقرار کر لینا وہ اللہ تعالیٰ کو تن تنہا معبود ماننے کا اقرار ہے یعنی یہ کہ اسکے ساتھ کوئی دوسری چیز شریک نہیں ہے اور اس کی تکمیل اور تمامی جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ اس ایک پاک ذات کے سوا محبت کے دعویدار کے دل میں اختیاری طور پر کسی دوسری چیز کی گنجائش نہ رہے اس لئے کہ محبت شرکت کی ہرگز متحمل نہیں ہے اور محض زبانی دعوے محبت بیکار ہے محبت کا امتحان جب ہی ہو سکتا ہے جب دوسری محبوب چیزوں سے مقابلہ پڑ جائے اور مال ہر شخص کو بالطبع محبوب ہوتا ہے اس لئے اللہ سے محبت اور اس کی تنہا معبودیت کے اقرار میں امتحان کی کسوٹی کے طور پر مال کا خرچ کرنا فرض کیا گیا ہے جس سے لوگوں کی حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ محبت کا اندازہ ہوتا ہے اسی لئے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین

انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ (توبہ ع ۱۴) بلا شبہ حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں سے انکی جانوں کو اور مالوں کو اس بات کے بدلہ میں خرید لیا ہے کہ انکو جنت ملے گی اور جانوروں کا خرید لینا جہاد کے ذریعے ہے اور مالونکا خرچ کرنا جان کے خرچ کرنے سے ہلکا ہے اور جب مال کے خرچ کرنیکا یہ مفہوم ہوا کہ وہ محبت کے امتحان کی کسوٹی ہے تو آدمی اس امتحان میں تین قسم کے ہوئے پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا سچا اقرار کیا کہ انکی محبت میں ذرا سی بھی شرکت کسی چیز کی نہیں آنے دی اور اپنے عہد کو پورا پورا ادا کر دیا کہ اپنے مالوں کو سب کو اسکے نام پر قربان کر دیا اپنے لیئے کوئی دینار رکھا نہ درم وہاں زکوٰۃ کے واجب ہونیکا سوال ہی نہیں آتا اسی وجہ سے بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ دو سو درم میں کتنی مقدار واجب ہے تو انھوں نے فرمایا کہ عام لوگوں پر شریعت مطہرہ کے ضابطہ کے موافق پانچ درم ہیں لیکن ہم لوگوں کو سب کا خرچ کر دینا ضروری ہے یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنا سارا مال خدمت میں پیش کر دیا اور محبت کے دعوے کو ایسا پورا کیا کہ محبوب کے سوا کچھ بھی نہ چھوڑا۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو نعمتوں اور لذتوں میں تو مشغول نہیں ہوتے البتہ بقدر ضرورت ذخیرہ رکھتے ہیں اور ضرورت سے زائد کو صرف کر دیتے ہیں یہ حضرات بھی خرچ کرنے میں مقدار زکوٰۃ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ فاضل مال جو کچھ ہوتا ہے وہ سب خرچ کر دیتے ہیں اسی وجہ سے بعض تابعین جیسا کہ امام نخعی شعبی وغیرہ حضرات اس طرف گئے ہیں کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق واجب ہیں ان حضرات کے نزدیک مالدار کے ذمہ واجب ہے کہ جہاں کہیں ضرورت مند کو دیکھے تو زکوٰۃ سے زائد سے بھی اس کی حاجت کو پورا کرے لیکن فقہ کے اعتبار سے صحیح یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی شخص اضطرار کے درجہ کو پہونچ گیا ہو تو اس کی ضرورت کا پورا کرنا فرض کفایہ ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ مضطر پر اتنی مقدار خرچ کرنا بھی جس سے وہ ہلاکت سے بچ جائے مفت ضروری ہے یا قرض دینا بھی کافی ہے اور جو قرض دینا کہتے ہیں وہ گویا تیسری قسم میں داخل ہیں اور تیسری قسم ادنیٰ درجہ کے لوگوں کی ہے جو صرف واجب یعنی مقدار زکوٰۃ ہی ادا کرتے ہیں نہ اس سے کم کرتے ہیں نہ زیادہ عام لوگ بیشتر اسی قسم میں داخل ہیں اس لیئے کہ ان کو مال سے

محبت ہے وہ اس کے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں انھیں آخرت کی رغبت کم ہے امام غزالی نے تین ہی قسمیں آدمیوں کی لکھی ہیں چوتھی قسم کو ذکر نہیں کیا جو مقدار واجب کو بھی پوری ادا نہیں کرتے یا بالکل ہی ادا نہیں کرتے اس لئے کہ یہ لوگ تو اپنے دعوے محبت میں بالکل ہی جھوٹے ہیں ایسوں کا کیا ذکر کرنا جو جھوٹی محبت کے دعویدار ہوں (ب) اس وجہ سے بھی کہ زکوٰۃ سے آدمی کو صفت بخل سے پاک کرنا مقصود ہے جو بڑی مہلک چیز ہے حضور کا پاک ارشاد ہے کہ تین چیزیں مہلک ہیں ایک وہ حرص و بخل جس کی اطاعت کی جائے (یعنی اگر طبعاً کوئی شخص بخیل ہو مگر عمل اپنی طبیعت کے خلاف کرتا ہے اور طبیعت پر جبر کرتا ہے تو یہ تو مہلک نہیں مہلک وہ بخل ہے کہ عمل بھی اسکے موافق ہو) دوسری وہ خواہش نفس جس کا اتباع کیا جائے (اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ مثلاً شہوت کسی شخص کو ہو اور وہ اس کو بجبر روکے تو وہ مہلک نہیں مہلک وہ ہے کہ اسکے موافق عمل بھی کرے) تیسری چیز ہر شخص کا اپنی رائے کو سب سے بہتر سمجھنا ہے اسکے علاوہ قرآن پاک کی متعدد آیات اور بہت سی احادیث میں بخل کی مذمت وارد ہوئی ہے جیسا کہ دوسری فصل میں انمیں سے چند گذر چکیں اور آدمی سے صفت بخل اسی طرح زائل ہو سکتی ہے کہ زبردستی اس کو مال خرچ کرنے کا عادی بنالے کہ جب کسی سے محبت تعلق چھڑانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی صورت یہی ہوتی ہے کہ اپنے کو اس سے دور رکھنے پر مجبور کیا جائے تاکہ اس کی محبت جاتی رہے اسی لحاظ سے زکوٰۃ کو پاکی کا ذریعہ کہا جاتا ہے کہ وہ آدمی کو بخل کی گندگی سے پاک کرتی ہے اور جس قدر زیادہ مال خرچ کرے گا اور جتنی زیادہ مسرت اور خوشی سے خرچ کرے گا اور جتنی بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بشاشت ہوگی اتنی ہی بخل کی گندگی سے نظافت حاصل ہوگی (ج) اس وجہ سے بھی کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی نعمت مال کا شکرانہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے ہر شخص کے جان و مال میں اس قدر انعامات احسانات ہیں کہ حد نہیں پس طاعات بدنیہ بدنی انعامات کا شکرانہ ہیں اور طاعات مالیہ مالی انعامات کا شکرانہ ہیں۔ اور کس قدر کمینہ اور ذلیل ہے وہ شخص جو کسی فقیر کو دیکھے اسکی تنگدستی اور بدحالی کو اور رزق کی کمی کی مصیبت کو دیکھے پھر بھی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے شکرانہ کا خیال

نہ آئے جو اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر کی کہ اس کو بھیک مانگنے سے مستغنی کیا اور اس فقیر کی طرح اپنی حاجت کو دوسرے کے سامنے لے جانے سے بے نیاز کیا بلکہ اس قابل کیا کہ دوسرا شخص اس کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرے کیا اس کا شکرانہ یہ نہیں ہے کہ اپنے مال کا دسواں یا چالیسواں حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کر دے (دسویں سے پیداوار کا عشر اور چالیسویں سے زکوٰۃ مراد ہے) ۲ دوسرا ادب زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت کے اعتبار سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی ادائیگی میں بہت عجلت کرے کہ اُس کے واجب ہونے کے وقت سے پہلے ہی ادا کر دے کہ اس میں حق تعالیٰ شانہ کے امتثال حکم میں رغبت کا اظہار ہے اور فقراء کے دلوں میں مسرت کا پیدا کرنا ہے اور دیر کرنے میں اپنے اوپر اور مال پر کسی قسم کی بیماری اور آفت آجانے کا بھی احتمال ہے اور جنکے نزدیک زکوٰۃ کا فوراً ادا کرنا ضروری ہے ان کے نزدیک تو تاخیر کا گناہ مستقل ہے لہٰذا جس وقت بھی دل میں خرچ کرنیکا خیال پیدا ہو اس کو فرشتہ کی تحریک سمجھے اس لئے کہ حدیث آیا ہے کہ آدمی کے ساتھ ایک تحریک فرشتہ کی ہوتی ہے اور ایک شیطان کی فرشتہ کی تحریک تو خیر کی طرف متوجہ کرنا اور حق کی تصدیق ہے جب آدمی اس کو پاوے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور شیطان کی تحریک برائی کی طرف متوجہ کرنا اور حق بات کا جھٹلانا ہے جب آدمی اس کو پاوے تو اعوذ باللہ پڑھے (سادۃ) ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہے جس طرح چاہے پلٹ دیتا ہے اس لئے دل میں جو یہ خیال خرچ کرنے کا آیا ہے اس کے بدل جانے کا بھی خطرہ ہے اس کے علاوہ شیطان آدمی کو اپنی احتیاج کا خیال دلاتا رہتا ہے جیسا کہ دوسری فصل کی آیات میں ۲ پر گذرا اور فرشتہ کی تحریک کے بعد شیطان کی تحریک بھی ہوتی ہے اس لئے اسکی تحریک کے پیدا ہونے سے پہلے پہلے ادا کر لے اور اگر ساری زکوٰۃ ایک ہی وقت ادا کرنا مقصود ہو تو اس کی اچھی صورت یہ ہے کہ کوئی سا ایک مہینہ زکوٰۃ ادا کرنے کا معین کر لے اور بہتر یہ ہے کہ افضل مہینوں میں سے مقرر کرے تاکہ اس میں خرچ کرنے سے ثواب میں زیادتی ہو جیسا کہ مثلاً محرم کا مہینہ ہے کہ وہ سال کا شروع مہینہ ہونے کے علاوہ اشہر حرم میں سے ہے اور اس میں ایک دن یعنی عاشورا ء کا ایسا ہے کہ اس میں صدقہ کرنے کی اور اہل و عیال پر خرچ میں وسعت کی فضیلت آئی ہے لہٰذا اس مہینہ

میں اگر ادا کرے تو بہتر یہ ہے کہ دسویں تاریخ کو ادا کرے (سادہ) یا مثلاً رمضان المبارک کا مہینہ ہے کہ احادیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جود بخشش میں تمام آدمیوں سے بڑھ کر تھے اور ماہ رمضان میں تو آپ کی بخشش اور جود ایسی تیزی سے چلتی تھی جیسا کہ تیز ہوا۔ نیز اس مہینہ میں لیلۃ القدر ہے جو ہزار راتوں سے افضل ہے نیز اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی اس مہینہ میں اپنے بندوں پر روز افزوں ہوتی ہیں اسی طرح ذو الحجہ کا مہینہ بھی بڑی فضیلت والے مہینوں میں ہے اس میں حج ہوتا ہے اس میں ایام معلومات ہیں یعنی عشرہ ذی الحجہ اور ایام معدودات ہیں یعنی ایام تشریق اور ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد کی ترغیب قرآن پاک میں آئی ہے پس اگر کوئی رمضان کو متعین کرے تو اس کا عشرہ آخر مناسب ہے اور ذی الحجہ کو مقرر کرے تو اس کا عشرہ اوّل بہتر ہے بندہ ناکارہ زکریا کا مشورہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی زکوٰۃ کا تقریبی اندازہ تو ہوتا ہی ہے اس لئے سال کے شروع ہی سے ضرورت کے مواقع پر اس اندازکی رعایت رکھتے ہوئے تھوڑا تھوڑا دیتا رہے اور جب سال وجوب کا ختم ہو اس وقت اپنے مال کا اور اپنی زکوٰۃ کا پورا حساب لگالے اگر کچھ کمی رہ گئی ہو تو اس وقت پوری کردے اور کچھ زیادہ ادا ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق تھی کہ واجب سے بھی زیادہ ادا ہو گیا اس میں تین مصلحتیں ہیں اوّل تو یہ کہ پوری رقم اگر مقدار میں زیادہ ہوئی تو بڑی رقم کا بیک وقت خرچ کرنا اکثر طبیعت پر بار ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے میں طیب نفس سے خرچ کرنے کو بہت زیادہ اہمیت ہے دوسری مصلحت یہ ہے کہ ضرورت کے مواقع ہر وقت میسّر نہیں ہوتے اس طرح ادا کرنے میں ضرورت کے مواقع پر خرچ ہوتا رہے گا اور اگر سال کے ختم پر حساب کرکے اس خیال سے اسکو علیحدہ رکھے گا کہ وقتاً فوقتاً خرچ کرتا رہونگا تو اس میں ایک تو ہر دن تاخیر ہوتی رہیگی دوسرے اسکا اطمینان نہیں کہ ادائیگی سے پہلے کوئی حادثہ جانی یا مالی پیش نہ آجائے اور زکوٰۃ واجب ہوجانے کے بعد ادا نہ ہونے میں سب کے نزدیک گناہ ہے تیسری مصلحت یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً ادا کرتے رہنے میں اگر آدمی کے بخل نے زیادہ زور نہ کیا تو امید یہ ہے کہ مقدار واجب سے کچھ زیادہ اکثر ادا ہو جایا کرے گا مرغوب چیز ہے اور بیک وقت حساب لگا کر اس پر اضافہ کرنا بہت سے لوگوں کو دشوار ہو گا۔ یہاں ایک بات اہتمام سے ذہن میں

رکھنا چاہئے کہ زکوٰۃ کا مدار قمری سال پر ہے شمسی سال پر نہیں ہے بعض لوگ انگریزی مہینہ سے زکوٰۃ کا حساب رکھتے ہیں اس میں دس یوم کی تاخیر تو ہر سال ہو ہی جاتی ہے اس کے علاوہ چھتیس سال میں ایک سال کی زکوٰۃ کم ہو جائے گی جو اپنے ذمہ رہ گئی۔ ۳ تیسرا ادب زکوٰۃ کا مخفی طریقہ سے ادا کرنا ہے اس لئے کہ اس میں ریا اور شہرت سے امن ہے اور لینے والے کی پردہ پوشی ہے اس کو ذلت سے بچانا ہے اور افضل یہی ہے کہ اگر کوئی مجبوری اظہار کی نہ ہو تو مخفی طور پر ادا کرے اس لئے کہ صدقہ کی مصلحت بخل کی گندگی کو دور کرنا ہے اور مال کی محبت کو زائل کرنا ہے اور زیادہ شہرت میں حب جاہ کو دخل ہوتا ہے اور یہ مرض یعنی حب جاہ کا حب مال سے بھی زیادہ سخت ہے اور لوگوں پر حب مال سے بھی زیادہ مسلط ہے اور صفت بخل قبر میں بچھو بنکر آدمی کو کاٹتی ہے اور صفت ریا و شہرت اژدہا بنکر ڈستی ہے تو صفت بخل کو زائل کر کے صفت ریا کو تقویت دینے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص بچھو کو مار کر سانپ کو کھلائے کہ اسمیں بچھو تو یقیناً مر گیا اور اسکی مضرت جاتی رہی لیکن سانپ زیادہ قوی ہو گیا اور مقصود دونوں کو مارنا ہے اور سانپ کو مارنا زیادہ ضروری ہے ۴ چوتھا ادب یہ ہے کہ اگر کوئی دینی مصلحت اظہار کی ہو مثلاً دوسروں کو ترغیب مقصود ہو یا دوسرے لوگ اسکے فعل کا اتباع کرتے ہوں یا اور کوئی دینی مصلحت ہو تو اسوقت اظہار افضل ہوگا ان دونوں نمبروں کا بیان پہلی فصل کی آیات میں ۹ پر مفصل گذر چکا ہے ۵ پانچواں ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کو من واذی سے برباد نہ کرے من کے معنی احسان رکھنے کے ہیں یعنی جس پر صدقہ کیا ہے اس پر اپنے صدقہ کا احسان جتائے اور اذی کے معنی تکلیف کے ہیں یعنی اسکو کسی اور طرح کی اذیت اس گھمنڈ پر پہونچائے کہ یہ اپنا دست نگر ہے محتاج ہے اسکی ضرورت اپنے سے وابستہ ہے یا میں نے زکوٰۃ دیکر اس پر احسان کیا ہے یہ مضمون بھی پہلی فصل کی آیات میں ۲ پر تفصیل سے گذر چکا ہے ۶ چھٹا ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کو حقیر سمجھے اس کو بڑی چیز سمجھنے سے عجب پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جو بڑی ہلاکت کی چیز ہے اور نیک اعمال کو برباد کرنیوالی ہے حق تعالیٰ شانہ نے بھی قرآن پاک میں طعن کے طور پر اسکو ذکر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً (براۃ ع ۴) اور حنین کے دن (بھی تمکو غلبہ پایا تھا) جبکہ (یہ قصہ پیش آیا تھا کہ) تمکو اپنے مجمع کی کثرت سے گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کام کچھ نہ آئی اور (کفار کے تیر برسانے سے تمہیں اس قدر پریشانی ہوئی کہ) زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر

تنگ ہوگئی پھر تم (میدان جنگ سے) منہ پھیر کر بھاگ گئے اس کے بعد اللہ جل شانہ نے اپنے رسول اور مومنین پر تسلی نازل فرمائی اور ایسے لشکر (فرشتوں کے) تمھاری مدد کیلئے بھیجے جنکو تم نے نہیں دیکھا اس کا قصہ کتب احادیث میں مشہور ہے کثرت سے روایات اس قصہ کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان المبارک ۸ھ میں جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمالیا تو قبیلہ ہوازن اور ثقیف پر حملہ کیلئے رمضان ہی میں تشریف لے گئے چونکہ مسلمانونکی جمعیت اس وقت پہلے غزوات کے لحاظ سے بہت زیادہ ہوگئی تھی تو ان میں اپنی کثرت پر عجب پیدا ہوا کہ ہم اتنے زیادہ ہیں کہ مغلوب نہیں ہو سکتے اسی بنا پر کہ حق تعالیٰ شانہ کو گھمنڈ اور عجب بہت ناپسند ہے۔ ابتداء میں مسلمانوں کو شکست ہوئی جسکی طرف آیت بالا میں اشارہ ہے کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت پر گھمنڈ پیدا ہوا لیکن مجمع کی کثرت تمھارے کچھ بھی کام نہ آئی حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے پاک رسول نے مکہ مکرمہ فتح کر لیا تو قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے لوگ چڑھائی کر کے آئے اور موضع حنین میں وہ لوگ جمع ہو گئے حضرت حسن سے نقل کیا گیا کہ جب مکہ والے بھی فتح کے بعد مدینہ والونکی ساتھ مجتمع ہو گئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ واللہ اب ہم اکٹھے ہو کر حنین والوں سے مقابلہ کریں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی یہ گھمنڈ کی بات گراں گذری اور ناپسند ہوئی (در منثور) غرض عجب کی وجہ سے یہ پریشانی پیش آئی علما نے لکھا ہے کہ نیکی جتنی بھی اپنی نگاہ میں کم سمجھی جائیگی اتنی ہی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی سمجھی جائے گی اور گناہ جتنا بھی اپنی نگاہ میں بڑا سمجھا جائے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے یہاں ہلکا اور کم سمجھا جائیگا یعنی ہلکے سے گناہ کو بھی یہی سمجھے کہ میں نے بہت بڑی حماقت کی ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہیئے تھا کسی گناہ کو بھی یہ نہ سمجھے کہ چلو اس میں کیا ہو گیا۔ بعض علماء سے نقل کیا گیا کہ نیکی تین چیز سے کامل ہوتی ہے ایک یہ کہ اسکو بہت کم سمجھے کہ کچھ بھی نہ کیا دوسرے جب کرنے کا خیال آجائے تو اس کو کرنے میں جلدی کرے مبادا یہ مبارک خیال یعنی نیکی کرنیکا نکل جائے یا کسی وجہ سے نہ ہو سکے تیسرے یہ کہ اسکو مخفی طور سے کرے اور جو کچھ خرچ کیا ہے اسکو حقیر سمجھنے کا طریقہ یہ ہو کہ یہ دیکھے کہ جو کچھ خرچ کیا ہے اس کا موازنہ اس سے کرے جو اپنے اوپر خرچ کیا جا چکا اور اپنے پاس باقی رہنے دیا پھر سوچے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کتنا خرچ کیا اور اپنے لئے کتنا رکھا مثلاً اگر جو کچھ اس کے پاس موجود تھا اس میں سے ایک تہائی خرچ کر دیا تو گویا مالک الملک آقا اور محبوب کی رضا میں تو ایک تہائی ہوا اور محبت کے دعویدار

کے حصہ میں دو تہائی اور اگر کوئی شخص اسکا عکس یعنی سارا ہی خرچ کر دے جس کی مثال اس زمانہ میں تو ملنا بھی مشکل ہے تب بھی یہ سوچنا چاہیئے کہ آخر مال تو اللہ ہی کا تھا اس کی عطا فرمائی ہوئی چیز اپنے پاس تھی بس اس نے اپنے لطف و کرم احسان سے خرچ کی اور اپنی ضرورت میں کام لانیکی اجازت دے رکھی تھی اگر کسی ایسے شخص کی امانت اپنے پاس ہو جس نے امانت رکھواتے وقت یہ بھی کہدیا ہو کہ اگر آپ کو کوئی ضرورت پیش آ دے تو اسکو اپنا ہی مال تصور کر کے خرچ کر لیں پھر تم کسی وقت اس کی امانت کم و بیش واپس کر دو تو اس میں کونسا احسان تمہارا ہوا جس کو تم یہ سمجھو کہ ہم نے بڑا کارنامہ کیا اور پھر مزید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کو اس کی عطا کی ہوئی چیز واپس کرنے میں یعنی اس کے نام پر خرچ کرنے میں اس کی طرف سے اجر و ثواب اور بدلے کا ایسا وعدہ ہے کہ اس کے لحاظ سے تو یہ کہا بھی نہیں جا سکتا کہ ہم نے اس کی امانت واپس کر دی بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ایک شخص نے مثلاً سو روپے امانت رکھوائے تھے اور اسمیں سے اس نے پچاس ساٹھ واپس لے لئے اس وعدہ پر کہ عنقریب ہی اتنی گنیاں اس کے بدلہ میں تمہیں دیدونگا یا یوں سمجھو کہ پچاس واپس لئے اور پانچ سو کا چک بنک کا تمہارے حوالہ کر دیا تو ایسی حالت میں کیا گھمنڈ کا موقعہ ہے اس بات کا کہ میں نے امانت رکھنے والے کو کچھ واپس کیا اسی وجہ سے اس ادب کے ماتحت یہ چیز بھی ہے کہ جب صدقہ کرے تو بجائے فخر اور گھمنڈ کے شرمندگی کی سی صورت سے خرچ کرے جیسا کہ کسی کی امانت کوئی شخص اس طرح واپس کرے کہ اس میں سے کم یا زیادہ رکھ بھی لے مثلاً کسی کے سو روپیہ امانت رکھے ہوں اور امانت کی واپسی کے وقت اس میں سے پچاس ہی واپس کرے اور یہ کہکر واپس کرے کہ تم نے چونکہ مجھے خرچ کی اجازت دیدی تھی اس لئے پچاس میں نے خرچ کر لئے یا اپنی کسی ضرورت کیلئے رکھ لئے یہ کہتے وقت جیسا کہ آدمی پر ایک حجاب ایک شرم ایک غیرت ایک عاجزی ایک ذلت ٹپکتی ہے اور اسکو یہ بات خود کو محسوس ہوتی ہے کہ میں نے اس کریم النفس آدمی کے مال میں تصرف کیا اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے باقی کا مطالبہ نہیں کیا یہی ہیئت بعینہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت ہونی چاہیئے کہ اس کی عطا کا کچھ حصہ اسی کو ایسی طرح واپس کیا جا رہا ہے کہ انہیں سے ہم نے کچھ کھا بھی لیا اور کچھ رکھ بھی لیا اور یہ اس وجہ سے کہ صدقہ جو کسی فقیر کو دیا جا رہا ہے یا ضرورت کے موقع پر خرچ کیا جا رہا ہے تو وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ شانہ ہی کو واپس کیا جا رہا ہے فقیر تو محض ایک ایلچی ہے جو گویا اس نے اپنا آدمی اپنی امانت

واپس لینے کیلئے بھیجا ہو ایسے مواقع میں آدمی ایلچی کی کیسی خوشامد کیا کرتا ہے کہ تو آقا سے حاکم سے ذرا سفارش کر دیجیو کہدیجیو کہ اس کے پاس سارا مطالبہ ادا کرنے کو اس وقت تھا نہیں میری ضرورتوں اور احوال پر نظر کر کے اتنے ہی کو قبول کرلیں وغیرہ وغیرہ غرض جتنی چاپلوسی قاصدوں کی اہلکاروں کی ایسے وقت میں ہوتی ہے جبکہ پورا حق ادا نہ کیا جارہا ہو اس سے زیادہ عملی صورت سے فقراء اور صدقہ کا مال لینے والوں کی ہونا چاہیئے اس لئے کہ یہ اللہ کے ایلچی ہیں مالک الملک کے قاصد ہیں اس مالک الملک قادر مطلق اور بے نیاز کے بھیجے ہوئے ہیں جس نے سب کچھ عطا کیا اور وہ جب چاہے آن کی آن میں سب کچھ چھین کر تمہیں بھی ایسا ہی محتاج کر دے جیسا کہ تمہارے سامنے ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ مال سارا کا سارا اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اس کی راہ میں سارا خرچ کر دینا مرغوب اور پسندیدہ ہے اس نے اپنے لطف و کرم سے سب کے خرچ کرنے کا ایجاب ہم پر نہیں فرمایا اس لئے کہ اگر وہ سب کچھ خرچ کرنا واجب فرما دیتا تو ہمیں اپنے طبعی بخل و کنجوسی سے بہت بار ہو جاتا۔ ساتواں ادب یہ ہے کہ اللہ کے راہ میں صدقہ کرنے کے لئے بالخصوص زکوٰۃ کے ادا کرنے میں جو اس کا ایک اہم حکم اور فریضہ ہے بہتر سے بہتر مال خرچ کرے اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ خود طیب ہیں ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں اس لئے طیب ہی مال قبول فرماتے ہیں اگر آدمی یہ خیال کرے کہ یہ مال جو صدقہ کیا جارہا ہے حق تعالیٰ شانہٗ کو دیا جارہا ہے تو کس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے کہ جس پاک ذات کا مال ہے جس کا عطا کیا ہوا ہے اس کی خدمت میں تو گھٹیا قسم کا مال پیش کرے اور خود اپنے لئے عمدہ اور بہتر رکھے اس کی مثال اس نوکر یا خانساماں کی سی ہے جو آقا کے لئے تو باسی روٹی اور دال بودار رکھے اور اپنے لئے قورمہ پکائے خود ہی غور کر لو کہ ایسے نوکر کے ساتھ آقا کا کیا معاملہ ہونا چاہئے پھر دنیا کے آقاؤں کو تو ہر ہر چیز کی خبر بھی نہیں ہوتی اور اس علیم و خبیر کے سامنے ہر ہر بات رہتی ہے بلکہ دل کے خیالات بھی ہر وقت سامنے ہیں ایسی حالت میں اسی کے مال میں سے اسی کے لئے گھٹیا اور خراب چیز بھیجنا کس قدر نمک حرامی ہے اور اگر آدمی یہ خیال کرے کہ یہ جو کچھ خرچ کر رہا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے ہے اس کا بدلہ نہایت سخت احتیاج کے وقت اپنے ہی کو ملنا ہے تو کس قدر حماقت کی بات ہے کہ آدمی اپنے لئے تو سڑیل گھٹیا چیزیں رکھے اور اچھا اچھا مال دوسروں کے واسطے چھوڑ جائے حدیث میں

آیا ہے آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے جو صدقہ کرکے آگے بھیج دیا یا کھا کر ختم کردیا باقی جو رہ گیا وہ دوسروں کا مال ہے (یعنی وارثوں کا)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک درہم کبھی لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے اور وہ اسی طرح سے ہے کہ آدمی حلال کمائی سے عمدہ مال طیب خاطر اور سرور سے خرچ کرے بجائے اسکے کہ مکروہ مال سے ایک لاکھ درہم خرچ کرے ۔ آٹھواں ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کو ایسے موقع میں خرچ کرے جس سے اسکا ثواب بڑھ جائے اور چھ صفات ایسی ہیں کہ جس کے اندر ان میں سے ایک بھی صفت ہو اس کو دینے سے صدقہ کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے اور جس میں ان میں سے جتنی صفات زیادہ ہونگی اتنا ہی اجر بھی زیادہ ہوگا اور ثواب کے اعتبار سے اتنا ہی صدقہ بڑھ جائے گا (الف) متقی پرہیزگار ہو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے کاموں میں مشغول ہو حضور کا پاک ارشاد ہے کہ تیرا کھانا متقیوں کے سوا کوئی نہ کھائے یہ حدیث پہلی فصل کی احادیث میں ۲۳ پر گذر چکی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ متقی آدمی تیرے اس صدقہ سے اپنے تقوی اور طاعت میں اعانت حاصل کریگا اور تو گویا اس کے اس تقوی میں معین ہوا اور اس کی عبادت میں ثواب کا شریک ہوا (ب) اہل علم ہو اسلئے کہ اس سے تیری اعانت اسکے علوم حاصل کرنے میں اور پھیلانے میں شامل ہو جائیگی اور علم تمام عبادتوں میں اشرف اور اعلیٰ عبادت ہے اور جتنی بھی علمی مشغلہ میں نیت اچھی ہوگی اتنی ہی یہ عبادت اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتی جائیگی حضرت عبداللہ بن مبارک مشہور محدث اور بزرگ ہیں وہ اپنی عطاؤں کو علماء کے ساتھ مخصوص رکھتے تھے کسی نے عرض کیا کہ اگر غیر عالموں پر بھی آپ کرم فرمائیں تو کیا اچھا ہو انھوں نے فرمایا کہ میں نبوت کے درجہ کے بعد علماء کی برابر کسی کا درجہ بھی نہیں پاتا جب کوئی اہل علم میں سے کسی دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے علمی مشغلہ میں نقصان ہوتا ہے اس لئے ان کو علمی مشاغل کے لئے فارغ رکھنا سب سے افضل ہے (ج) وہ شخص اپنے تقوی اور اپنے علم میں حقیقی موحد ہو اور حقیقی موحد ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس پر کوئی احسان کرے تو وہ اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر کرے اور دل سے یہ بات سمجھے کہ حقیقی احسان اسی پاک ذات کا ہے وہی اصل عطا کرنے والا ہے اور جو دینے والا ظاہر میں دے رہا ہے وہ صرف واسطہ اور ایلچی ہے حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو وصیت ہے کہ اپنے اور حق تعالیٰ شانہ

کے درمیان کسی دوسرے کو احسان کرنیوالا مت بنا کسی دوسرے کے احسانکو اپنے اوپر تاوان سمجھ جو شخص واسطہ کا
حقیقی احسان سمجھتا ہے اس نے حقیقی احسان کرنیوالے کو پہچانا ہی نہیں اس نے یہ نہ سمجھا کہ یہ واسطہ بھی
اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ فلاں شخص پر احسان کیا جائے اس لئے وہ
اپنے اس احسان کرنے میں مجبور تھا اور جب آدمی کے دل میں یہ بات جم جائے تو پھر اسکی نگاہ اسباب
پر نہیں رہتی بلکہ مسبب الاسباب پر ہو جاتی ہے اور ایسے شخص پر احسان کرنا احسان کرنے والے کے لئے
زیادہ نافع ہوتا ہے اور دوسروں کے بہت لمبے چوڑے ثناو شکر کے الفاظ سے اس پر احسان کرنا
کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ جو آج احسان پر لمبی چوڑی تعریف کر رہا ہے وہ کل کو اعانت
نہ کرنے پر اسی طرح برائیاں شروع کر دیگا اور جو حقیقی موحد ہو گا وہ کل کو مذمت بھی نہ کرے گا کہ وہ واسطہ
کو واسطہ ہی سمجھتا ہے (د) جس پر صدقہ کیا جائے وہ اپنی حاجات اور ضرورتوں کا اخفا کرنے والا
ہو لوگوں سے اپنی قلت معاش کا اور آمدنی کی کمی کا اظہار نہ کرتا ہو بالخصوص وہ شخص جو مروت
والوں میں سے ہو اور اس کی آمدنی پہلے سے کم رہ گئی ہو لیکن اس کی مروت کی عادت جو آمدنی
کی زیادتی کے زمانہ میں تھی وہ بدستور باقی ہو وہ درحقیقت ایسا ضرورتمند ہے جو ظاہر میں غنی ہو
ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے یحسبہم الجاھل اغنیاء من
التعفف یہ آیت شریفہ سورۂ بقرہ کے سینتیس ۳۷ ویں رکوع کی ہے پوری آیت شریفہ یہ ہے
للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبہم
الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفہم بسیماھم لا یسئلون الناس الحافا وما تنفقوا
من خیر فان اللہ بہ علیم۔ ترجمہ صدقات (اصل حق[۱] ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید
ہو گئے ہوں اللہ کی راہ) یعنی دین کی خدمت (میں) اور اسی خدمت دین میں مقید اور مشغول
رہنے سے وہ لوگ) طلب معاش کے لئے (کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا) عادۃً (امکان نہیں
رکھتے اور ناواقف شخص انکو تونگر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے) البتہ
(تم ان لوگوں کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے)
جس سے کوئی انکو حاجتمند سمجھے یعنی مانگتے ہی نہیں کیونکہ اکثر جو لوگ مانگنے کے عادی ہیں
وہ لپٹ کر ہی مانگتے ہیں اور (ان لوگوں کی خدمت کرنے کو) جو مال خرچ کرو گے بیشک حق تعالیٰ

[۱] اس جگہ صرف ترجمہ خط وحدانی میں ہے ۱۲ ز

شانہ کو اس کی خوب اطلاع ہے) دوسرے لوگوں کو دینے سے انکی خدمت کا فی نفسہ ثواب زیادہ دینگے۔

ف:۔ فی نفسہ کی قید اس لئے لگائی کہ اصل میں تو زیادہ ثواب اسی میں ہے لیکن کسی عارض کی وجہ سے اس کے غیر میں بھی ثواب کا زیادہ ہونا ممکن ہے مثلاً ان لوگوں کی حاجت سے زیادہ دوسروں کو حاجت ہو یا یہ توقع ہو کہ انکی خدمت تو کوئی اور بھی کر دے گا دوسرے بالکل محروم رہ جائیں گے اور جہاں یہ عوارض نہ ہوں وہاں یہ لوگ خدمت کے لئے افضل ہیں اور عارض کی وجہ سے غیر متقی بلکہ غیر مومن کے ساتھ احسان کرنے میں بھی افضلیت ممکن ہے اور جاننا چاہیئے کہ ہمارے ملک میں اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں پس اس بناء پر سب سے اچھا مصرف طالب علم ٹھیرے اور ان پر جو بعض ناتجربہ کار طعن کرتے ہیں کہ ان سے کمایا نہیں جاتا اس کا جواب قرآن میں دیدیا گیا جس کا حاصل یہ ہو کہ ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولی کی ضرورت ہو اور جس کو علم دین کا کچھ مذاق ہو گا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اس میں غایت مشغولی اور انہماک کی حاجت ہے اسکے ساتھ اکتساب مال کا شغل جمع نہیں ہو سکتا اور اسکے کرنے سے علم دین کی خدمت ناتمام رہجاتی ہے چنانچہ ہزاروں نظائر پیش نظر ہیں (بیان القرآن بتغیر) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں فقراء سے اصحاب صفہ مراد ہیں اصحاب صفہ کی جماعت بھی حقیقت میں طلبہ ہی کی جماعت تھی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ظاہری اور باطنی علوم حاصل کرنے کے لئے پڑے ہوئے تھے۔ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اس سے اصحاب صفہ مراد ہیں جن کے نہ گھر تھے نہ کنبہ حق تعالیٰ شانہ نے ان پر صدقات کی ترغیب دی ہے قتادہ کہتے ہیں وہ فقراء مراد ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے راستہ میں جہاد میں روک رکھا ہے (یعنی مشغول کر رکھا ہے) تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے (درمنثور) امام غزالی فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سوال ہیں نہیں لپٹتے ان کے دل اپنے یقین کی وجہ سے غنی ہیں مجاہدۂ نفس پر غالب ہیں ایسے لوگوں کو خاص طور سے تلاش کر کے دیا جائے اور دینداروں کے اندرونی احوال کی خاص طور سے جستجو کی جائے کہ ان کے گذران کی کیا صورت ہے کہ ان پر خرچ کرنے کا ثواب بھیک مانگنے والوں پر خرچ سے کہیں زیادہ ہے لیکن ایسے لوگوں کی جستجو بھی مشکل ہے کہ یہ اپنا

حال دوسروں پر کم ظاہر کرتے ہیں اور اسی وجہ سے لوگ ان کو غنی سمجھتے ہیں۔

(۵) یہ کہ آدمی عیال دار ہو یا کسی بیماری میں مبتلا ہو یا کسی اور ایسے سبب میں گرفتار ہو کہ کما نہیں سکتا تو وہ بھی قرآن پاک کی آیت بالا احصروا فی سبیل اللہ میں داخل ہے کہ وہ بھی گھرا ہوا ہی خواہ اپنے فقر میں گھرا ہوا ہو یا معاش کی تنگی میں گھرا ہوا ہو یا اپنی اصلاح قلب کے مشغلہ میں گھرا ہو کہ یہ لوگ اپنی ان مجبوریوں کی وجہ سے بقدر ضرورت کمانے پر قادر نہیں ہیں اسی وجہ سے حضرت عمرؓ بعض گھر والوں کو دس دس بکریاں یا اس سے بھی زائد دیتے تھے اور حضور کے پاس جب فئی کا مال آتا تو بیوی والے کو دوہرا حصہ دیتے اور مجرد آدمی کو اکہرا حصہ مرحمت فرماتے، فئی کا مال وہ مال کہلاتا ہے جو کفار سے بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو۔

(۶) یہ کہ رشتہ دار ہو کہ اس میں صدقہ کا ثواب علیحدہ ہے اور صلہ رحمی کا علیحدہ ہے تیسری فصل کی احادیث میں نمبر ۶ پر یہ مضمون گذر چکا ہے ان چھ اوصاف کو ذکر کرنے کے بعد امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہ صفات اس شخص میں مطلوب ہیں جن پر خرچ کیا جائے اور ہر صفت میں کمی بیشی کے اعتبار سے درجات کا بہت تفاوت ہے یعنی مثلاً تقویٰ کی اعلیٰ قسم اور ادنیٰ قسم میں زمین آسمان کا فرق ہے قرابت ایک بہت قریب کی ہے اور ایک بہت دور کی اسی طرح دوسرے اوصاف بھی ہیں لہٰذا ہر صفت میں اعلیٰ درجہ کی تلاش اہم ہے اور کسی شخص میں یہ ساری ہی صفات موجود ہوں تو وہ شخص بڑی غنیمت چیز ہے اور بہت بڑا ذخیرہ ہے اس پر اپنی کوئی چیز خرچ ہو جانے میں بڑی کوشش کرنا چاہیئے اور ان اوصاف کے ساتھ متصف ہونے والے کی کوشش اور تلاش کرنا چاہیئے اگر اپنی کوشش کے بعد حقیقت میں ایسا شخص مل گیا تب تو نور علیٰ نور ہے اور دوہرا اجر ہے ایک کوشش کا دوسرا حقیقی مصرف کا اور اگر کوشش کے بعد اپنی تحقیق کے موافق تو ان اوصاف کے متصف ہی پر خرچ کیا تھا اور وہ درحقیقت ایسا نہ تھا بلکہ اس کو معلومات میں غلطی ہو گئی تب بھی اس کو اپنی کوشش کا ایک اجر تو مل ہی گیا کہ اس ایک اجر میں بھی ایک تو اس کے نفس کا بخل سے پاک ہونا ہے دوسرے اللہ تعالےٰ کی محبت کا اس کے دل میں زور سے جگہ پکڑنا ہے اور اس کی اطاعت میں اپنی کوشش کا ہونا ہے اور یہ تینوں صفات ایسی ہیں جو اس کے دل کو قوی کرتی ہیں اور دل میں اللہ تعالےٰ کے ملنے کا شوق پیدا کرتی ہیں۔ لہٰذا یہ منافع

تو بہرحال حاصل ہیں اور اگر دوسرا اجر بھی حاصل ہوگیا یعنی صحیح مصرف پر خرچ ہوگیا تو اس میں اور مزید فوائد حاصل ہونگے کہ لینے والے کی دعا اور توجہ اسکو شامل ہوگی کہ اللہ کے نیک بندوں کے دلوں کی بڑی تاثیرات اور برکات دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے حاصل ہوتی ہیں ان کی توجہ اور دعا میں اللہ تعالیٰ شانہ نے بڑی تاثیر رکھی ہے (احیاء العلوم) باختصار وزیادۃ)

تمت

زکریا کاندھلوی

مقیم مظاہر علوم سہارنپور
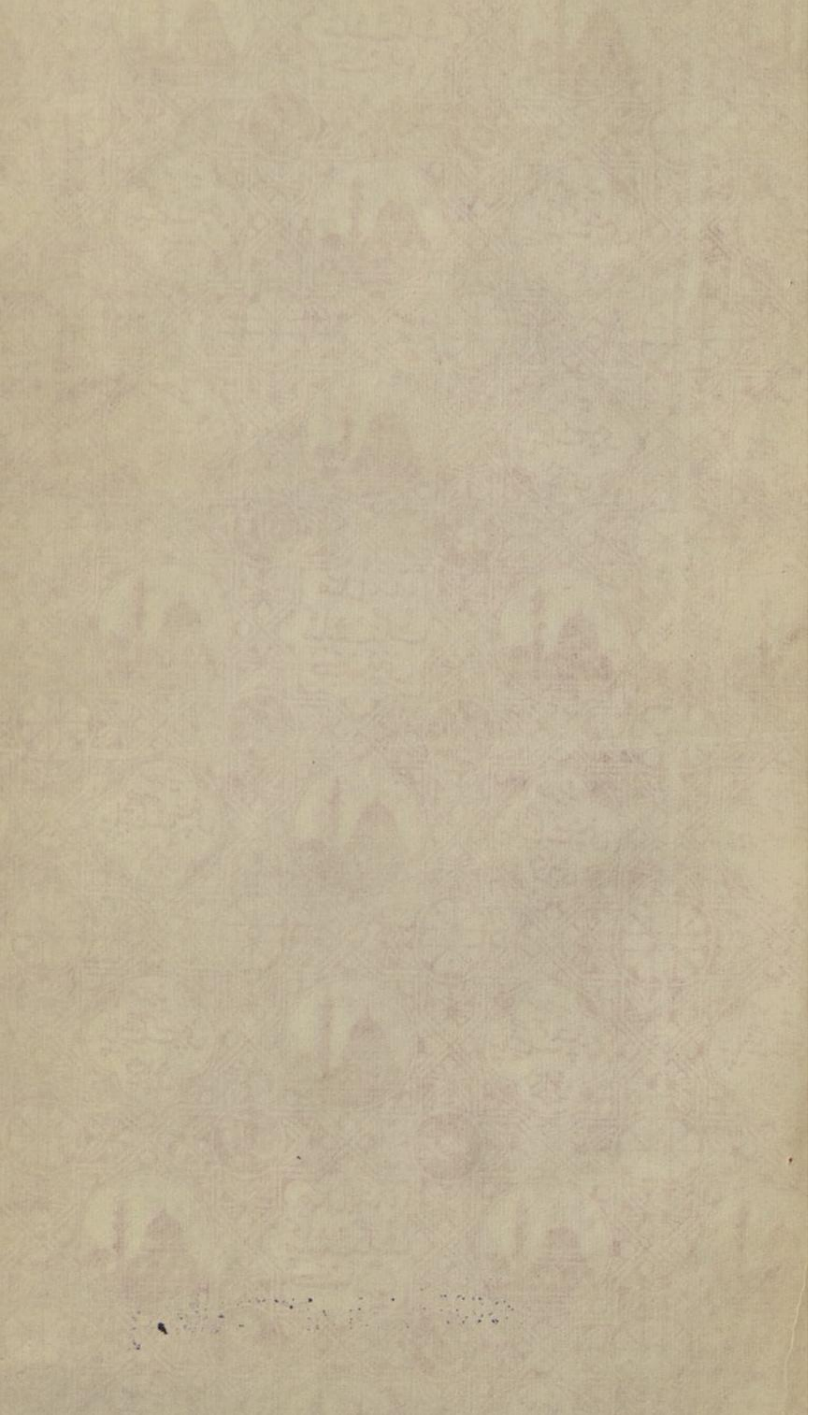
جاگتے میں تاجدارِ مدینہ کے دیدار کی تمنا ہو تو!
زائر مدینہ الحاج حضرت مولانا بہزاد لکھنوی کی تازہ ترین نعتوں کا بے نظیر مجموعہ
کرم بالائے کرم
کا مطالعہ کیجئے
کرم بالائے کرم حضرت ممدوح کی طرف سے دربار رسالت میں پیش کردہ نعت و مناقب کا ایک ایسا وجد آفرین مجموعہ ہے کہ اسکے اثرات پڑھنے اور سننے والے کی دل کی گہرائیوں تک پہنچتے ہیں اور روح جھومنے لگتی ہے ہر ہر شعر اللہ کی محبت اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عقیدت سے معمور ہے۔ اس مجموعہ کی بہت سی نعتیں صحن حرم محراب النبی اور مسجد نبوی میں ٹوٹے ہوئے دل اور روتی ہوئی آنکھوں کیساتھ پیش کی گئی ہیں۔ بیت اللہ اور مسجد نبوی کی روح پرور تجلیات نے ان نعتوں کو نور کیلئے نور بنا دیا ہے۔ انہیں پڑھنے کے بعد آپکو محسوس ہوگا آپنے اپنا دل بیت اللہ اور مدینہ منورہ کیلئے وقف کر دیا ہے وہ اس دربارِ مقدس میں حاضر ہونیکے لئے بیقرار ہے جہاں کی آستاں بوسی تاجدارانِ عالم کیلئے باعثِ نجات ہے اور جہاں آج بھی ملائکہ صبح و شام سلام کیلئے حاضر ہوتے ہیں!
ان مقدس نعتوں اور مناجاتوں کے مطالعہ سے دین و دنیا کی نعمتیں اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں!
ایسی مقبول نعتیں بھی اس متبرک مجموعہ میں شامل ہیں کہ اگر خلوص قلب سے روزانہ پڑھی جائیں تو روحانی سکون حاصل ہوگا۔ پریشانیاں دور ہوں گی۔ دنیوی امور میں کامیابی ہوگی اور ثواب بھی ملے گا۔
کتابت بہت خوبصورت ہے۔ آفسٹ کی دیدہ زیب چھپائی۔ رنگین اور نہایت دیدہ زیب ٹائٹل
ھدیہ، مجلد پانچ روپے، علاوہ محصولڈاک
مدینہ پبلشنگ کمپنی مشہور محل میکلوڈ روڈ کراچی!